

جلد دوم

اسپن الخطبات



حضرت مولانا مفتی محمد زکریا خاں صاحب دہلی

الماہ العربیہ اصسن العلم

گلشن اقبال 2 کراچی

اسپن الخطبات

۲

حضرت مولانا مفتی محمد زکریا خاں صاحب دہلی

الماہ العربیہ اصسن العلم

اسپن الخطبات



الماہ العربیہ اصسن العلم
گلشن اقبال 2 کراچی



مجلد دوم

آرٹھ لکھنؤ

خان

جلد دوم

آرٹھ لکھنؤ

جلد دوم

خان

خان

خان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام احسن الخطبات جلد دوم خطبات فی تعداد ۱۵

صاحب خطبات شیخ الحدیث و الفقیہ حضرت مولانا مفتی محمد زود خان صاحب مدظلہ

ماثر جامعہ عربیہ احسن العلوم گائین اقبال کراچی

کمپوزنگ اراکین دارالتصنیف (جامعہ عربیہ احسن العلوم)

ڈیزائننگ نیب اشرف (دارالتصنیف جامعہ عربیہ احسن العلوم)

طبعیت اول جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ

ملنے کا پتہ

احاطہ جامعہ عربیہ حسن اہلوم کلشن اقبال بلاک نمبر ۴ کراچی	اصنی کتب خانہ
دکان نمبر ۱۰ ارب میڈیکل سینٹر کلشن اقبال بلاک نمبر ۴ کراچی	اصنی کتب خانہ
بالمقابل اشرف المہد ارس کلشن اقبال بلاک نمبر ۴	کتب خانہ مظہری
بالمقابل جامعہ فاروقیہ شافعیہ کالونی	مکتبہ عرفا فاروقی

اهم گزارش

احسن الخطبات کی تیاری میں حتی الامکان یہ کوشش کی گئی ہے کہ اس میں قرآن کریم کی آیات ہیں کوئی غلطی نہ ہو اور نہ ہی احادیث مبارکہ اور روئے فتویٰ عبارت میں غلطی واقع ہو۔ پھر بھی اگر تارسین میں سے کسی کو کوئی کمی محسوس ہو تو ازراہ کرم اعتراضات اور طعنوں سے گریز کرتے ہوئے ادارے کو اطلاع فرمائیں، ادارہ شکر گزار رہے گا۔

dings\Muneeb\Desktop\Ah:
Khutbat headings\fehist
mazameen.tif not found.

۱۹	عرض مرتب
۲۱	اٹھارواں خطبہ
۲۲	(۱) قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے
۲۳	(۲) شراکت اور مشابہت حضرت ﷺ کے زمانہ سے ہی رائج ہیں
۲۵	(۳) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک حکایت
۲۷	(۴) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سب سے مشکل کام ہے
۲۸	(۵) تعلیم و تبلیغ میں بڑی برکت ہے
۳۰	(۶) انبیاء کرام کی استقامت پڑے زیادہ ہوتی تھی
۳۲	(۷) عذاب قبر برحق ہے
۳۳	(۸) چغل خوری شر اور فساد کا باعث ہوتی ہے
۳۵	(۹) شہور زمانہ بولنگی سینا کے اسلام لانے کا واقعہ
۳۷	(۱۰) ہر پیرا ہونے والے بچے کا نام رکھنا ضروری ہے
۳۸	(۱۱) سورہ فاتحہ کے فضائل و برکات
۴۰	(۱۲) اسلام کی تمام تعلیمات آسانی پر مبنی ہیں
۴۱	(۱۳) قرآن کریم کے علوم پر ایک نظر

۴۶	انیسواں خطبہ
۴۷	(۱) اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی اتباع کو اپنی رضا کا سبب قرار دیا ہے
۴۸	(۲) انبیاء کی اطاعت ایمان کے بعد کا رگر ہے
۴۸	(۳) شق صدر کی تفصیل
۵۰	(۴) واقعہ معراج کے منتظر احوال
۵۲	(۵) انبیاء کرام کی قبور شرک و بدعت سے پاک ہیں! ہجرہ
۵۳	(۶) انبیاء کرام کا مقام بندگی
۵۷	(۷) سود خور کا انجام
۵۸	(۸) ایمان کا اول مرحلہ حرام سے بچنا ہے
۶۰	(۹) ایمان کے بعد استقامت بڑی دولت ہے
۶۲	(۱۰) سودی رقم کے بارے میں ایک وضاحت
۶۵	بیسواں خطبہ
۶۵	(۱) امن اور رزق اللہ تعالیٰ کی دو بڑی نعمتیں ہیں
۶۸	(۲) شریعت مقدسہ امن و سلامتی کا پیکر ہے
۷۰	(۳) جناب نبی کریم ﷺ سے پہلے ہونے والی ایک جنگ کا تذکرہ
۷۰	(۴) شریعت نے لوگوں کے درمیان امن و سلامتی کی فضا قائم کی
۷۲	(۵) الفت کے معانی اور مفہوم

جلد دوم	and UllunashlDeckh
۱۰۳	(۱۱) غیبت کے برے اثرات اور ان سے قوت بہ
۱۰۴	(۱۲) چچی توبہ کا طریقہ اور اس کے اثرات
۱۰۶	(۱۳) بددعا کے سلسلے میں والدین کی غلطی اور اس کی اصلاح
۱۰۸	(۱۴) والدین اور بیوی کے حقوق میں توازن ضروری ہے
III	بائیسواں خطبہ
۱۱۲	(۱) سود کاروبار کی روح یا تباہی
۱۱۳	(۲) اسلامی بینکاری یا سود کی پرورش
۱۱۵	(۳) نام نہاد اسلامی بینکاری کے وجود میں آنے کی کیا وجوہات ہو سکتی ہیں
۱۱۶	(۴) شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ سے ملاقاتیں اور ان کا فائدہ
۱۱۸	(۵) نام نہاد اسلامی بینکاری کے سلسلے میں نشستوں کا انعقاد
۱۲۰	(۶) ٹیلی وژن میں آنا اور تصویر کشی کی اسلام میں کوئی اجازت نہیں
۱۲۱	(۷) بینکاری کے سلسلے میں ایک واقعہ
۱۲۴	(۸) حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی بین کرامت
۱۲۵	(۹) اسلام میں ظالم کی بہت ترغیب دی گئی ہے
۱۲۵	(۱۰) جناب نبی کریم ﷺ کی کمال احتیاط
۱۲۶	(۱۱) سادات کا زکوٰۃ لینا کسی حال میں جائز نہیں

جلد دوم	and UllunashlDeckh
۷۴	(۶) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا درد بھر واقعہ
۷۷	(۷) شریعت کا مقابلہ تباہی اور بربادی کا موجب ہے
۷۹	(۸) خون ریزی اور بد امنی کی چند وجوہات
۸۱	(۹) مسجد ڈھلانا مکمل اسلام ڈھانے کے برابر ہے
۸۳	(۱۰) ملک میں خون ریزی اور بد امنی کا ذمہ دار کون؟
۸۴	(۱۱) خود کش حملہ کے بارے میں ایک وضاحت
۸۷	اکیسواں خطبہ
۸۸	(۱) سورہ حجرات کی دو آیتوں کی تفصیل
۸۸	(۲) معاشرے میں بد امنی کے اسباب
۸۹	(۳) جناب نبی کریم ﷺ کے مزاج کے واقعات
۹۰	(۴) اسلام میں دائیں ہاتھ استعمال کرنے کی تاکید
۹۲	(۵) والدین کی ایک کمزوری اور اس کی اصلاح
۹۴	(۶) اولاد کی صالح تربیت بہت ضروری ہے
۹۵	(۷) تنہا سفر اور میب جوئی کی قرآن کریم میں مذمت
۹۶	(۸) ناموں کے سلسلے میں وضاحت
۹۹	(۹) حضرت ابوذر غفاری کا عمل اور حضرت ﷺ کی تنبیہ
۱۰۱	(۱۰) بدگمانی کی بھی اسلام نے مذمت کی ہے

- تنبیہاں خطبہ ۱۲۹
- (۱) رمضان نزول قرآن کا مہینہ اور اس کی خصوصیات ۱۳۰
- (۲) آیت "مما کتب علی الذین" الخ کی تحقیق ۱۳۱
- (۳) اجتماعی گناہوں کی سزا ۱۳۲
- (۴) یوم جمعہ کی عظمت اور اپنوں کے ہاتھوں اس کی مظلومیت ۱۳۳
- (۵) اموال ظاہرہ اور باطنیہ کی زکوٰۃ پر مفتی محمود رحمہ اللہ کی رائے ۱۳۶
- (۶) گزشتہ تمام آسمانی کتابوں پر ایمان بھی ایمان کا حصہ ہے ۱۳۸
- (۷) قرآن کریم میں تمام آسمانی کتابوں کے مضامین موجود ہیں ۱۳۹
- (۸) مرد درویش جنرل خیاہ الحق کے نیک ارادے ۱۴۲
- (۹) حضرت اشع کا بگڑا دلش میں پانچ لاکھ افراد کے اجتماع سے خطاب ۱۴۳
- (۱۰) نیلی وزن کی وپاء اور نحوست ۱۴۵
- (۱۱) عہد شکنی پر فہیدیں اور ان کے مضر اثرات ۱۴۶
- (۱۲) عہد شکنی کرنے والوں کے خلاف آنحضرت ﷺ کا ردِ عمل ۱۴۷
- (۱۳) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زبردست ایٹمائے عہد ۱۵۰
- (۱۴) صحابہ کرام پر نکتہ چینی سے سلب ایمان کا خطرہ ہے ۱۵۲
- (۱۵) رمضان شریف کا مہینہ بھی عہدہ بیان کا مہینہ ہے ۱۵۳
- (۱۶) سازشیوں اور بد مذہبوں کے شر سے بچنے کی کوشش کرنا ضروری ہے ۱۵۴

- چوبیسواں خطبہ ۱۵۶
- (۱) قرآن کریم میں تحفظ حد و شرع کی اقسام ۱۵۷
- (۲) انبیاء کرام بھی مشکل میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے ۱۶۰
- (۳) تلوینی - معاملہ اور اس کی ایک مثال ۱۶۱
- (۴) ہر پروگرام میں شریعت کا لحاظ ضروری ہے ۱۶۲
- (۵) اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور ان کی حکمتیں ۱۶۴
- (۶) حضرت یونس علیہ السلام کی ناجزی اور انکساری ۱۶۵
- (۷) واقعہ کانچوڑتین باتیں ۱۶۶
- (۸) لا الہ الا انت - جھک انی کنت من الظالمین کی تاثیر ۱۶۷
- (۹) لوگوں کی ایک غلط عادت اور اس کی اصلاح ۱۶۸
- (۱۰) محرم الحرام اور ہمارے ملک کی بد قسمتی ۱۶۹
- (۱۱) اوراد و وظائف کے سلسلے میں ایک اہم بات ۱۷۰
- (۱۲) شرک اور بدعتی ہر حال میں اللہ کی نعمتوں سے محروم ہے ۱۷۳
- (۱۳) اسلامی عقائد اور تعلیمات کی حفاظت سب سے اہم فریضہ ہے ۱۷۴
- (۱۴) شیخ سعدی رحمہ اللہ کی ایک حکایت ۱۷۴

- ۱۷۷ پچیسواں خطبہ
- (۱) تمام پیغمبروں کو ہجرات دینے گئے تھے
- (۲) کاہن اور نجومی پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی
- (۳) شریعت میں باپ اور سر کا فرق
- (۴) دیگر انبیاء کرام کے ہجرات
- (۵) قرآن کریم میں انبیاء کرام کی عاجزی کا ذکر
- (۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہجرہ
- (۷) نبوت کے بعد سب سے اہم منصب امامت کا ہے
- (۸) منصب امامت کے تقدس کا لحاظ کرنا بہت ضروری ہے
- (۹) ایک واقعہ
- (۱۰) امامت پر ہمارے استاذ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب رحمہ اللہ کی غیرت کا ایک واقعہ
- (۱۱) نماز جنازہ امام اٹھی کا حق ہے! مسئلہ کی وضاحت
- (۱۲) حضرت داؤد علیہ السلام کا ہجرہ
- (۱۳) قرآن کریم تیز پڑھنا بھی ہجرات میں سے ہے
- (۱۴) جناب نبی کریم ﷺ کے ہجرات

- ۱۷۹ چھیسواں خطبہ
- (۱) انسانی زندگی میں تین چیزوں کا اہتمام
- (۲) انبیاء کی بعثت کا مقصد عقیدہ ہدٰی کی وضاحت
- (۳) آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلے عقیدہ ہدٰی کی دعوت دی
- (۴) درگاہوں کی تہنیتی کو آنحضرت ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد فرمایا ہے
- (۵) عقائد میں بنیادی عقیدہ عقیدہ ہدٰی ہے
- (۶) اولیاء کرام اور بزرگان دین کی کرامات برحق ہیں
- (۷) دل کی غذا اللہ کے ذکر میں ہے
- (۸) شیخ المشائخ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
- (۹) اہل سنت اور اہل روافض کے درمیان مشہور مناظرہ
- (۱۰) حضرت ملّی کا حضرت عمرؓ کو خراج تحسین
- (۱۱) مناظرہ کا فیصلہ
- (۱۲) حضرت خالد بن ولیدؓ کی بہادری کا ایک واقعہ
- (۱۳) عقائد کے بعد اہم مرحلہ اعمال کا ہے
- ستائیسواں خطبہ
- (۱) عقیدہ میں تو ہدٰی اور اعمال میں سنت مؤمن کی نفاذی ہے

- (۲) پیغمبر کی جمیع تعلیمات پر ایمان لانا ہر مسلمان کا فرض ہے ۲۲۶
- (۳) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیار حق و ایمان ہیں ۲۲۷
- (۴) ایمان کی دعوت میں اختلافی مسائل کے بیان سے پرہیز کریں ۲۲۸
- (۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیغمبر علیہ السلام کے علوم کے امین تھے ۲۲۹
- (۶) دو جماعتیں انبیاء کرام اور اولیاء کرام ۲۳۱
- (۷) انبیاء کرام کے معجزات برحق ہیں ۲۳۲
- (۸) جناب نبی کریم ﷺ کا حسن ۲۳۳
- (۹) جناب نبی کریم ﷺ کی سخاوت ۲۳۳
- (۱۰) جناب نبی کریم ﷺ کی شجاعت ۲۳۶
- (۱۱) جناب نبی کریم ﷺ کی عبادت ۲۳۸
- (۱۲) نبیاش کا ناجائز قبول اسلام اور آنحضرت ﷺ کا اس کو خراج عقیدت ۲۴۰
- (۱۳) مقام ولایت ۲۴۲
- (۱۴) دور حاضر کے پیر ۲۴۴
- اٹھائیسواں خطبہ ۲۴۷
- (۱) سورہ تغابن کا خلاصہ ۲۴۸
- (۲) صدقات کی اقسام ۲۴۹
- (۳) ایک حکایت ۲۵۰

- (۴) ایمان مؤمن کے لئے سب سے بڑی طاقت ہے ۲۵۱
- (۵) مؤمن اور بدعتی مشرک میں فرق ۲۵۲
- (۶) حکایف آنے کی وجوہات ۲۵۳
- (۷) ایمان کا پہلا مرحلہ نبی پر اعتقاد ہے ۲۵۴
- (۸) فرعون کے جادوگر ایمان سے پہلے اور ایمان کے بعد ۲۵۵
- (۹) اسلام میں سب سے اہم مسئلہ توحید کا ہے ۲۵۶
- (۱۰) مشرکین اور کلمہ توحید ۲۵۸
- (۱۱) تمہاری اولاد اور مال تمہارے دشمن ہیں! آیت کی تشریح ۲۵۹
- (۱۲) اولاد کی تسخیر پرورش آخرت میں ذخیرہ ثابت ہوگی ۲۶۰
- (۱۳) توفیق بھی اسلام کا اہم رکن ہے ۲۶۲
- (۱۴) اتفاق کی مختلف صورتیں ۲۶۳
- (۱۵) اتفاق کے سلسلے میں ایک حکایت ۲۶۵
- انیسواں خطبہ ۲۶۹
- (۱) اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کا سب سے بڑا فرد انسان ہے ۲۷۰
- (۲) ظالم حکمران اعمال کی کمزوری کا نتیجہ ہے ۲۷۱
- (۳) پاکستان میں اسلام، ایک دھوکہ اور فریب ۲۷۲
- (۴) پاکستان کا وجود اور مسلمانوں کی ذمہ داری ۲۷۳

جلد دوم	and UdunashlDach.
۳۰۲	(۹) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خواتین کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا ہے
۳۰۴	(۱۰) آپ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام کو درپیش مسائل
۳۰۵	(۱۱) خلیفہ بننے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہم فیصلے
۳۰۶	(۱۲) جو قوم دین کے بارے میں بزدل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو فوجی سستی سے دنا دیتا ہے
۳۰۸	(۱۳) آپ ﷺ کے فیصلے سے روگردانی کرنے والے کا انجام
۳۱۱	(۱) کنارا شلم بم سے زیادہ اسلام سے ڈرتے ہیں
۳۱۲	(۲) داڑھی رکھنا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کی سنت ہے
۳۱۴	اقتیسواں خطبہ (شعبان)
۳۱۵	(۳) عدل اسلام کی اہم تعلیمات میں سے ہے
۳۱۶	(۴) ایک مخلوق کے دو خالق نہیں ہو سکتے
۳۱۹	(۵) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نفع اور ضرر کا مالک نہیں
۳۱۹	(۶) حجر اسود کو بوسہ دینے کا طریقہ
۳۲۲	(۷) حجر اسود کے بارے میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول
۳۲۳	(۸) گناہ اور ان سے بچنے کا طریقہ
۳۲۴	(۹) اللہ تعالیٰ کی اجازت کے علاوہ کوئی سفارش نہیں کر سکتا
۳۲۶	(۱۰) ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا طریقہ
۳۲۸	(۱۱) انسانی زندگی میں عدل اور انصاف کا ہونا بہت ضروری ہے
۳۲۹	(۱۲) سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دینا ضروری ہے

جلد دوم	and UdunashlDach.
۳۲۵	(۱۳) دنیا تو بے وفاتھی مگر جھگڑے کو کیا ہوا
۳۲۷	(۱۴) فتنہ کا مطلب اور اس سے بچاؤ کا طریقہ
۳۲۹	(۱۵) مذہبی غیرت دین کا تقاضہ ہے
۳۸۱	(۱۶) پاکستان میں شراب خانے ایک پروگرام ایک سازش
۳۸۱	(۱۷) پاکستان میں اسلامی بینکاری ایک پروگرام ایک سازش
۳۸۵	(۱۸) اولاد اور مال فتنہ یا نعمت فرق
۳۸۷	(۱۹) انسان اور حیوان کا واضح فرق
۳۸۸	(۲۰) پیغمبر ﷺ کی تعلیمات جمع انسانیت کے لئے ہیں
۳۹۱	قیسواں خطبہ
۳۹۳	(۱) پاکستان حاصل کرنے کا مطلب
۳۹۴	(۲) خیر کی بات کرنے والے کا ساتھ دینا ضروری ہے
۳۹۵	(۳) ایک غلط فہمی کا ازالہ
۳۹۶	(۴) منافقین کی پہچان قرآن کی زبان
۳۹۷	(۵) نمازی چور نہیں ہوتا چور نمازی کی شکل اختیار کر لیتا ہے
۳۹۸	(۶) پاکستان کے اقتدار اعلیٰ پر اکثر بے دین لوگوں کا قبضہ رہا ہے
۳۹۹	(۷) تمام کمزوریوں کے باوجود اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان اچھا قدم ہے
۴۰۱	(۸) مسلمانوں کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہونا

Settings\Muneeb\Desktop\Ansan Khutbat
headings\poem.tif not found.

- (۱۱) حلال رزق نعمت خداوندی ہے ۳۳۰
- (۱۲) جائز کام کی سفارش جائز اور ناجائز کام کی سفارش ناجائز ہے ۳۳۰
- بقیہ سواں خطبہ ۳۳۳
- (۱) قرآن کریم اور مسلمانوں کا رشتہ ۳۳۴
- (۲) کلامہ اسلام اور مسلمانوں کا رشتہ ۳۳۵
- (۳) مسلمانوں کے زوال کے اسباب ۳۳۶
- (۴) اورنگزیب ناگیرہ کی ایک حکایت ۳۳۷
- (۵) امت محمدیہ کا تمام امتوں پر گواہ ہونا ۳۳۹
- (۶) شہادت کی دو اقسام ۳۴۱
- (۷) ایران کے مشہور شاعر کی حکایت ۳۴۲
- (۸) جناب نبی کریم ﷺ کی سنت اور امت کا فرض ۳۴۳
- (۹) شکران نعمت اور کفران نعمت ۳۴۴
- (۱۰) سنن نوافل اور مستحبات کا تحفظ بھی ضروری ہے ۳۴۴
- (۱۱) مرتے وقت ایمان کا ہونا لازمی ہے ۳۴۵
- (۱۲) قرآن کریم کا حفظ، نیک نیتی یا بد نیتی ۳۴۷
- (۱۳) بہترین عمل ۳۴۷
- (۱۴) فتاویٰ ناگیرہ سے ایک مثال ۳۴۹
- (۱۵) بہترین عمل ۳۵۰

روک دیتے ہیں شریعت کے تقاضے ورنہ
میں تیرے ذکر کو ہر ذکر سے بالا کر دوں

اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے اس فانی دنیا کے چند ایام
میں ہم جیسے نابکاروں اور سپاہ کاروں کو اپنے دین کی خدمت کے لئے چنا ہے۔ یہ شخص اس
ذات کی خاص رحمت ہے ورنہ دنیا کے جھمیوں کا معاملہ تو ایسا ہے کہ
زندگی مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

آرزو یہ تھی کہ اپنے شیخ و محسن اپنے مربی حضرت اشباح حضرت مفتی صاحب مدظلہ
العالی کے عسی جو ابر، ان کے مونیو بہ علوم و معارف دنیا میں متعارف کرہ اوں جو کہ اللہ رب
العزت نے پوری کردی اور انتظار اس بات کا تھا کہ احسن الخطبات کی پہلی جلد کے بعد دوسری
جلد بھی جلد ہی مظهر عام پر آجائے۔ چنانچہ حضرت اشباح نے خاص شفقت کا معاملہ فرماتے
ہوئے سفر عمرہ پر روانہ ہو گئے۔ اس بات کی اجازت مرحمت فرمائی کہ جو کتابیں تیار ہیں انہیں
چھاپا جائے۔ حضرت اشباح مدظلہ کے ارشاد کی تکمیل کرتے ہوئے اور اللہ رب العزت کی خاص
توفیق سے آج احسن الخطبات کی دوسری جلد تارمین کرام کے ہاتھوں میں ہے۔

کتاب کے مندرجات کا تعارف میں اس سے پہلے اس کی پہلی جلد میں کر چکا
ہوں یہاں صرف یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ احسن الخطبات تمام علماء اور طلباء کے لئے
کیسا مفید ہے۔

علماء کرام کے لئے اس لئے ضروری ہے کہ اس میں احادیث مبارکہ، فقہی
عبارات، تاریخی واقعات بحوالہ درج کئے گئے ہیں جن سے ان تمام چیزوں کو بڑی کتب
میں ڈھونڈنا انتہائی آسان ہو گیا ہے۔

خطباء اور طلباء کے لئے یہ کتاب نہایت ہی مفید ثابت ہوگی کیونکہ طلبہ کے علمی
ذوق، علمی استعداد اور علمی معلومات بڑھانے کے لئے احسن الخطبات انتہائی معاون و
مددگار ہے۔ اسی طرح خطباء کے لئے تو یہ کتاب اس وقت کی اہم ضرورت ہے، جب یہ کتاب
اس کے مقرر دانوں کے ہاتھ میں آئے گی تو ان کو خود اس بات کا اندازہ ہو جائے گا کیونکہ

مفتی آں است کہ خود باہوید
نہ کہ عطار باہوید

ہماری اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضرت اشباح کا سایہ تحفوت و
شفقت ہمارے اوپر قائم و دائم رکھے اور ہمیں ان کے علیم و معارف سے فیضیاب ہونے کی
توفیق عطا فرمائے۔ ان شاء اللہ احسن الخطبات کی تیسری جلد بھی بہت جلد زیور طبع سے
آراستہ کر کے پیش کی جائے گی۔ آمین

محمد ہمایوں مغل

قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے

یہ ایک مختصر سی آیت میں نے سورہ حجر سے تلاوت کی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ”وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ“ ہم نے آپ کو سات آیتیں جو دوہری ہیں عطا کی ہیں اور قرآن عظیم دیا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک سو چودہ (۱۱۴) سورتیں نازل فرمائی ہیں اور چھ ہزار (۶۰۰۰) آیات پر تو اتفاق ہے آگے اس کے اوپر کی تعداد میں قراء اولین اور آخرین کا کلام ہے اس پر بھی اتفاق ہے کوئی آیت کم اور زیادہ نہیں جس طرح اللہ بل ذکرہ نے نازل فرمایا ہے وہی قرآن کل کائنات میں موجود ہے اور اللہ بل شانہ نے اس سلسلے میں خود فرمایا ہے

”إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“ (سورہ حجر آیت ۹)

اور ہم ہی نے یہ قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا

”لَا يَتَّبِعِهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلُ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ“

(سورہ نجم السجدہ آیت ۴۴)

نہ آگے سے کوئی تبدیلی آسکتی ہے اور نہ پیچھے سے کوئی غلط حملہ ہو سکتا ہے۔ علماء لکھتے ہیں آگے سے تبدیلی الفاظ میں ہوتی ہے اور معنی چونکہ لفظ کے تابع اور بعد میں ہوتا ہے تو پیچھے سے تبدیلی سے مراد معانی میں تبدیلی ہے جیسے پہلے آپ کہتے ہیں زید تو پھر ایک شخص ذہن میں آتا ہے کہ فلاں شخص فلاں جگہ رہنے والا وہ زید ہے لفظ کا معنی اور

الحمد لله جل وعلا والصلوة والسلام على رسولہ المصطفى ونبیہ المجتبى
وامینه على وحی السماء وعلى آله النجباء واصحابه الاتقياء ومن يتبعهم اقتدى
وبآثارهم اکتفى من المفسرين والمحدثين والفقهاء الى يوم الجزاء اما بعد!

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ (سورہ حجر آیت ۸۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذي نفسي بيده ما نزل في
التوراة ولا في الانجيل ولا في الزبور ولا في الفرقان مثلها وانها للسمع من
المثاني (فتح الباری ج ۹ ص ۷۷ روح المعانی ج ۱ ص ۱۳۲)

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتحة الكتاب شفاء من كل سم

(عمدة القاری ج ۹ جز ۱ ص ۸۰)

مصدق ہمیشہ تابع ہوتا ہے۔ لفظ اول ہوتا ہے اور معنی ثانی ہوتا ہے۔ تو الفاظ کو مقدم کہا اول ”من بین بدیدہ“ اور معنی کو ”من خلفہ“ فرمایا۔

قرآن کریم میں بہت سارے مقامات پر اس قسم کے الفاظ موجود ہیں ”نکالنا لہما بین بدیدہما و ما خلفہما“ اس زمانے کے لوگ اور بعد میں آنے والے لوگ مراد ہیں اور فرمایا اس لئے قرآن کریم میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں ہو سکتی کہ ”تنبیہ من حکیم حمید“ بہت زور آور اور خوبیوں والے کی طرف سے نازل ہوا ہے طاقتور کے کلام میں کوئی تہدیلی نہیں کر سکتا۔ ہر شخص اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ کوئی گرفت نہ ہو جائے اور اگر مشابہ طاقت اور قوت نہ ہو تو اول خود اسے اپنے کلام میں استقرائیں ہوتا تو وہ دوسروں سے کیا کہہ سکتا ہے کہ آپ نے میری بات میں تہدیلی کی ہے ”لابا تبہ الباطل من بین بدیدہ و لا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید“ (سورہ نجم السجدة آیت ۲۶) دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کریم کے ناموں میں ایک نام ذکر ہے قرآن کریم کے جوئے۔ (۹۰) ایک سو بیس (۱۲۰) چھ سو (۶۰۰) کے قریب نام ہیں ان میں سے ایک نام ذکر ہے علماء دین کو اہل الذکر کہتے ہیں کیونکہ ان کو دین یاد رکھنا ہوتا ہے علماء صرف اس لئے نہیں کہ وہ کتابیں دیکھیں بلکہ اس لئے ہیں کہ انہیں کتابیں حفظ ہوں دیکھ کر بتانا یہ تو عوام بھی کر سکتی ہے اردو میں عظیم ذخیرہ علم علماء نے لکھا ہے کوئی بھی شخص اردو تقاسیر، اردو فتاویٰ اور احادیث کے تراجم دیکھ کر ایک غالی مضمون لکھ سکتا ہے اور ایک شاندار مقالہ تیار کر سکتا ہے علماء کو اہل ذکر کہا ہے ”فاسئلوا اہل الذکر“ (سورہ انہیا، آیت ۷) وہ طبقہ جن کو دین اور دینی علوم حفظ ہوتے ہیں اور ہمیشہ ازبر رہتے ہیں ان سے دین معلوم کر لو۔ کیونکہ ایک شخص نے آپ

سے مسئلہ پوچھا اور آپ کو معلوم نہیں اور ضروری نہیں اس کے لئے آپ ابھی کتاب دیکھیں اور کتاب میں مل بھی جائے، سخت اندیشہ ہے کہ آج نہ ملے دو دن بعد ملے کیونکہ جس کو یاد نہیں ہوتا اس کو کتاب میں بھی نہیں ملتا۔ مشہور ہے کہ نالائق آدمی نقل بھی نہیں کر سکتا، نقل کے لئے بھی عقل چاہئے۔

قرآن کریم میں جناب رسول اللہ ﷺ کیلئے بھی ذکر فرمایا ہے ”ذکر المرسل“ کیونکہ اللہ کے رسول اور نبی کا مقام بھی اللہ کی طرف سے بتانا ہے اور پیغمبر نے جو ارشادات فرمائے وہ دین ہے، پیغمبر کی تمام ادائیں دین ہیں، جس مسئلہ کو پیغمبر نے تفصیل سے سمجھایا وہ بھی دین ہے اور جس مسئلہ پر پیغمبر خاموش رہے وہ بھی دین ہے اس بات کو ایک مثال سے سمجھانا ہوں۔

شراکت اور مضاربہ کے مسائل حضرت ﷺ کے زمانے سے رائج ہیں یہ جو شراکت کے مسائل ہیں کہ آپ نے رقم جمع کی اور آپ کے ساتھی نے بھی کچھ رقم ملائی اور دونوں نے مل کر کاروبار شروع کیا (عرف میں اسے PARTNERSHIP) کہتے ہیں، تو ناعد۔ کے مطابق یہ غلط ہے کیونکہ آپ زیادہ غفلت میں ہیں اور ساتھی اتنا تجربہ کار نہیں ہے۔ آپ گھر سے صبح سویرے نکلتے ہیں اور ساتھی ظہر کے بعد آتا ہے اور حصہ برابر کا ہے محنت، عقل، تجربہ ایک کا زیادہ ہے اور دوسرے کام ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص رقم دے دیتا ہے کہ یہ میری رقم ہوگی آپ کی محنت ہوگی اور جو کچھ کمایا جائے گا اس نفع سے اتنا آپ کا ہوگا اور اتنا ہمارا ہوگا اس کو مضاربہ کہتے ہیں

پہلی کو شراکت کہتے ہیں۔ اب اس کے لئے کوئی میزبان نہیں ہے کہ جسے آپ نے مضارب بنایا ہے وہ کس لگن، محنت اور اخلاص سے کام کرتا ہے تو بیع کے اندر جب طرفین ہی مساوی نہ ہوں تو بیع جائز نہیں ہوتی جس کی فقہاء نے ایک مثال دی ہے کہ پانچ آدمی سفر پر روانہ ہو گئے اور پانچ آدمیوں نے سو، سو روپے جمع کئے کہ ہم راستے میں چائے، بخٹرا وغیرہ لیں گے کھانا کھائیں گے تو ایک رقم مخصوص کر لیتے ہیں۔ اب بعض زیادہ کھانے والے ہوتے ہیں اور بعض نہیں کھا سکتے اور بعض کھانے میں بڑے باہر ہوتے ہیں انہوں میں سب کچھ سمیٹ لیتے ہیں اور بعض غریب دیکھتے رہ جاتے ہیں تو فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے لیکن شراکت اور مضاربہ کے بارے میں فقہائے کرام نے فرمایا کہ جناب نبی کریم ﷺ جس زمانے میں مہوٹ ہوئے اس زمانے میں اس قسم کی بیوع لوگوں میں رائج تھیں اور حضرت ﷺ نے منع نہیں فرمایا اس لئے یہ قاعدہ معطل ہو گیا اور جواز یقینی ہو گیا۔ حضرت ﷺ کی خاموشی کی وجہ سے یہ مقرر رہا ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ نبی کے سامنے کوئی کام ناجائز ہو رہا ہو اور پیغمبر خاموش ہو جائیں۔ دنیا کا ہر انسان غوث اور قطب کیوں نہ ہو اور زمانے کا مجتہد اور مجدد کیوں نہ ہو لیکن یہ ممکن ہے کہ کوئی لہو ایسا آجائے کہ وہ مصلحتاً خاموش ہو جائے لیکن نبی چونکہ دنیا کی ہدایت کے لئے مہوٹ کئے جاتے ہیں اس لئے یہ ممکن نہیں کہ نبی غلط کام میں امت کا ساتھ دے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک ویسے میں تشریف لے گئے کیونکہ ویسے کی دعوت

کے بارے میں بہت تاکید آئی ہے۔ صحیح البخاری میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر باب قائم کیا ہے کہ ”باب الولیۃ حق“ (بخاری ج ۲ ص ۶۷۷) ویسے کا کھانا کھانا ہی ہوگا۔ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ظاہریہ کے نزدیک تو فرض ہے۔ دوسرے آخر فرماتے ہیں کہ تو فقیہ ہو تو سنت موکدہ ہے ورنہ ضروری نہیں۔ امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب وہاں تشریف لے گئے تو اس ویسے میں اس زمانے کے مطابق کچھ عاسی اور ذنوب ہو رہے تھے گانا بجانا وغیرہ دعوتوں میں یہی ہوتا ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں سے کہا کہ اسے بند کر دیں ان لوگوں نے بند کرنے میں کچھ سستی دکھائی تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجلس سے باہر نکلے اور جوتا پہن کر روانہ ہو گئے جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر روانہ ہوئے تو پوری مجلس اٹھ کر روانہ ہو گئی کہ یہ کیسی دعوت اور کھانا ہے جسے امام اعظم نہیں کھارہے۔ اہل دعوت کو جب اندازہ ہوا تو وہ حضرت کو بڑی منت و ساجد سے راضی کر کے واپس لے آئے اور لوگ بیٹھ گئے معصیت بند ہو گئی۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت دس سال پہلے بالکل اسی طرح کی ایک مجلس میں آپ تشریف فرما تھے اور آپ نے منع نہیں فرمایا مسئلہ تو پہلے سے ایک جیسا ہے تو حضرت نے فرمایا اس وقت میرے استاد حماد بن ابی سلیمان موجود تھے میں مقتدی تھا مقتدی لوگوں کے وہ تھے میں نہیں تھا۔ اس لئے منع کرنا ان کی ذمہ داری تھی آج وہ دنیا میں تشریف نہیں رکھتے ساری ذمہ داری میری ہے میں اس کا جواب آخرت میں نہیں دے سکتا۔ تو دیکھو ایک وقت ایسا بھی آیا کہ امام اعظم جیسی شخصیت بھی ایک منکر کے سامنے ایک مصلحت سے خاموش رہے۔

چنانچہ اس سے ایک مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر مجلس العلماء میں کوئی کام ہو رہا ہو جو کہ خلاف شرع ہو تو ان میں جو بڑا عالم ہے وہ بڑا اہم سمجھا جائے گا۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر سب سے مشکل کام ہے

فقہاء کرام نے ایک قاعدہ اور لکھا ہے کہ بعض بڑے سرکش قسم کے لوگ ہوتے ہیں جو کسی کی بات نہیں سنتے۔ جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ اگر آپ ان سے کہیں کہ نماز پڑھ لیں تو وہ کہتا ہے نہیں پڑھتا۔ اب میں نہیں پڑھتا کا تو ایک ہی علاج ہے کہ جلا دیا ہو اور اس کی گردن اڑا دے کیونکہ صریح صلوٰۃ کا منکر کافر اور مرتد ہے۔ اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہر ایک کے بس کی بات نہیں ویسے باتیں ہر ایک شخص کر سکتا ہے لیکن نشانے پر مسئلہ کو بیان کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

اس کے لئے بھی ایک جماعت ہے جن میں سوجھ بوجھ، تدبیر اور مصلحت کے نخل کی پہچان ہوتی ہو اور وہ اس کے مطابق بات کرتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ آپ اس شخص کو براہ راست کہیں آپ یوں بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ نماز کا وقت ہوا ہے اور نماز فرض ہے اور ہر مسلمان کو پڑھنی چاہیے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ دنیا میں سب سے مشکل کام تبلیغ دین ہے۔ انسانوں میں ایسے انسان بھی ہوتے ہیں جو بعض خصلتوں میں تو حیوان سے بدتر ہوتے ہیں شکل و صورت سے تو انسان لگتے ہیں لیکن حقیقت میں اس کے اندر انسانیت کی بو بھی نہیں ہوتی، ایسے لوگوں کو بھی تبلیغ کرنی ہے۔

تعلیم و تبلیغ میں بڑی برکت ہے

تعلیم کی ایسی برکت ہے کہ تمام حیوانات کو بھی اگر تعلیم دی جائے تو وہ بھی سدھر جاتے ہیں۔ جانوروں میں سب سے گندی خصلت کتے کی ہے۔ حدیث میں ہے کہ کتا پالا تو دوسرا نہیں ہیں

”نقص کل یوم من عملہ قیراط“ (بخاری ج ۱ ص ۳۱۲)

روزانہ اس کی نیکیوں میں سے ایک قیراط کاٹا جاتا ہے۔ یہ جرمانہ ہے کہ آپ نے کتا کیوں پالا اور دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا

”لا تدخل السلئکة بیتا فیہ صوۃ ولا کلب ولا جنب“

(ابوداؤد ج ۱ ص ۳۶۰ باب فی الجنب یؤخر الغسل)

کسی گھر میں کتا ہو یا تصویر یا جنبی کو غسل کا وقت ملا ہے اور نہیں نہا رہا ہے۔ اس گھر میں خدا کے رحمتوں کے فرشتے داخل نہیں ہوتے یہ دوسری سزا ہوگی۔ لیکن قرآن کریم کے بیان کے مطابق سورہ مائدہ میں اللہ نے کتے کو کہا ہے ”کلب معلّم“ تعلیم یافتہ کتا اور اب وہ شکار کر کے لایا تو فرمایا کہ یہ حلال ہے اور پاک ہے تو علم کے اثرات اتنے مضبوط اور محکم ہیں کہ ایک حرام جانور کا شکار کیا ہو ابھی اب حلال ہے اور کھانے کے قابل ہے۔ سب سے بدترین جانور کی مالائقی اور غراب خصلتیں کم کر کے اس میں نیک نادتیں غالب کر دی گئیں۔ اب کتے کی خصلت یہ ہے کہ وہ ہر چیز سے لڑتا ہے اور خاص کر اس کو بڈی یا کوشت ملے پھر وہ اپنے مالک کو بھی نہیں چھوڑتا۔ کتیا جو ہے بچے کو نوچ لیتی ہے لیکن جب

آپ نے اس کو ترہیت دی اور اس کو سکھایا تو اب جب وہ شکار کرتا ہے اور خرگوش پکارتا ہے تو ماک کو تمام لوگوں میں ڈھونڈتا ہے۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اس نے دیکھا کہ شکار مر رہا ہے اور ماک نہیں ہے تو میدان میں رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر روتا ہے کہ میری محنت خراب ہوگئی یا اکل آنسوؤں سے روتا ہے شکار کے سامنے یہ مر رہا ہے اور ماک پہنچا نہیں۔ یہاں تک کہ قریب میں جو مسلمان ہے وہ اسے لیکر ذبح کرتا ہے اور اسکو کھتا ہے کہ یہ آپ کے ماک کے لئے ہے ہمارے لئے نہیں تو آرام سے بیٹھ جاتا ہے پھر جب ماک آتا ہے تو یہ انتظار میں ہوتا ہے کہ یہ شکار پیش کرتا ہے یا نہیں۔ یہ تعلیم و تربیت کی برکت ہے۔ بڑے بڑے کنار اور مشرکین جو انبیاء علیہم السلام کے قتل کے درپے ہوتے تھے، جب وہ مسلمان ہو جاتے تھے ان جیسے جانثار اور تخلصین آسمان و زمین نے دیکھے نہیں۔ یہ سب علم کی برکت ہے اور اس کے اثرات دور رس اور مسلمہ ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں کہ وعظ اور نصیحت سے ایک نام انسان خاص بن جاتا ہے اور ایک جاہل نالام بن جاتا ہے اور ظالم منصف اور عادل بن جاتا ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے

”الناس معادن كمعادن الذهب والفضة..... اذا فقيها“

(مشکوٰۃ ج ۳ ص ۳۳، دیگر تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں مسلم ج ۲ ص ۳۰۷)

لوگ تو سونے اور چاندی کے کان ہیں کاش کہ ان کو دین سمجھ آئے۔ سمجھنا بہت ضروری ہے اور سمجھانے والے دنیا میں بہت کم ہیں۔ سب سے پہلے اللہ بزرگ و برتر نے وہ مصنفہ جماعت ^{مستطیفین} الاخیار انبیاء اور مرسلین مبعوث فرمائے۔ ان کا کردار بھی بلند

ہوتا تھا اور گفتار بھی انتہائی دلچسپ اور شیریں ہوتی تھی اور ان کی تائید اللہ اپنی وحی سے فرماتے تھے اور ان پر ہجرات کی بارش کر دیتے تھے اور وہ انسانوں میں صبح و شام تبلیغ فرماتے تھے ”انسی اعلنت لہم واسررت لہم اسراراً“ (سورہ نوح آیت ۹) اونچی آواز سے آہستہ جس طرح فتناضا اور جس طرح مصلحت سمجھتے تھے اس طرح لوگوں کو سمجھانے کے لئے کوشش کرتے تھے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی استقامت پہاڑ سے زیادہ ہوتی ہے

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن مختلف انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے روپر و پیش ہو گئے اور ہر نبی نے دنیا میں جو محنت فرمائی ہے اور لوگ مسلمان ہوئے ہیں ان کو لے کر بارگاہ الہی میں حاضر ہو گئے۔ بخاری شریف کی حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بعض انبیاء ایسے ہو گئے جن کے ساتھ بہت کم لوگ ہو گئے اور کچھ پیغمبر ایسے بھی آئیں گے ”معه المنفر“ مختصر سی جماعت ان کے ہمراہ ہوگی اور کچھ انبیاء ایسے بھی ہو گئے کہ ان کے ساتھ صرف پانچ افراد ہو گئے اور ایک پیغمبر خدا کے سامنے ایسا بھی پیش ہوگا ان کے ساتھ ایک شخص ہوگا اور ایسا پیغمبر بھی بارگاہ الہی میں پیش ہوگا جس کے ساتھ ایک بھی آدمی نہیں ہوگا۔ لوگوں کی بدقسمتی اور بدبختی ہے کہ وحی کے اتنے بڑے منبع اور حسانات و اعمال کے اتنے بڑے پیکر کو انہوں نے ضائع کر دیا اور ان کی قدر نہیں کی۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۹۶۸)

ملاحظہ تاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جب قوموں کے

یہاں ہر سہ ماہی صدیوں تقریر و تبلیغ کر کے تھک جاتے تھے اور خدا کے سامنے فریاد کرتے تھے کہ یا اللہ یہ لوگ تو مانتے نہیں اور میں بہت تھک گیا تو اللہ فرماتے تھے کہ بس آپ کعب شریف آجائیں اور یہیں وقت گزاریں اس لئے کعبہ اور جبل الی قبتیں کے درمیان پانچ (۵۰۰) انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ جب وہ تھک جاتے تھے پیغمبرانہ صلاحیت، ہمت و استقلال قرآن کریم میں ہے کہ نبی کا مقام پہاڑ سے بڑھ کر ہے

”وان كان مكرهم لنزول منه الجبال“ (سورہ اہم آیہ ۲۶)

جو سازش آپ کے خلاف کی اگر یہ سازشیں پہاڑ کے خلاف کر لیتے تو پہاڑ جگہ بدل دیتا لیکن پیغمبر آپ اپنی جگہ قائم دائم ہیں۔ پیغمبرانہ صلاحیتیں اور پیغمبرانہ متمسکین اور تثبت پہاڑوں سے بہت زیادہ ہے اور ایسے سرکش اور باغی لوگ ہوتے تھے کہ پیغمبر بھی ان سے پریشان ہو جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کرتے تھے۔ ”فذل رب العی دعوت قومی لیلا و نهارا“ یا رب میں نے ان کو رات دن تیرے دین کی طرف بلایا ”فلعم یزد ہم دعای الافراد“ (سورہ نوح آیہ ۶، ۵) لیکن میرے اس پکارنے کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اللہ رب العزت پیغمبر کو کعب شریف آرام کے لئے بلا لیتے تھے اور ان کے آنے کے بعد اس قوم کو غرق کر دیتے تھے۔

انسانوں میں کئی قسم کے لوگ ہوتے ہیں مختلف طبائع مختلف اقوال مختلف حالات اس لئے سمجھانے کے بھی مختلف طریقے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ جب بہت زیادہ ماریاں ہو جاتے تھے تو مہر پر تشریف فرما ہو کر جب کسی کوڑا مٹتے تو فرماتے ”فما لہ ہولاً القوم“ لوگوں کو کیا ہوا ”لا یکاندون یفقہون

حدیثاً“ (سورہ نساء آیہ ۷۸) بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک معاملہ کر رہی تھیں اور حضرت ﷺ اس پر ناراض ہوئے تو آپ ﷺ نے جمعہ کی تقریر اس انداز میں کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ یہ مسئلہ حضرت ﷺ کو پسند نہیں آیا۔ ایسا کرنے میں ایک حکمت یہ بھی ہوتی ہے کہ اس قسم کے کتے لوگ ہو گئے جو مسائل سے دوچار ہو گئے، تو جب مسئلہ نام کر دیا جائے گا تو خیر نام ہو جائے گی۔

عذاب قبر برحق ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی غار مت میں ایک یہودی عورت آنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے کچھ دے دیا تو اس نے کہا ”اعاذک اللہ من عذاب القبر“ اللہ تعالیٰ آپ کو عذاب قبر سے نجات دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑی حیران ہو گئیں۔ جب حضرت ﷺ گھر تشریف لائے تو دریافت فرمایا کیا مسلمان کو بھی قبر میں عذاب ہوگا؟ ام المؤمنین یہ جھکتی تھیں کہ عذاب قبر صرف کافر کے لئے ہے اور مسلمان بہر حال مسلمان ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد جب بھی آپ ﷺ نماز پڑھ کر یا پڑھا کر فارغ ہو جاتے تو آپ ﷺ بلند آواز سے عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے کہ خدا یا عذاب قبر سے محفوظ فرما تاکہ تمام مسلمانوں کو پتہ چل جائے کہ عذاب قبر حق ہے۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۳، ۱۸۴) قبر کا عذاب بالکل برحق ہے دو ٹوک ہے۔ ایک اور حدیث میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ”ما بال المؤمنین یفتنون فی قبورہم“ (سنن نسائی ج ۱ ص ۲۴۲) مسلمان بھی اپنی قبروں میں پریشان کئے جائیں گے۔ قرآن کریم میں

تقریباً اٹھارہ آیتیں موجود ہیں اور ستر (۷۰) احادیث اس بار۔ میں موجود ہیں کہ مرنے کے بعد مؤمن منسلح کو راحت اور آرام ہوگا اور مؤمن غیر صالح اعمال والے کو قبر میں تکلیف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آسان فرمائے۔

بخاری شریف میں ہے کہ جناب بنی کریم ﷺ کا گزر دو قبروں سے ہوا اور آپ ﷺ نے فرمایا ”انہما لیعذبان“ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے ”وما یعذبان فی کبیر“ کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں ”اما احدهما فکان یسعی بالنمیمۃ“ ایک چغل خور تھا چغلی کی نادت ہوگئی چغلی ہمیشہ بری بات کی ہوتی ہے، اچھی بات جو پہنچانی جاتی ہے وہ چغلی نہیں کہلاتی اور چغل خور کی نادت بھی نہیں کہ وہ اچھی بات پہنچائے ایک آدمی کے بار۔ میں آپ پانچ باتیں کہیں گے اور ان میں ایک بات کمزور ہوگی اور چار قوی تو چغل خور کمزور بات پہنچائے گا چاروں چھوڑے گا اس کا مقصد فساد ہوتا ہے اور حضرت ﷺ نے دوسرے کے بار۔ میں فرمایا کہ ”واما احدهما“ یہ جو دوسرا ہے ”فکان لا یستتر من بولہ“ پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۳)

چغل خوری شر و فساد کا باعث ہوتی ہے

خلیفہ ہارون الرشید کسی شخص پر ناراض ہو گئے اور کہنے لگے آپ کے بار۔ میں یہ بات پہنچی ہے تو اس شخص نے کہا کہ بادشاہ سلامت یہ کس نے کہا ہے فانا نے جو بہت ثلہ ہے تو اس شخص نے کہا ”النفاقۃ لا یسمی“ ثلہ ہوتا تو چغلی نہیں کرتا چغل خور تو ثلہ نہیں ہوتا نا قابل اعتبار ہوتا ہے۔ اب یہ دونوں بد اعمالیاں ایک جیسی ہیں چغلی بظاہر

تو چھوٹی سی بات ہے لیکن اس سے دو دل گدلے ہو جاتے ہیں ایک شخص کو آپ کے خلاف بات پہنچانی گئی اس کے بعد اس کے دل میں ایک رزم ہو جاتا ہے کہ جب میں موجود نہ ہوں تو مجھے ایسا یاد کرنا ہے اب جو عقیدت و الفت دو مسلمانوں کے درمیان ہونا چاہیے وہ داندرا ہوگئی وہ آہستہ آہستہ زائل ہوگئی۔ اس ایک شخص کی غلط بات کی وجہ سے بالکل معاملہ الٹ ہو جاتا ہے اور یہی بد اعتیاد گھروں کے اجڑنے کا سبب بن جاتی ہے۔ جب انسان اس قسم کے کام کرتا ہے تو وہ اپنے معیار انسانیت سے گر جاتا ہے اور ایسا کرتے کرتے وہ اس بات کا نادان ہو جاتا ہے اور جب ایک شخص کی نادت ہوگئی بات ادھر سے اُدھر کرنے کی تو اس کے بار۔ میں سن لیں کے کتنی سخت وعید قرآن وحدیث میں آئی ہے سورہ حجرات میں یہاں تک فرمایا۔ ایمان والو کوئی شخص غلط بات کہے تو اس کی تحقیق کرو ”ان تصیبوا قوماً بجهالة“ خواہتو اہ ایک قوم پر حملہ آور ہو جاؤ گے لاعلمی کی وجہ سے ”فتصبحو اعلیٰ ما فعلتم لندمیں“ (سورہ حجرات آیت ۶) پھر اپنے کئے ہوئے پر ہچکچتاؤ گے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کے زمانے میں ایک شخص کو آپ ﷺ نے ایک قوم سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے روانہ کیا بہت دن ہو گئے تھے کوئی گیا نہیں تھا ان لوگوں نے زکوٰۃ جمع کر رکھی تھی اور انتظار میں بیٹھے تھے۔ جب یہ شخص وہاں پہنچا تو وہ سب اندر گھروں میں چلے گئے تاکہ جو زکوٰۃ موجود تھی وہ اس کے حوالے کر دیں۔ ان کی اس شخص سے پرانی دشمنی رہی تھی تو وہ یہ دیکھ کر ڈر گیا کہ یہ سب گھروں میں چلے گئے کہیں ایسا نہ ہو کہ تلوار لے کر آئیں اور مجھے قتل کر دیں۔ وہ وہاں بھاگا اور حضرت ﷺ سے کہا ”یا رسول اللہ لو اخذونی لقتلونی“ اگر مجھے پکڑ لیتے تو مجھے مار دیتے آنحضرت ﷺ نے ایک وفد روانہ کیا کہ

تحقیق حال کرو جب لوگوں کو زکوٰۃ اکٹھے کرنے بھیجتا ہوں یہ سختی کیوں کرتے ہیں تو انہوں نے کہا ہم نے تو کوئی سختی نہیں کی اور ہم تو پہلے سے منتظر بیٹھے تھے۔ اس واقعہ پر آیات نازل ہو گئیں ”یا ایہا المؤمنین امنوا ان جاءکم فاسق بنباء فدبینوا“ (دیکھیں تفسیر روح المعانی اور تفسیر ابن کثیر اس آیت کے ذیل میں) کہ اگر کوئی غیر محتاط شخص بے احتیاطی کی بات کرے تو آپ تحقیق کریں ”ان تصیبوا قوما بجهالة“ کہ کہیں ایسا نہ ہو ایک قوم قبیلے اور خاندان سے آپ بدظن ہو جائیں اور ان پر حملہ کر بیٹھے ”فصبحواعلی ما فعلتم ندمین“ (سورہ حجرات آیت ۶) اور پھر اپنے کئے ہوئے پر کچھ بتانے لگو۔

تو سمجھنا بہت ضروری ہے اور سمجھانے کی کیفیت میں اخلاص کا ہونا ضروری ہے ایک شخص دوسرے کو کہتا ہے کہ آپ نماز پڑھیں گے آگے سے اس نے کوئی سخت بات کہی تو بس یہ روٹھ گیا آپ کو پتہ ہے یہ روٹھا کیوں ہے اخلاص کی کمی کی وجہ سے روٹھا ہے۔

بشئود یا نشئود من ہائے ہوئی می کنم

کوئی مانے یا نہ مانے ہمارا کام ہے کہنا، ہم تو کہیں گے آج نہ سہی کل سہی بکل نہ سہی مبینے بعد سہی اسی انتظار اور اس امید میں آدمی رہتا ہے کہ اللہ قبولیت کی صلاحیت عطا فرمائیں گے۔

مشہور رزمائے بوعلی سینا کے اسلام لانے کا واقعہ

باتوں کا اثر ہوتا ہے یہ یقینی بات ہے علماء نے لکھا ہے کمانے پینے سے زیادہ کایم کا اثر تیز ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے کھانا کھایا اسکی خاصیات نامتوں میں ظاہر ہوگی ایک

مشروب پیا کوئی دوا اور شربت۔ حکیم اور ڈاکٹر اس انتظار میں ہوتا ہے کتنے گھنٹوں میں اثر ہوتا ہے لیکن الفاظ کا اثر بجلی کی طرح ہوتا ہے آنا فانا اثر ہو جاتا ہے۔

مشہور رزمہ ہے مشہور زمانہ حکیم، حکیم حازق بوعلی سینا یہ یونینا کا مشہور فلسفی تھا اور یونانی فلسفہ کا وکیل تھا، ۶۵ سال اس نے اسلام کے خلاف گزاری ہماری جو منطق وجود میں آئی اکثر اس کو جواب دیئے گئے آئی اور اس کی حکمت اور طبابت ایسی تھی کہ یہ دس مکانات دور ایک شخص کو بیٹھے بیٹھے چیک کرتا تھا اتنا حازق طبیب تھا ایک مریض کو دیکھنے کے لئے یہ گئے تھے اور اتفاقاً اس وقت شیخ نجم الدین کبریتی رحمۃ اللہ علیہ کبار اولیا اللہ میں گزر رہے تھے۔ ان کے ”الرسائل نجمیہ“ ”علم کا بہت بڑا اثر انہوں نے حضرت بھی اس بیمار کی عیادت کے لئے تشریف لائے ابن سینا کو چھوڑ کر وہ مریض اور ان کے خاندان والے اس بزرگ کی طرف متوجہ ہوئے بزرگ نے کچھ کلمات دے دیے اور کچھ قرآن کی سورتیں خاص ترتیب سے پڑھ کر دم کر کے کہا یہ پی لو بخیر ختم ہو جائے گا تو ابوعلی سینا کو بڑی حیرت ہوئی اور کہا اس کے تو عناصر اربعہ میں کوئی فرق آیا ہو گا کوئی مجھوں یا سفوف مجھے بنانا ہو گا آپ کی چار پھونکوں سے کیسے مرض اوپر نیچے ہو گا شیخ نجم الدین کبریتی نے جب یہ بات سنی تو ابن علی سینا سے سختی کرنے لگے اور بہت سخت اور زہرا کلمات اس کو کہنے لگے ابن علی سینا سرخ ہو گئے اور جسم اس کا لرزنے لگا تو شیخ نجم کبریتی رحمۃ اللہ علیہ ہنس پڑے اور ارشاد فرمایا کہ دیکھو حکیم صاحب یہ جو میں نے کلمات کہے ہیں یہ اچھے کلمات نہیں تھے اتنے ناکارہ اور ناروا کلمے ہیں اور اس کا اثر اپنے جسم پر دیکھو بیٹھ نہیں سکتے اور فرمایا جب میں اللہ کا کایم وحی پڑھوں گا نبی کریم ﷺ کی بتائی ہوئی دوائیں پڑھوں گا تو اس کا اثر نہیں ہو گا۔ ایک

گند۔ کلمہ کے اثر سے آپ اوپر نیچے ہو سکتے ہیں اور ہو رہے ہیں اس وقت سے اب یہ آخری دن ہے یونان کے فلسفے کا اور پہلا دن ہے ابن علی سینا کے سیدھا ہونے کا۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں سے جب ہدایت مقدر ہو تو کوئی ماکوئی بہانا بنا دیتے ہیں تو اس لئے خیر کے کلمات آگے بڑھنا ضروری ہیں اور شر کے امور روکنا ضروری ہے جہاں تک ہو سکے ورنہ اللہ کے یہاں اس کی پکڑ ہوگی۔

ہر پیدا ہونے والے بچے کا نام رکھنا ضروری ہے

اچھا کام کرنا صرف مستحب ہے لیکن مستحب کو چھوٹا سمجھنا بھی کم عقلی کی بات ہے اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ ابو داؤد کی حدیث میں کبھی کبھی سنا ہوں جس میں قیامت کے دن ایک بچہ اپنے ماں باپ کو بار بار گریبان سے پکڑے گا سب کے سامنے اور کہے گا کہ اے ظالموں میرا نام کیا ہے اور آپ لوگوں نے میرا نام کیوں نہیں رکھا۔ یہ بچہ پیدا ہوا تھا مسلمان کے گھر میں اور اس کا کوئی نام نہیں رکھا گیا اور یہ مر گیا، قیامت کے دن اس کا کوئی نام نہیں ہے کبھی ادھر جا رہا ہے کبھی اُدھر جا رہا ہے۔ ماں باپ کو دیکھ کر گریبان سے پکڑتا ہے اور ان سے کہتا ہے۔ اے ظالمو! تم نے میرا نام نہیں رکھا اور مجھے محشر میں بے عزت کر دیا۔ کیا نام ہے میرا، میرا نام کیوں نہیں رکھا۔ نام رکھنا صرف مستحب ہے، نام رکھنے کا اتنا درجہ ہے جیسے کہ سر ڈھکنے کا اور نام رکھنے کا صرف اتنا شرعی حکم ہے جیسا کہ مسواک کرنے کا لیکن اس کے ترک پر ایک معصوم بچہ ماں باپ کو گریبان سے پکڑ سکتا ہے۔ تو جنہوں نے نہ اولاد کو فرض سکھایا نہ واجب نہ سنت موکدہ، وہ بھی قیامت

کے دن کے لئے اپنے لئے لوہے کا گریبان بنائیں کیونکہ یہی اولاد جن کو آپ بہت زخرف کر کے کچھ بنانا چاہتے ہیں اور ان کی خلاف شرع خواہشات پر خوب پیسہ خرچ کرتے ہیں، ان کے خلاف سنت لباس پر آپ خوب خوشی ظاہر کرتے ہیں اور ان کی دین سے دوری پر آپ رضا مند ہوتے ہیں قیامت کے دن آپ کو گریبان سے میدان محشر میں گسیٹے گی اور آپ کی رسوائی کا سبب بنے گی۔

جب انکی آنکھیں روشن ہوگی تو وہ آپ کو پکڑیں گے کہ آپ نے ہماری زندگی تباہ و برباد کر دی ہم تو مسلمان گھر میں پیدا ہوئے تھے اور محمد رسول اللہ ﷺ کو شافع مٹھتے تھے آپ نے ان کے راستے کے بجائے دوسرے راستے میں کیوں ہمیں ضائع کیا۔ یہ سب درد و غم کی داستانیں ہیں جو آج کل مسلمانوں کے ہاتھوں خود مسلمانوں کو پیش آتی ہیں۔

سورۃ فاتحہ کے فضائل و برکات

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمُنَافِي وَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ (سورۃ فجر آیت ۸۷)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سورت ایسی مازل کی ہے جن کی سات آیتیں ہیں اور وہ دوہری سورت ہے، دوہری سورت ہونے کے متعدد مطلب ہو سکتے ہیں (۱) یہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔

(۲) اس کا اجر اور ثواب تمام سورتوں سے زیادہ ہے۔

(۳) اس کا نزول دوبار ہوا ہے ایک بار مکہ میں اور پھر مدینہ میں۔

آنحضرت ﷺ نے صحیح البخاری کی حدیث فرمایا ہے۔

”لا علم لك سورة هي اعظم سور فمن القرآن قال الحمد لله رب

العلمين هي السبع المثاني والقرآن العظيم الذي اوتيته“

(بخاری ج ۶ ص ۶۴۶، ۴۹۷)

قرآن کی بڑی سورتوں میں سے ایک سورت ہے۔ سات آیتیں ہیں فاتحہ کی اکثر مفسرین فرماتے ہیں اس سورت کو قرآن عظیم فرمایا۔ قرآن کریم کی تمام سورتیں ممتاز ہیں اور کمالات سے لہریز ہیں لیکن بعض سورتیں بڑی عجیب ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن کے ساتھ اس کی ایسی امیزش ہے جیسا کہ روح کی۔ جس طرح ہمارے جسم میں روح کا فرمایا ہے۔ تو ہم انسان ہیں ہم زندہ ہیں اور حرکات و سکنات صادر ہو رہی ہیں یہ روح نہ ہو تو یہی جسم بے قیمت ہے اور بے معنی ہے۔ بالکل اسی طرح انسان کی زندگی کے ساتھ سورہ فاتحہ کا تعلق ہے۔ ایک کمزور اور گنہگار انسان کو بھی سورہ فاتحہ یاد ہوتی ہے۔ جس طرح سورہ فاتحہ اہم سورتوں میں بہت بڑھ کر ہے اسی طرح ثواب میں بھی بہت بڑھ کر ہے تمام سورتوں میں بہت اہم سورت ہے قرآن کریم کی پہلی سورت ہے۔ نظم اور ترتیب میں ایسی کوئی سورت نہیں ہے جس کا پڑھنا ہر وقت ضروری ہو۔ بلکہ جن کو زیادہ سورتیں یاد ہوں وہ ایک ہی پڑھتے رہیں تو ان پر ناراضگی آتی ہے کہ جتنی سورتیں یاد ہیں سب پڑھتے رہو سب کا حق ہے مگر فاتحہ پڑھنی ہوگی یہ روح ہے قرآن کریم کی بھی روح ہے اور انسان مومن کی حیات بھی اسی سے وابستہ ہے۔

ایک آدمی اگر دیگر سورتوں کے علاوہ فاتحہ پڑھ لے اور اپنے مرحوم کو بخشے یا زندہ کو بخشے تو بہت زیادہ ثواب ملے گا۔ مثلاً کسی اور آیت کی تیس (۳۰) نیکیاں ہیں تو سورت فاتحہ کی

آیت کی ساٹھ (۶۰) نیکیاں ہیں اگر اس کی سو ہیں تو اس کی دو سو کیونکہ اس کو دوسری سورت کہا گیا ہے۔

اسلام کی تمام تعلیمات آسانی پر مبنی ہیں

اس سورت کا تعین اللہ کی طرف سے جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہر مومن کو لازم ہوتا کہ پورا قرآن یاد ہوتا لیکن اس کو کہتے ہیں تکلیف بالا بطلاق بہت مشکل کام ہے۔ ضابطہ اس کو نہیں کہتے ہیں کہ لوگ اس کے نیچے کچل جائیں، ضابطہ اس کو کہتے ہیں کہ لوگ آسانی سے اس کو اپنے عمل میں لاسکیں اور اس کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ اس لئے قرآن کریم جاء بآکھتا ہے ”لا یكلف الله نفسا الا وسعها“ (سورہ بقرہ آیت ۲۸۶) ہم ایسی تکلیفیں نہیں دیتے جو تمھاری طاقت سے باہر ہو۔

نماز کے بارے میں فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھو، بیٹھ کر نہیں پڑھی جاسکتی تو فرمایا لیٹ کر پڑھو سر کے اشارے سے پڑھو۔ وضو کے بارے میں فرمایا کہ اگر پانی کا حصول ممکن نہیں رہا دھوئی کی وجہ سے یا مرض میں شدت کی وجہ سے تو اتنا آسان طریقہ بتایا ”فتیمموا صعبا طیباً“ (سورہ بکارد آیت ۶) ہاتھ پاک زمین پر مارو چہرہ اور ہاتھ کبھیوں تک مل لو ”صورت متوضیاً و متیممناً“ ہو گیا وضو۔ مسافر کے لئے کتنی آسانی ہے سفر پر روانہ ہو گیا چار فرض کو دو کر دیا سنتوں میں اختیار دے دیا زحمت ہو تو ترک آوئی، راحت ہو تو پڑھنا آوئی ہے۔ روزہ کتنی بڑی عبادت ہے اسکے بارے میں فرمایا کہ

”شہید رمضان المذی انزل فیہ القرآن“ پوری تاریخ بتا دی اس کے بعد کہا ”فمن شہد

منکم الشہر فلبصہ“ جو رمضان کے مہینے میں موجود ہو اور مسلمان ہو وہ روزہ رکھے امر ہے کم ہے لیکن ”ومن كان مریضا او علی سفر فعلة من ايام اخر“ اگر کوئی واقعی بیمار ہے نہیں رکھ سکتا ہے یا سفر در پیش آیا تو فرمایا کہ بعد میں رکھ لے گنتی دنوں کی پوری کرنی ہے ”یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر“ (سورہ بقرہ آیت ۱۸۵) اللہ آسانی چاہتے ہیں اور سختی کرنا نہیں چاہتے۔ اس لئے پورے قرآن کو لازم نہیں فرمایا ایک سورت چن لی اور ایسی سورت چن لی کہ پورا قرآن اس میں موجود ہے۔

قرآن کریم کے علوم پر ایک نظر

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اہل القرآن میں فرمایا ہے کہ قرآن کریم کے علوم

دس ہیں۔

- (۱) علم الذات اللہ کی ذات کا علم
- (۲) علم الانعال انعال کا علم
- (۳) علم الصفات صفات کا علم
- (۴) علم المعاد قیامت کا علم
- (۵) علم العبادۃ عبادت کا علم
- (۶) علم الاستعانت اللہ سے مدد مانگنے کا علم
- (۷) دنا سیدھے راستے کی دنا
- (۸) علم الموافق والمخالف موافق اور مخالف کا علم

(۹) علم اللہ

(۱۰) علم الجہاد

جہاد کا علم

علی التتقیق یہ دس کے دس علوم سورہ فاتحہ میں موجود ہیں لیکن بہت کمال کہ ساتھ (۱) ”الحمد للہ“ یہ اللہ کی ذات کا علم ہے حمد و ثناء ہے اللہ کے لئے وہ ذات جو یقینی ہے اور جس میں تمام کمالات جمع ہیں اور جو عبادت کے لائق ہیں متصرف صرف وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

(۲) ”رب العلمین“ ہے جو تمام کائنات اور مخلوقات کا روزی رساں۔ روزی صرف روزی کو نہیں کہتے روزی حاجات کو کہتے ہیں خواہ وہ ہوا کی شکل میں ہو سانس کی شکل میں ہو روح کی شکل میں ہو جسم کے تقاضیات کی شکل میں ہو گرمی اور سردی چہند اور پرند، فرشی، عرشی تمام کائنات کو جو چاہیے سب کو اسی کی طرف سے مل رہا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے فرمایا

(۳) ”الرحمن الرحیم“ بہت مہربان اور بہت نوازنے والے ہیں ذات کا علم، انعال کا علم، صفات کا علم۔

(۴) ”ملک يوم الدين“ لیکن یہ کھانا پینا یہ دنیا کا نظام یہ عارضی ہے اصل تو قیامت آنے والی ہے قیامت کو برپا کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس کی تیاری کرنی ہے۔

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ایک شخص آیا رسول اللہ ﷺ سے کہا حضرت قیامت کب ہوگی آپ ﷺ نے فرمایا ”وما اعدت لہا“ تیاری کیا کر کے آئے ہو قیامت تو

آہی جائے گی پہلے تیاری کر لو ایک سیلاب آرہا ہے اس شہر پر لوگ پوچھ رہے ہیں کب آ رہا ہے یہ کوئی منتظمندی ہے یہ سوچ لو کہ تیاری کر لو اس نے کہا حضرت میرے پاس زیادہ اعمال تو نہیں ہیں لیکن اللہ اور رسول کی محبت بہت ہے حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ آپ کے لئے آسان کرے گا۔ قیامتیں تین ہیں ایک قیامت صغریٰ انسان خود مر جاتا ہے یہ بھی قیامت ہے ”من مات فقد اقامت قیامتہ“ ایک قیامت وسطیٰ ہے درمیانی قیامت ہمارے سامنے خاندان کے خاندان ختم ہو گئے۔

کیا لوگ تھے جو جان سے بڑھ کر عزیز تھے
اب تو محو نام بھی اکثر کے ہو گئے
کیا حسین و جلیل ہستیاں اور شخصہ پیش تھیں

زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے

جب اتنی کائنات انبیاء، اولیاء و صلحاء کی چلی گئی تو آپ اور ہم بھی جانے والے ہیں۔

واذا حملت الی القبور جنازۃ

فعلکم بانک بعدھا محمول

عربی شاعر کہتا ہے یہ جنازہ جو جا رہا ہے اس میں آپ کے لئے ندا ہے بس اس کے بعد آپ کا نمبر آنے والا ہے اس لئے قرآن کریم میں ہے ”انہم یرونہ بعیداً و نراہ قریباً“ (سورہ بقرہ آیت ۶، ۷) یہ کہتے ہیں دور ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں کہتا ہوں آہی گئی ہے سر پر کھڑی ہے اور بعض مقامات پر قیامت کے لئے ماضی کا صیغہ آیا ہے ”انہی امر اللہ فلا تستعجلوہ“ (سورہ نمل آیت ۱) قیامت آہی گئی ہے جلدی مت

کرہ مانگتے ہیں۔ عقلاء کہتے ہیں ”کمال ات قریب“ ہر آنے والی چیز کو آہی ہونی سمجھو ”وکلی ماض بعید“ جو گزر گئی کل کیوں نہ ہو بس وہ گزر گئی۔

”ملک یوم الدین“ قیامت کے دن کے لئے کیا چاہیے، اس دن کی تیاری کے لئے کن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اور اس دن کس چیز کے ذریعہ انسان سرخرو ہوگا اور کس سے امداد طلب کریگا۔

(۵) ”ایسا کہ نعبد“ یا اللہ ہم صرف آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں عبادت تب عبادت ہے جب وہ صرف اللہ کے لئے ہو۔ یہ خوب عبادت ہے کہ مخلوق کے نام کی بھی نیاز دی جاتی ہے اور مخلوق کو بھی خدا کی طرح پکارا جاتا ہے۔ پورے اسلام اور پوری شریعت میں کسی نبی یا کسی ولی کی عبادت نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے بھی یہی بتلایا ہے کہ عبادت صرف اللہ کی کریں اور جب عیسائیوں نے شور کیا ہمیں عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ہے تو قرآن پاک میں کہا ہے کہ جھوٹا! انجیل کھلو عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد قوم کے نام ہر مضمون کے اول و آخر میں موجود ہے ”ان اللہ ربی و ربکم فاعبدوہ“ اللہ میرا بھی رب ہے تمہارا بھی رب ہے صرف اس کی عبادت کرو ”ہذا صراط مستقیم“ (سورہ بقرہ آیت ۵) یہ صراط مستقیم ہے۔

(۶) ”وایسا کہ نستعین“ اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں ہر حال میں صرف ایک اللہ کو پکارنا ہے کیونکہ وہی حاجت روا ہے اور وہی مشکل کشا ہے، وہی کارساز ہے اور وہی دور اور قریب سے سننے والا ہے۔ جب عبادت لچیک طرح ہو اور استعانت صرف اللہ تعالیٰ سے ہوتی پھر دنا بھی ضروری ہے

(۷) ”اهدنا الصراط المستقیم“ خدا یا سیدھا راستہ دکھا۔ صراط مستقیم یہ ہے کہ عبادت اللہ کی اخلاص سے ہو اور اس میں شرک کی آمیزش نہ ہو۔ تو اب مسئلہ یہ ہے کہ صراط مستقیم کونسا ہے ہر تنظیم یہی کہتی ہے ہم حق پر ہیں اور ہر جماعت یہی فخرہ لگاتی ہے کہ ہم حق پر ہیں تو اس کی تعین کے لئے ارشاد فرمایا

(۸) ”صراط الذین انعمت علیہم“ راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا انعام انبیاء کرام پر ہوا ہے، صدیقین پر ہوا ہے، شہداء پر ہوا ہے اور صالحین پر ہوا ہے۔ ان کا جو راستہ ہے وہی صراط مستقیم ہے ”خیر السبب“ وہی صراط مستقیم ہے۔ نہ ان کا راستہ کہ جن پر غضب ہوا تھا اور نہ ہی ان کا راستہ جو سیدھے راستے سے ہٹک گئے تھے۔

مذہب میں اور مغضوبین کی تفصیل میں (۹) علم فقہ آگیا۔
آخر میں پھر اس راستے سے ہٹکے ہوئے اور باغیوں یعنی مغضوبین اور ضالین کو اسلام کی دعوت و رند پھر ان سے مقابلہ اس کے ذیل میں (۱۰) علم الجہاد آگیا۔
اللہ بزرگ و برتر پورے قرآن اور پورے دین پر مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

”وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین“

ettings\Muneeb\De ktop\Ahsa
Khutbat headings\1.tif not
found.

الحمد لله جل وعلا و صلی اللہ وسلم علی رسولہ المصطفیٰ و نبیہ
المجتبىٰ و امینہ علی و حى المسما و علی آلہ النجباء و اصحابہ الاتقیاء الفضل
الخلاص بعد الانبیاء و من یشہدہم اقتلوا و بآثارہم القتل من المنسیرین
و المحللین و الفقہاء الی یوم الجزاء اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (سورہ توبہ آیت ۱۱۹)
قال رسول الله ﷺ لا تسبوا أصحابي فلو ان احدكم اثنى مثل
احد ذہبا ما بلغ مد احدہم ولا نصیغہ
(بخاری ج ۱ ص ۵۱۸، مسلم ج ۱ ص ۳۱۰، ترمذی ج ۱ ص ۲۲۵، کتاب فضائل الصحابة ج ۱ ص ۱۵)
اللهم صل وسلم علی عبدک و نبیک و رسولک محمد احمد
و علی آلہ و اصحابہ و بارک و صل وسلم علیہ
ہر کے جانکن او شد یار من و اذرونی کس نہ جست اسرار من
کل من بدعی حب لیلیٰ
و لیلیٰ لا تقر لہم بذاک

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی اتباع کو اپنی رضا کا سبب قرار دیا ہے

قابل قدر بزرگوں کو محترم بھائیو اور عزیز دوستو! ایمان اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام کے ذریعے بھیجا ہے اور ایمان کا اول و آخر کامل اور مکمل تعلق جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے ہے اسی طرح نبوت کے مقامات سے بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور خدائی کا منظر عالم ماسوت میں انبیاء علیہم السلام کو بنایا ہے ان کی اتباع کو اپنی فرمانبرداری بلکہ ان کی فرمانبرداری کو اپنی عبادت فرمایا ہے

”من بطع الرسول فقد اطاع الله“ (سورہ نساء آیت ۸۰)

اللہ جل جلالہ کی الوہیت اور خدائی شان کا مخلوق کے لئے سمجھنا مشکل تھا کہ اس کی کماحقہ عبادت کی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود انسانوں میں سے ایک بشر اور انسان کو ہر دور اور ہر زمانے کی ہدایت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔

شرح العقائد میں، شرح موافق میں، شرح المقاصد میں اور اصول فخری میں عقائد اسلام میں تحریر الاصول میں تیسیر التحریر میں اور تمام معتبر استثنائیں میں یہ قاعدہ درج ہے کہ

”انسان بعثہ اللہ تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام“ (شرح العقائد ص ۱۴)

انبیاء کرام بشر اور انسان ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت اور ارشاد کے لئے منتخب فرماتے ہیں، ان کی رضا اور خوشنودی اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہوتی ہے اور ان کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کا باعث ہوتی ہے۔ یہ ایک واضح مسئلہ ہے اور تمام شرائع اس پر متفق ہیں کہ ہر دور اور ہر زمانے کے رسول اور نبی کی کامل اطاعت فرض ہے۔ صرف ایک معاملہ میں نہیں کیونکہ ایک یا دس پندرہ مسائل میں تو مشرکین اور کفار

بھی انبیاء کی اطاعت کرتے تھے بلکہ مسلمان پر لازم ہے کہ ہر معاملہ جو دین دنیا اور زندگی سے متعلق ہو اس میں انبیاء کی اطاعت کی جائے۔

انبیاء کی اطاعت ایمان کے بعد کا رگر ہے

تمام مشرکین مل کر جناب نبی کریم ﷺ کو صادق و امین دیا متدارعینف اور پاکدامن وافی العهد کے القاب عز و شرف دے چکے تھے اور ان کے یہاں حضرت ﷺ کا بہت بڑا مقام تھا لیکن اطاعت اور فرمانبرداری وہ معتبر ہوتی ہے جس میں ایمان ہو، ایمان کے بعد پھر مکمل زندگی پر اطاعت اور فرمانبرداری لازم ہو جاتی ہے۔ جس طرح ایک درخت کی جڑیں زمین میں مستحکم ہو جاتی ہیں اور اس کے اثرات پورے درخت پر، درخت کی ہر شاخ پر، ہر پتے میں، ہر پھول میں اور درخت کے ہر جزو میں اور ذرے میں کا فرما ہوتے ہیں اسی طرح انبیاء کرام کی اطاعت اور فرمانبرداری ایمان کے بعد کا رگر ہے اور وہ ایمان کی پیمائی ہے اس سے ایمان اور زیادہ سنور جاتا ہے اور امام بخاری اور دیگر محدثین کے یہاں تو وہ جزو ایمان ہے، جمہور امت کے نزدیک وہ ایمان کی ترقی اور سر بلندی ہے کیونکہ ایمان انبیاء کی وجہ سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ انبیاء ایمان کا منبع اور مرجع ہوتے ہیں اور ان کا دل ایمان سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔

شق صدر کی تفصیل

رسول اللہ ﷺ جب معراج سے تشریف لائے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ رات کو جبریل علیہ السلام ملائک کے ساتھ آئے اور مجھے حکم دیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں

بلایا ہے اور مجھے زمزم کے کنوئیں کی جانب لے گئے وہاں میرا دل نکالا بخاری کے الفاظ ہیں

”فقرج صدری ثم غسله بماء زمزم“

سینہ چاک کر کے دل کو زمزم کے پانی سے دھویا

”مستطلي حكمة و ايسانا فافرحه في صدرى“

پھر اس میں ایمان اور حکمت بھر بھر کر ڈالا اور وہاں سینے میں رکھ دیا

(بخاری ج ۵۰، مسلم ج ۹۶)

سارے جہان کو تو ایمان کی جھلک ملی ہے جیسے ایک کرن چمک جاتی ہے اس سے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ قطب عالم ہیں اور حضرت اقدس سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے سرچشمہ ہدایت ہیں امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پورے عالم کے فقیہ اعظم اور امام اعظم ہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام اہل اہلسنت ہیں لیکن پیغمبر کا ایمان اور طرح ہوتا ہے جیسے ایک سمندر ہو اس جیسے پیاس ہزار اور آجائیں نبی کا ایمان اس سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔

شیخ صدر کا واقعہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ چار مرتبہ پیش آیا امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں اور جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص میں اور زبیدی نے شرح اہیاء میں اور دوسرے اکابرین امت نے اپنی مقتدر تصنیفات میں اس بات کا ذکر کیا ہے لیکن ان واقعات میں دو واقعات بہت زیادہ اہم ہیں ایک جب آپ ﷺ معصوم بچے تھے اور حامدہ سعدیہ کے یہاں تربیت پا رہے تھے اس وقت بھی شیخ صدر کا واقعہ پیش آیا کہ ملائک آئے اور حضرت ﷺ کو ایک درخت کے نیچے لٹایا اور لٹانے کے بعد ان کا سینہ مبارک چاک کیا

تو دوسرے بچے جو ساتھ کھریاں تھیں پارہے تھے وہ گھروں کی طرف روہتے ہوئے دوڑے کہ ہمارے بھائی کو کس نے قتل کر دیا پھر اشیر باہر نکل آیا اور دیکھا کہ حضرت بڑے آرام سے کھڑے ہوئے تھے دریافت کرنے پر پورا واقعہ سنایا یہ پابا شق صدر تھا۔ (مسلم ج ۹۶)

دوبارہ جب آپ ﷺ کی عمر شریف پچاس سال سے زیادہ ہوئی (اس پر علماء کا اتفاق ہے) اس وقت جب آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی سیر کے لئے معراج پر بلایا تو اس وقت شق صدر ہوا۔

واقعہ معراج کے مختصر احوال

معراج تین سفرؤں کا نام ہے ایک سفر بیت اللہ سے بیت المقدس تک ہے اسے ”اسرئیل“ کہتے ہیں اور دوسرا سفر بیت المقدس سے ساتویں آسمان تک ہے اسے ”معراج“ کہتے ہیں اور تیسرا ساتویں آسمان سے لامکان تک ہے اس کو ”اعراج“ کہتے ہیں۔ حضرت ﷺ کو یہ تین سفر ایک رات میں کرائے گئے ہیں پہلا سفر جو تھا وہ شخص نبوت کا تھا کیونکہ آگے چل کر نبوت کی ذمہ داری آپ کو سونپی جا رہی تھی

”انا سنلتی علیک قولاً ثقیلاً“ (سورہ بزل آیت ۵)

ہم ایک بہت ہی بھاری بھر کم منصب آپ ﷺ کو سپرد کرتے ہیں اور دوبارہ جو آپ کا شق صدر فرمایا یہ زمینی نبوت کے ساتھ آسمانی مناصب نبوت دینے کے لئے کیونکہ سفر جس طرح ہو اس کی تیاری اسی طرح کی جاتی ہے ایک سفر گھوڑے اور اونٹ کا بھی ہوتا تھا پھر نائگے آئے پھر گاڑیاں آئیں پھر ریل گاڑیاں، ہوائی جہاز اور ہیلی کاپٹر آئے اور سفر

ایک تو ہم جنسوں میں ہوتا ہے کہ انسان، انسان کے ہمراہ ہو اور دوسرا سفر وہ ہوتا ہے جس میں ملائکہ کے ساتھ جانا ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں تصریح ہے کہ زمزم کے کنوئیں پر میرا آپریشن ہوا دل نکال کر اس سے بشریت کی تمام کمزوریاں نکال دی گئیں اور ایمان اور حکمت اس میں بھردی گئی

”مستطبی حکمة و ایسانا فافرغہ فی صدری“

اب جب حضرت ﷺ براق پر جبرئیل کے ساتھ بیٹھ گئے یہ ایک ملکوتی سواری تھی
”دون البعل و فوق الحسار“ (بخاری ج ۱ ص ۵۲۸، مسلم ج ۱ ص ۹۳)

جو گھوڑے سے چھوڑی چھوٹی اور فخر سے ڈرا بڑی تھی اس سواری نے حضرت کو بیت المقدس پہنچایا۔ لیکن عجیب بات یہ تھی کہ دوران سفر آنحضرت ﷺ پر پورا جہان منکشف کر دیا گیا راستہ میں آپ ﷺ نے دائیں اور بائیں جانب سے آوازیں سنیں کہ ”یا محمد یا محمد“ (بدیقتوں کے کوئی رشتہ دار تھے) حضرت ﷺ نے جب دریافت کیا تو حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ دائیں جانب یہود ہیں اور بائیں جانب نصاریٰ ہیں اگر آپ ﷺ ان کو جواب دے دیتے تو آپ کی امت بھٹک جاتی ہمارے آج کے دور کے بدعتی یہود و نصاریٰ کے رشتہ دار ہیں پھر آپ نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت ہے جو بہت ہاناؤ اور سنگھار کر کے بیٹھی ہے جب آپ نے پوچھا تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ دنیا تھی جو آپ کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔ (قرطبی ج ۱ ص ۱۰۶، تفسیر طبری ج ۱ ص ۱۲۱، ابن کثیر ج ۳ ص ۵)

رسول اللہ ﷺ نے معراج میں ان لوگوں کو جواب نہیں دیا اس پر یہ حالت ہے کہ اس دنیا میں صحابہ کو برا بھلا کہا جاتا ہے، بدعات کی جاتی ہیں، اور جہالت میں امت کو ضائع

کیا جاتا ہے۔ لوگوں کا جو دنیا سے تعلق خاطر ہے وہ دیکھنے کا ہے لیکن حضرت ﷺ کا کمال شرف اور اعزاز ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو جواب نہیں دیا تو نتیجہ یہ ہے کہ ہر قوم اور ہر زمانے میں صالحین امت میں ہونگے اور مخفونین پائے جائیں گے اور دین کا وقایہ اور حجادہ محفوظ رہے گا انی یوم القیمۃ ان شاء اللہ۔ جب چھوڑا آگے بڑھے تو حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا گزر ایک سرخ ٹیلے سے ہوا

”مردت علیٰ موسیٰ لیلۃ الاسری ہی عند الکئیب الاحمر و هو قائم
بصلیٰ فی قبرہ“ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۸)

فرمایا کہ ایک سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے ہوئے ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں بعد میں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر کبھی وہاں سے گزر ہو تو میں تم لوگوں کو وہ جگہ ضرور بتاؤں گا۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۸۲، مسلم ج ۲ ص ۲۶۷) حضرت موسیٰ کو وہ طور سے واپسی پر انتقال کر گئے تھے اور بنی اسرائیل کو ان کی قبر کا پتہ نہیں چلا اور وہ زندگی بھر روتے رہے۔ خدا تعالیٰ کی اس میں بھی حکمت تھی اگر ان کو قبر کا پتہ چل جاتا تو وہ بھی اس کی پوجا شروع کر دیتے۔

انبیاء کرام کی قبور شرک و بدعت سے پاک ہیں! معجزہ

جنمبھروں کو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ایک معجزہ دیا ہے کہ پوری دنیا میں کسی بھی نبی کی قبر پر بد احتیاطی نہیں ہوئی شرک و بدعت کا بازار گرم نہیں ہوا اور اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی دنیا بھر زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ہدایت کا سرچشمہ ہوتا ہے اور

اہل سنت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی جس جگہ موجود ہوتے ہیں وہ جگہ پوری دنیا سے افضل ہوتی ہے حتیٰ امن العرش والکرتی والکعبہ سے افضل سمجھی جاتی ہے۔ انبیاء میں سے صرف دو پیغمبر ایسے ہیں کہ جن کے بعد ان کی امتوں نے بے اعتدالی کی ایک حضرت عزیر علیہ السلام سو سال کے بعد زندہ ہو کر آئے تھے تو ان کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل نے انہیں ابن اللہ کہنا شروع کر دیا ”وقلت للیہود عزیزو ابن اللہ“ اور دوسرے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام ہجرات سے نوازا تھا بغیر باپ کے پیدا کئے گئے، مابینا بلکہ اور زاد اللہ سے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے تو وہ ٹھیک ہو جاتا تھا، برص اور کوڑھ کے مریض کو دم کرتے تھے وہ مسیح ہو جاتا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مردے کو کہتے تھے کہ اٹھ جاؤ وہ اٹھ جاتا تھا“ واحی الموتی باذن اللہ“ (سورۃ النحل آیت ۴۹) اور ہر ہجرے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھان کرتے تھے کہ یہ اللہ کے حکم سے ہو رہا ہے۔

انبیاء کرام کا مقام بندگی

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کو ان کے مرنے کے تقریباً چار ہزار سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قبر سے نکال کر زندہ کیا، ان کے علاوہ بھی اور تین چار افراد کو زندہ کیا ہے۔ بس ان کی قبر کو نکم دے دیا بحکم اللہ اور قبر ہلنے لگی اور پھر پھٹ گئی اور حضرت سام باہر آئے جب باہر آئے تو پچپانے نہیں جا رہے تھے سر کے بال بھی سفید تھے درازھی بھی سفید تھی وہاں جو لوگ موجود تھے انہوں نے انکار کیا کہ حضرت سام کی جو نشانیاں ہمارے یہاں موجود ہیں ان کے مطابق یہ حضرت سام نہیں ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نے کہا کہ پہلے ان سے پوچھو تو لو جب ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں حضرت نوح کا بیٹا سام ہوں پھر ان سے پوچھا کہ بال اور درازھی کیسے سفید ہو گئی تو انہوں نے کہا کہ ابھی جب آواز آئی کہ اٹھو باہر آؤ تو میں سمجھا کہ حضرت اسرافیل نے صور پھونک دیا ہے اور ذر کی وجہ سے تمام کالے بال بل گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر بیٹھ کر زار و قطار رونے لگے اور فرمایا کہ واقعی قیامت کا مرحلہ بہت خطرناک ہوگا۔

(تفسیر قرطبی، روح المعانی، تفسیر کبیر، تفسیر مدارک سورۃ النحل آیت ۴۹ کے ذیل میں)

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں، اتنے بڑے بڑے ہجروں کے مالک ہیں اللہ تعالیٰ کے سب سے برگزیدہ بندے ہیں لیکن قیامت کو یاد کر کے رو رہے ہیں کیونکہ یہ تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہوتے تھے ان کے تصرف اور اختیار میں کچھ بھی نہیں تھا جو جس قدر عظیم مقام والا ہے وہ اس قدر اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے ظاہر ہے کہ ایک بادشاہ کے حکم اور اطاعت کا اندازہ جو وزیر کو ہوتا ہے وہ ایک نام رنایا کو نہیں ہوتا ایک بڑے مہر سے اس کے قریب کے ماتحت زیادہ ڈرتے ہیں بجائے دور کے لوگوں کے اس لئے کہتے ہیں کہ قرب سے محبت اور خوف دونوں بڑھتے ہیں۔

رسول اللہ بیت المقدس تشریف لے گئے وہاں تمام انبیاء کرام موجود تھے آپ نے نماز پڑھائی اس کے بعد آسمانوں کا سفر شروع ہوا اور آپ نے آسمانوں میں بعض غائب ایسے دیکھے مثلاً آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم عرش سے نازل ہوتا ہے اور وہ حکم سدرۃ المنتہی پر آتا ہے یہ چھٹے آسمان میں ایک پیری کا درخت ہے اور اس کے پتے اور شاخیں ساتویں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں اووہ ہر آسمان میں نظر آ رہا ہے اور تمام آسمانوں میں ملائکہ

اس درخت کی سیدھ میں کاغذ اور قلم لے کر کھڑے ہیں اچانک اس کے رنگ بدلتے رہتے ہیں اور ملائکہ اس کو دیکھ کر جھکتے ہیں اور احکامات لکھنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم سب سے پہلے اس درخت پر نازل ہو جاتا ہے اور پھر وہاں سے ہر ملک کو اشارہ ملتا ہے کہ آپ بارش برسائے ہیں، آپ طوفان لے آئیں، آپ ہوا چلائیں آپ فلاں ملک میں بیماری پھلائیں فلاں جگہ رزق بڑھائیں اور فلاں جگہ کم کر دیں یہ سب اللہ تعالیٰ کا خدائی نظام ہے۔ ”بدھبر الامر من السماء الی الارض“ وہ آسمان سے زمینوں کا انتظام فرماتے ہیں کلم انتا بھاری بھر ہے کہ اس کا قفس نکل نہیں کر سکتے اس لئے پہلے درخت پر آ جاتا ہے اور پھر اس کے بے شمار رنگ بدلتے ہیں ”وغشيب الموان“ (بخاری ج ۱ ص ۵۱ کتاب اسلوة) میں ہے حضرت ﷺ نے جب اس کا ذکر کیا تو صحابہ نے دریافت کیا کہ یہ رنگ کس چیز کے تھے تو حضرت ﷺ نے فرمایا ”لا ادری ماہی“ (حوالہ بالا) مجھے پتہ نہیں علماء فرماتے ہیں کہ ”لا ادری“ میں بھی کمال علم موجود ہے ”ومن العلم ان تقول کما ادری لا ادری“ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بعض چیزیں ایسی دیکھنے میں آئیں کہ میں تو نہیں پوچھ سکتا تھا ”لو کان موسیٰ مکانی لسنل“ اگر میری جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوتے تو شاید پوچھ لیتے یہ بھی آنحضرت ﷺ کا ایک مقام ہے کہ آپ کلام میں ساتھ ساتھ دیگر اشیاء کا تعارف، ان کی تعریف، تکریم کو بھی بیان فرماتے تھے مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا کہ ان کو بادشاہ نے کہا کہ باہر آ جاؤ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں نہیں آؤں گا پہلے پتہ کرو کہ مجھے بیل میں کیوں بھیجا تھا۔ میرا حرم کیا تھا کہ مجھے ناحق محرم بنا کر بیل بھیجا گیا ہے پہلے اس کی وضاحت ضروری ہے اس کے بعد میں باہر آؤں گا۔ جب آنحضرت ﷺ اس

واقعہ کو بیان کرتے کرتے اس جگہ پہنچے کہ حضرت یوسف پر خدا تعالیٰ کی رحمتوں کی بارش ہو اتنے منسوب تھے اگر میں حضرت یوسف کی جگہ ہوتا تو تا صدمہ جواب دے دیتا ”لا جہت المداعی“ یعنی ساتھ آ جاتا (مسلم ج ۱ ص ۸۵) حالانکہ حضرت ﷺ کی استقامت اور عظمت تو تمام انبیاء کرام سے بہت زیادہ ہے۔ لیکن آپ ﷺ کا مقصد حضرت یوسف علیہ السلام کی منقبت ہے۔

اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آپ ﷺ نے سنا اور اس کی وجہ سے ایک صحابی نے ایک یہودی کی چٹائی لگائی کہ ان کو ہمارے حضرت سے بڑا کیوں کہتے ہو تو حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے پیغمبروں پر ایسی فضیلت ندو، حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بہت بڑے پیغمبر تھے۔ قیامت کے دن سب سے پہلی قبر میری پھنی گی میں جب باہر آؤں گا تو مجھ سے پہلے ہی حضرت موسیٰ عرش کے ستون پکڑے ہوئے کھڑے ہوئے گئے حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ نہیں کہ وہ جو کوہ طور پر بے ہوش کئے گئے تھے ان کے لئے وہی کافی سمجھا گیا ہے دوبارہ بے ہوش ہی نہیں ہوئے ہیں یا پھر مجھ سے پہلے ہوش میں لانے گئے ہیں (بخاری ج ۱ ص ۳۲۵، مسلم ج ۲ ص ۲۶۷) لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت اور برتری امت کو تعلیم فرمائی کہ حضرت کی شان میں احتیاط کرو وہ بہت بڑے پیغمبروں میں سے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی سیر کرائی اور انبیاء سے ملاقاتیں اور قیامت تک آنے والا نظام اور قیامت کے بعد جزا اور سزا کے جو مکافات تھے وہ بتائے اور دکھائے گئے اور جنہوں کی سیر کرائی گئی دوزخوں کی سیر کرائی گئی۔

سود خور کا انجام

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ میں ایک شخص کھڑا ہوا ہے وہ باہر آنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ملائک گرم پتھر لے کر اس کے منہ میں ٹھوس دیتے ہیں سر سے پاؤں تک وہ آگ کی طرح سرخ ہو جاتا ہے اور واپس دوزخ میں گر جاتا ہے جب آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ سود خور تھا جس نے مال کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا تھا (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۲۶)۔ آج کل تو سود کا ایک رواج ہو گیا ہے اور رواج اس لئے ہو گیا ہے کہ ایمان ختم ہو گیا ہے۔ جب کوئی ریٹائر ہوتا ہے تو جو پیسے ملتے ہیں اسے بینک میں رکھ دیتے ہیں اور پھر اس کا سود کھاتے رہتے ہیں اور خود کو تسلی دیتے ہیں کہ میں تو بوڑھا ہوں میں کس سے مانگوں گا، یاد رکھنا ایسا سوچنا بھی بے دینی اور بہت بڑا گناہ ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ انسان بھوکا مر جائے لیکن سود کا ایک روپیہ بھی نہ کھائے، ضرورتاً مانگتے پھرنا یہ جائز ہے لیکن سود کھانا کبھی بھی جائز نہیں ہے۔ بینک میں پیسے رکھ کر اس کا سود کھانا ایسا ہے جیسے کوئی اپنی غلامت سے فارغ ہو کر پھر اسے چچے سے کھانا شروع کر دے بلکہ سود کھانا اس سے زیادہ بدتر ہے۔ شیطان معاشرے پر کتنا سوار ہے اور کس طرح لوگوں کو بہکا کر ان کا ایمان تباہ و برباد کر رہا ہے اگر کوئی گناہ کر رہا ہے تو آپ کہیں گے یہ گناہ ہے کسی نے غلامت کو استعمال کیا تو آپ کہیں گے کہ وہ گندہ آدمی ہے لیکن یہ نہیں کہو گے کہ یہ زانی

ہے اور یہ بھی نہیں کہو گے کہ اس نے اپنی ماں اور بہن سے زنا کیا ہے بس یہ کہا جائیگا کہ بہت گندہ اور گنہگار آدمی ہے لیکن سود کے بارے میں ہے کہ

”درہم ربا“ سود کا ایک روپیہ لینا ”اعظم عند اللہ تعالیٰ“ اللہ کے یہاں اس سے بھی سخت ہے ”من سبعین ذنبہ“ کہ تتر مرتب زنا کیا جائے ”کلاھا فی ذات محرم“ اپنی کسی محرم کے ساتھ ”فی بیت اللہ الحرام“ بیت اللہ شریف میں۔

(روح المعانی ج ۲، ص ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹،

شہادت موجود نہیں تھی، تافضی کی عدالت میں خاتون نے استدعی کیا کہ اس نے مجھے تین طلاق دی ہے اور اب مجھے اس سے علیحدہ کر دیں میرا اس کے ساتھ رہنا ٹھیک نہیں ہے (میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام میں حرام سے بچنا کس قدر ضروری ہے) لیکن تافضی نے جب خاوند سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے دودی ہیں یا ایک دی ہے امام مامک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے مدوینہ الکبریٰ میں لکھا ہے کہ اگر تافضی سمجھ رہا ہو کہ عورت سچی ہے تو تافضی آدمی سے کہنا ایک اور طلاق دلوادے اور بات ختم کر دے تاکہ شک و شبہ نہ رہے اور عمر بھر کے لئے حرام کاری سے بچ جائے اور نسب اور نسل قیامت تک محفوظ ہو جائے۔ لیکن فقہ حنفی میں لکھا ہے کہ طلاق کے وقوع اور عدم وقوع میں جب میاں اور بیوی کا اختلاف ہو جائے تو بیوی کم از کم دو گواہ پیش کرے گی جب گواہ بھی نہیں ہیں اور شوہر بھی انکار کر رہا ہے تو طلاق چونکہ خاوند کا فعل ہے اس لئے تافضی اس سے قسم لے گا قرآن پر ہاتھ رکھ کر اور کہلوایا جائے گا کہ اس اللہ کی قسم جس نے محمد ﷺ پر یہ سچی کتاب نازل فرمائی ہے کہ میں نے ایک یا دودی ہیں تین یا اگل نہیں دیں۔ جب وہ قسم کھائے تو فیصلہ تافضی خاوند کے حق میں کر دے، دوسری طرف بیوی کو یہ معلوم ہے کہ یہ تو تین طلاق دے چکا ہے تو بیوی کو اجازت ہے کہ تافضی کے اس فیصلے کے باوجود خاوند کو خود پر قدرت نہ دے اور ہر ممکن اس بات کی کوشش کرے کہ شوہر سے دور رہے یا پھر فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے خلع لے لے۔

(المحرر المراقب ج ۳ ص ۲۵، تبیین الحقائق ج ۱ جز ۲ ص ۱۹۸)

آپ ذرا غور فرمائیں کہ یہ ساری پلاننگ اس لئے کی جا رہی ہے کیونکہ شریعت اس بات کو برداشت ہی نہیں کرتی کہ مومن کی زندگی کا ایک دن بھی گناہ میں گزرے کیونکہ

اس گناہ سے صرف دو افراد کا نقصان نہیں ہو رہا بلکہ ساری نسل اور نسب صرف اس ایک گناہ کی وجہ سے تباہ ہو رہی ہے۔ اسلام میں تو یہاں تک ہے کہ جو لوگ تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے رہ رہے ہیں ان سے بائیکاٹ کرنا ضروری ہے اور ہر ایک کو اس سے تعلقات ختم کرنے ہیں اور ان کو مسجد کی صف میں بھی کھڑا نہیں ہونے دینا ہے۔

فسوس تم کو میرے صحبت نہیں رہی

تم نے اسلام کی عظمت بھری ہوئی فقہ اور اس کے جامع قانون کو دیکھا ہی نہیں اور اس کے اسرار و رموز کو سمجھا ہی نہیں۔

لوگ عمر آخر میں ریٹائرمنٹ کے بہانے سو دیکھتے ہیں جبکہ آخر میں تو گنہگار سے گنہگار آدمی بھی تو بد کرتا ہے اور تمام گناہوں پر پندامت کے آنسو بہاتا ہے لیکن ایسے ظالم اور مجرم بھی معاشرے میں موجود ہیں کہ مرتے دم تک حرام کھانے پر آمادہ ہیں اور اپنی آخرت کا کوئی ہوش ہی نہیں ہے، ایسے شخص کا ایمان کیسے باقی رہے گا، ایمان کوئی کسی لمبل کا نام نہیں ہے کہ جب چاہا لگایا اور جب چاہا اتار دیا ایمان تو تصدیق خدا اور رسول اور ان کے جملہ قانون کی صداقت قلبی کا نام ہے۔

ایمان کے بعد استقامت بڑی دولت ہے

ایمان اس کو نہیں کہتے ہیں کہ آپ کا نظام جیسے آپ چاہیں ویسے چلے گا اور جس حکم پر چاہیں گے عمل کریں گے اور جس کو چاہیں گے چھوڑ دیں گے، ایمان اسے کہتے ہیں کہ آپ کو اپنا پورا نظام زندگی دین کے مطابق بنانا ہوگا اور پھر اس پر جم کر رہنا ہوگا چاہے حالات

کیسے بھی ہوں۔ صحابہ کرام جیسا ایمان زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے کسی نے دیکھا نہیں ہوگا ان کی تربیت آنحضرت ﷺ نے ایسی فرمائی تھی کہ اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ اس کی ایک مثال دیتا ہوں کہ جب اسلام میں حکم آیا اور آیات نازل ہو گئیں کہ شراب حرام ہے ”یا ایہا الذین امنوا انما الخمر والنمیسر والانصاب والازلام رجس من عند الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون“ (سورہ بقرہ آیت ۹۰)

شراب، جوا، درگاہوں کی عبادت، فال نکلوانا یہ سب گندے کام ہیں، شیطان کی پوجا ہے اور اللہ کو ناراض کرنے کے اعمال ہیں ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو سکو۔ آیت کے نزول کے بعد آنحضرت ﷺ نے اعلان فرمایا کہ آیت نازل ہو گئی ہے اور شراب قابل استعمال نہیں ہے حرام ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے بہت مدت سے پانی نہیں پیا تھا اور ہر وقت شراب پیتے تھے۔ رات کو اٹھ کر پینے والی شراب کا نام ”مسی“ تھا درمیان رات کی شراب کا نام ”اگتھا“ صبح کی شراب کا نام، شام کی شراب کا نام، خوشی کی شراب کا نام، مہمان کے ساتھ پینے والی شراب کا نام اور ہر گھڑی کی شراب کا نام علیحدہ تھا اس قدر شراب کی کثرت تھی کہ وہ انکا کھانا پینا بن چکی تھی۔ لیکن جب آیت نازل ہوئی تو ایسا ہوا کہ غلام کے ہاتھ میں جام ہے شراب سے بھر اہوا اور آقا کو دے رہا ہے اس دوران آواز آئی کہ آیت نازل ہو چکی ہے اور شراب حرام ہے تو کہا کہ اب اسے پھینک دو کیونکہ اب اس کی اجازت نہیں رہی۔

”فماذا منادى الا ان الخمر قد حرمت قال فحوت فبی سحک الممدینة“

(مسلم ج ۲ ص ۱۶۲)

کہ شراب مدینہ منورہ کی گلیوں میں پانی کے سیلاب کی طرح بہ رہی تھی۔ ہر شخص

اپنے گھر سے شراب کا مٹکا اور برتن نکال کر پھینک رہا تھا، گھر سے باہر ہر برتن الٹے جا رہے تھے۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ کوئی کمزور اور بوڑھا گھر سے آیا کہ میں کمزور ہوں مجھے تو ایک پیالے کی اجازت دے دیں ہرگز نہیں جب حکم نازل ہوا تو وہ سب پر ایک جیسا نافذ ہوا، اسی کو شریعت کہتے ہیں۔ اس میں تھوڑا اور زیادہ کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ زیر کا ایک ذرہ ہی انسان کی بلاکت کے لئے کافی ہوتا ہے اور شراب تو اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس لئے ہر قسم کے گناہ سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ چاہے وہ سود ہو، شراب ہو، یا اور کوئی بھی گناہ ہو۔

سودی رقم کے بارے میں ایک وضاحت

بینک کے بارے میں ایک بات اور یاد رکھیں کہ بینک کے ایسے کھاتوں میں پیسہ رکھنا جس میں سود کا تعلق ہو حرام ناجائزہ اور گناہ کبیرہ ہے۔ بینک میں ایسے کھاتے بھی ہوتے ہیں جن میں سود نہیں ہوتا۔ سود کا استعمال خود بھی منع ہے اور کسی دوسرے کو بھی استعمال کے لئے نہیں دیا جاسکتا ہے اس میں بہت سارے لوگ شامل ہیں جیسے سود لینے والا، سود دینے والا، سود لکھنے والا، سود میں کواہ بننے والا، سودی رقم کو کسی اور فائدہ میں استعمال کرنے والا وغیرہ۔ یہ بھی غلط بات ہے کہ آپ سودی رقم کسی کو استعمال کے لئے دیں، فقہاء کرام نے قاعدہ لکھا ہے کہ جو گوشت سرائی ہو اور انسانی استعمال کے لائق نہیں ہے اس کا استعمال حرام ہے، سڑے ہوئے دودھ اور گوشت کو بلی اور کتے کے آگے رکھنا بھی غلط ہے۔ قلیل میں علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ یہ حرام ناجائزہ ہے حرام چیز کو کسی کے سامنے پیش کرنا بھی جرم ہے، آپ اس چیز کو پھینک دیں اور کتا بلی وغیرہ کوئی آکر کھالے تو کوئی بات نہیں، لیکن آپ اسے پیش نہیں کر سکتے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس رقم کا کیا کریں کیونکہ وہ تو

یعنی پڑتی ہے اگر نہ لیں تو تادیبانی، شیعہ اور آنا خانی اور دیگر غیر مسلم اسے لیکر اسلام کے خلاف مشن میں استعمال کریں گے۔ تو مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے ہندوستان کے اکابر علماء سے مشاورت کے بعد اجازت دے دی کہ اسے آپ لے لیں اور ایسے مسلمانوں کو جن کے لئے مردار حلال ہو رہا ہو اور اتنا خراب حال ہے کہ قریب ہے کہ اگر خنزیر کا گوشت نہ ملا تو ہلاک ہو جائیں گے ان کو بغیر نیت ثواب کے آپ دے سکتے ہیں کیونکہ فقہ کی اکثر کتب میں یہ قاعدہ لکھا ہے کہ

”من دفع المني فقير من المال المحرام شيناً يرفع به الثواب يكفر“

(۱) فتاویٰ شامی ج ۲ ص ۲۸ (۲) مانگییری ج ۲ ص ۲۷۲ مکتبہ رشیدیہ

(۳) معارف السنن ج ۱ ص ۳۰۰ ایچ ایم سعید

حرام چیز پر اگر ثواب کی نیت کی گئی تو نیت کرنے والا کافر ہو جائے گا اور علامہ شامی نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر دوسرا کوئی اور اس بات پر راضی بھی ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے، ایسا کرنے سے اس کا ایمان سلب ہو جائے گا۔ اس لئے جو لوگ بینکوں کے سود کے قائل ہیں یا اسے حلال سمجھتے ہیں اندیشہ یہ ہے کہ ان کا ایمان بھی نہیں رہا۔ پانچ روپے سود کے، ایک روپے سود کا ایک مسکین اور غریب کو آپ نے دیا ثواب کی نیت سے فقہاء لکھتے ہیں کہ کافر ہو جائے گا۔ آپ نے حرام پر اللہ کو راضی کرنے کی نیت کیسے کی، حرام پر آپ ایسی نیت کرینگے جیسے کپڑے پر نجاست کو ہٹانے کی نیت کرتے ہیں تاکہ نجاست دور ہو جائے، کپڑوں پر خون لگا ہے آپ اس پر ثواب کی نیت نہیں بلکہ گندگی ہٹانے کی نیت کرتے ہیں یہ بات اگ ہے کہ کپڑوں پر سے نجاست ہٹانا مستقل ثواب ہے۔ سود کی رقم کو اپنے پاس سے ہٹانا اور اسے استعمال نہ کرنا یہ مستقل ثواب کا کام ہے۔ سود خوری سے بچنا اور اس کو اپنے

لئے باکت سمجھنا یہ بھی عبادت اور ثواب ہے۔

غائب زمانہ ہے کہ بظاہر مسلمان بہت ترقی یافتہ ہیں ہزار، ہزار اور چھ، چھ سو گز کی کونٹھوں میں رہ رہے ہیں اور ان کے پاس لاکھوں اور کروڑوں جمع ہیں لیکن جب کھوج لگائیں گے کہ کس طرح جمع کیے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ایک پیسہ بھی حلال کا نہیں ہے ”فسالہ اللہ المستشکی“۔ حدیث میں آتا ہے کہ قرب قیامت جسم تو ہوگا لیکن روح نہیں ہوگی اور ابو داؤد شریف میں تو یہاں تک ہے کہ کوئی ایسا گھر نہیں ہوگا کہ جس پر سود کا اثر نہیں ہوگا اگر کچھ نہیں تو سود کی جو آگ زمانے میں بل رہی ہوگی اور اس سے جو دھواں اٹھ رہا ہوگا اس سے لوگوں کی زندگیاں متاثر ہو رہی ہوں گی۔ (ابو داؤد ج ۲ ص ۱۷۳)

آج ہم اور آپ دیکھتے ہیں کہ وہی زمانہ ہے اور وہی حالات پیش آرہے ہیں جن کے بارے میں آج سے چودہ سو سال پہلے جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا۔ سب سے بڑی سود خور خود حکومت زمانہ ہے، سود کی پشت پناہی کرنے والی پاکستان کی حکومت ہے، سود خور، دولت اور مال پر حکومت ہے اور مسلمانوں کے دین اور ایمان کی دشمن حکومت ہے۔ خاص طور پر ایک سازش کے تحت بے دین اور اسلام کی ممانعت کو لوگوں کے اندر راتا راجا رہا ہے تاکہ دین کا شیرازہ بکھر جائے۔ اس سے پہلے بھی بڑے بڑے فراعنہ اور جاہل و آئے اور انہوں نے اسلام کو مٹانے کی کوشش کی لیکن آج ان کا نام و نشان تک دنیا میں قائم نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی عزت، ایمان اور دین کی حفاظت فرمائے اور دینی شعائر کی بھی حفاظت فرمائے اور دین دشمنوں کے ہتھکنڈوں سے سب کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

والاخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

ittings\Muneeb\Desktop\Ahs:
Khutbat headings\3.tif not
found.

الحمد لله جل وعلا و صلى الله وسلم على رسوله المصطفى و نبیه
المجتبى و امینہ علی و حبی المسما و علی آلہ النجباء و اصحابہ الاتقیاء الفضل
الخالق بعد الانبیاء و من یسدیہم القسادی و بآثارہم القسفی من المفسرین
و النحلیین و الفقہاء الی یوم الجزاء اما بعد!

فأعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم
لَا يُلْقِ قُرَيْشٌ ۝ الْفَقِيمَ رَحْلَةَ الشَّتَاءِ وَ الصَّيْفِ ۝ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا
الْبَيْتِ ۝ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ ۝ وَ أَمْنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ۝ (سورہ بقرہ ۱۰۶)
اللہم صلی وسلم علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ
و بارک و صلی وسلم علیہ

قابل قدر ریز رکوں اور محترم سماعین ملکی حالات آپ کے سامنے ہیں اس سر زمین
پاکستان کے حدود میں کہیں بھی امن کا یقین یا امن اور سکون موجود نہیں ہے۔

امن اور رزق اللہ تعالیٰ کی دو بڑی نعمتیں

اللہ تعالیٰ نے اس جہان کو بہت ساری نعمتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے ان میں دو
نعمتیں بہت سرفراز ہیں، ایک ضرورت کے مطابق رزق کا مہیا ہونا جسے ہم معاش کہتے ہیں
اور دوسرا احطاح میں اس کو معیشت کہتے ہیں اور دوسرا امن کا ہونا کہ انسانوں کی زندگی

امن سے ہو، آرام سے ہو اور عزت سے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے
حکم دیا کہ میرا گھر مکہ میں تعمیر کر لیں

”وَ اذ یرفع ابراہیم القواعد من البیت و اسئعیل“ (سورہ بقرہ آیت ۱۲۷)
حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس تعمیر کے وقت
بھی جو دعائیں فرمائیں وہ امن اور رزق سے ہی متعلق تھیں

”وَ اذ قال ابراہیم رب اجعل هذا بلدا آمنا وارزق اہلہ من الثمرات“
(سورہ بقرہ آیت ۱۲۶)

خدا یا یہاں کے لوگوں کو امن دے۔ اور عزت کا رزق عطا فرما۔ سوال یہ ہے کہ گھر
خدا کا تعمیر ہو رہا ہے اور اس گھر کی بناء اور تاسیس میں جو شہید ضرورت ہے وہ عبادت کی
ہے، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جو شیر آباد کروایا
جا رہا ہے یا جو بیت اللہ شریف تعمیر کروایا جا رہا ہے وہ تو کھانے پینے کی جگہ نہیں ہے وہ تو اللہ
تعالیٰ کی عبادت کی جگہ ہے لیکن دنا وہاں انہوں نے رزق اور دوسری چیزوں کی مانگی تو
جواب یہ ہے کہ عبادت سکون کے ساتھ تب واقع ہوتی ہے اور ناپد کی طرف سے جب
عبادت کی کیف رکھتی ہے جب اس کی بنیاد میں دو باتیں موجود ہوں ایک قیام امن اور دوسرا
قیام معاش۔ یہ دو باتیں لازم ملزوم ہیں جہاں امن ہوگا وہاں رزق ہوگا اور جہاں عزت کا
رزق ہوگا وہاں امن ہوگا، اگر امن میں خلل واقع ہو گیا تو رزق زہر بن جائے گا اور اگر رزق
میں بے عزتی پیدا ہوگی تو امن دھندلا کر ہو جائے گا۔ انہی کا کام، ان کی دوائیں اور ان کی
گفتگو درجہ جامع ہوتی ہے قرآن کریم میں جس مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے امن کا ذکر کیا

ہے تو رزق کا ذکر ساتھ کیا ہے اور رزق کا ذکر کیا ہے تو اس کا ذکر ساتھ کیا ہے۔ ایک مقام پر رب العزت ایک شجر کی شکایت کر رہے ہیں ”وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَبْرَةً كَأَنَّتِ اُتْمَةً مَّعْلُومَةً“ ایک ہستی تھی جہاں لوگ بالکل امن سے رہنے والے تھے ”بِائْتِيفَارٍ ذُقُوا رَغْدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ“ اور اس کا رزق بھی وافر آتا تھا۔ لیکن ”فَكَفَسَرَتْ بِمَا نَعِمَ اللَّهُ“ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احسانات کی نافرمانی کی ”فَإِذَا قُبِضَ اللَّهُ لِبَاسِ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ“ (سورہ نحل آیت ۱۱۲) تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رزق ختم کر کے ان پر بھوک طاری کر دی اور ان کا امن ختم کر کے ان پر خوف طاری کر دیا۔ امن کے ساتھ رزق کا ذکر اکثر مقامات پر ہوا ہے ”فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ ۚ وَ أَهْبَطَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ۝“ رب کعب کی عبادت کریں، لوگ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں کیونکہ اس رب نے ان کو رزق دیا ہے بھوک ختم کر کے ان کو امن دیا ہے ان کا خوف ختم کر کے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے آج ہمارا ملک بھی انہی سزاؤں کی لپیٹ میں ہے۔ چنانچہ ملک میں جب امن مفق ہو گیا تو قحط سالی جیسی کیفیت پیدا ہو گئی اور لوگوں کو رزق کے ملنے میں دقت اور گرانی پیش آئی اور رزق کے اندر جب نلل واقع ہو جائے تو امن خود بخود ختم ہو جائے گا، یہاں تک کہ ایک اسٹور والے کو کہا گیا کہ فلاں ادارے میں یہ چیزیں بیچ دو تو اس نے کہا کہ میں تو گاڑی میں لوداؤں گا، یہاں سے روانہ کر دوں گا، وہاں تک پہنچنے کی ذمہ داری میری نہیں ہے، یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کہ کسی آزد قبائل میں لوگ رہ رہے ہوں جہاں نہ قانون ہو اور نہ کوئی نظام حکومت، ہو ان جگہوں پر اس طرح کی باتیں ہوتی ہیں۔ (یہ ہنسنے اور مسکرانے کی بات نہیں ہے یہ تو ذوق مرنے کا مقام ہے لیکن غیرت کہاں ہے، ہر بات پر ہنسا یہ ظلمندوں کا کام نہیں) یہ آپ کا اور ہمارا

سب کا شجر ہے اور ہمارے بڑوں نے اور آپ نے اس کو آباد کرنے کے لئے قربانیاں دی ہیں اور یہ ملک کتنے خون خرابے کے بعد ملا ہے۔ سن ۱۹۴۷ء سے لیکر آج تک جو مسلمان ہندوستان کے اندر مارے جاتے ہیں پاکستان بننے کے جرم میں ان کی قربانیوں کے بعد جو ملک ہم کو ملا تھا اس کا کیا حال ہے اور اس میں بسنے والے کن حالات سے گزر رہے ہیں۔

تھا جو ناخوب بہتر تج وہی خوب ہوا
کہ نفاذی میں بدل جاتے ہیں قوموں کے ضمیر

شریعت مقدسہ امن اور سامتی کا پیکر ہے

انگریز نے جب ملک پر تسلط حاصل کیا تو اس لئے نہیں کہ ان کو واپس جانا تھا بلکہ اس لئے کہ یہ ان کی ریاست کا ایک حصہ تھا ان کے قلمرو پر مشتمل ایک علاقہ تھا لیکن جب انہیں یہ یقین ہو گیا کہ ہمیں یہاں سے جانا ہو گا تو انہوں نے یہاں ایسے خطوط کھینچے اور ایسے نقشے تیار کئے کہ جن پر لوگوں کو چھٹا بھی ہے اور ان پر چلتے ہوئے پٹا بھی ہے، ہمیشہ کے لئے بے عزت ہونا ہے اور ذلیل ہونا ہے۔ اس کا ایک ہی علاج تھا جو طیب اول نے نہیں کیا اور وہ علاج یہ تھا کہ پورے ملک میں شریعت مقدسہ نافذ کی جاتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شریعت میں یہ جامعیت موجود ہے کہ وہ ہر طرح کے کمینوں کو امن دے۔ اس میں ظلم کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا شریعت کے نفاذ میں ظلم کہاں سے آیا

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود الاز

نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

قرآن پاک کے اندر اللہ تعالیٰ نے اس ماحول کو ذکر فرمایا ہے۔ جو اسلام سے

پہلے تھا ”وكنتم على شفا حفرة من النار فانقذكم منها“ تم تو آگ کی کھائی کے کنارے کھڑے تھے اللہ نے اس میں جانے سے بچا لیا، اللہ تعالیٰ کے احسانات کتنے زیادہ ہیں کہ اس نے بندوں کے لئے جس طرح ان کی خلافت کا انتظام کیا ہے اور وہ اس کے علاوہ کوئی اور نہیں کر سکتا امن دینے والے بھی صرف رب العزت آپ ہی ہیں ”وكنتم على شفا حفرة من النار فانقذكم منها“ تم تو غرق ہونے اور تباہ ہونے کے قریب تھے اللہ نے تمہیں بچایا، ”كذلك يبين الله لكم اياته“ اس طرح اللہ تمہیں دینی مسائل بیان فرماتے ہیں ”لعلكم تتقون“ (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳) تمہیں ہدایت حاصل کرنا چاہیے، ہدایت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”واعصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا“ مل کر دین کے کاموں میں رہو خواہ مخواہ اگفر تے نہ کرو۔ ”واذكروا النعمت الله عليكم“ یاد کرو وہ خدا کے احسانات ”اذ كنتم اعداء“ تم تو دشمن تھے ”فالله بين قلوبكم“ اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی ”فاصبحتم بنعمته اخوانا“ (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳) ہو گئے خدا کے فضل سے بھائی بھائی۔ آپ ذرا غور فرمائیں کہ کیسے امن کا ماحول پیش ہو رہا ہے امن کے ماحول میں تاقوں کا سرحد اور سندھ، بلوچستان اور پنجاب کا فرق نہیں ہوتا، تمام بھائیوں کی طرح ہوتے ہیں، ایک کلمے کے ماننے والے اور ایک ملک کے مکین ہوتے ہیں، اگر ایک طرف زلزلے سے متاثر ہو تو دوسرے خوشگوار لوگوں کے بھی آنسو گرتے ہیں اور وہ ان کی مدد کرنے کے لئے بے تاب ہوتے ہیں، اگر ایک جگہ ایک مسلمان کے خون کا قطرہ گرے تو دوسرے مسلمان ان کے لئے بے چین ہو جاتا ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ سے پہلے ہونے والی ایک جنگ کا تذکرہ جناب نبی کریم ﷺ نے اللہ کا دین بیان کر کے یہ ماحول پیدا فرمایا ہے، آپ ﷺ سے پہلے ایک جنگ ہوئی ہے بڑی خطرناک قسم کی اور اس میں ایک قبیلے کے بہادر آدمی کھلے راستے میں اپنی ٹانگ رکھ کر کھڑا ہوا اور اس نے کہا کوئی ہے جو اس کو ہٹالے۔ تو دوسرے قبیلے کا ایک آدمی نیز تلوار لے کر دوڑتا ہوا آیا اور اس کو ان سے کاٹ کر دور پھینک دیا اور پھر ان قبائل کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی، مؤرخین اس کو جنگ بیعات کہتے ہیں۔ وہ قبائل جس جگہ آباد تھے اس کے قریب جنگل میں لوگ اونٹیاں اور بھیڑ بکریاں نہیں چراہتے تھے اس ڈر سے کہ کہیں ہم پر بھی حملہ نہ ہو جائے۔ کیونکہ ان کے قریبی علاقوں میں جو چرواہا بھیڑ بکریاں چراتا یا اونٹ چراتا، تو ایک قبیلہ کہتا کہ یہ تو ان کا آدمی ہے اسے مارو اور دوسرے قبیلے والے کہتے کہ یہ ان کا آدمی ہے۔ مشہور ہے کہ ڈر اور خوف ایسا تھا کہ شیرب کے آس پاس شتر بان اونٹ نہیں چراہتے تھے کہ چپہ نہیں چلے گا اور میں قتل ہو جاؤں گا، ایسا خراب وقت دنیا نے دیکھا ہے۔

شریعت نے لوگوں کے درمیان امن و محبت کی فضا قائم کی

آج ہم اور آپ وہی حالت دیکھ رہے ہیں دو سے تیسرا آدمی کھڑا ہوتا ہے تو گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے کہ کہیں خود کش حملہ نہ ہو جائے۔ بی بی سی میں ایک وزیر کا انٹرویو نشر ہو رہا تھا (ہمارے وزیر ایسے قابل لوگ ہیں کہ وہ شیخی چلی جو ایک فرضی نام سے مشہور ہے اس سے زیادہ ڈرائے تو یہ ہیں) تو وہ وزیر اپنے انٹرویو میں کڑیاں لگا رہا تھا کہ پہلے یہ ہوا،

پھر یہ ہوا اور اس کے بعد یہ ہوا تو بی بی سی کے نمائندہ نے اس سے کہا کہ بس آپ کا کام صرف کڑیوں پر کڑیاں لگانا ہے یا آپ کی حکومت اس کی روک تھام کے لئے کچھ کرے گی۔ میں نے کہا حکومت ہوتی تو کچھ کرتی حکومت کہاں ہے حکومت نے جو پالیسی اختیار کی ہے ان پالیسیوں کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کراچی اور منوڑ سے لیکر سرحد کے ان پہاڑوں اور دشتوں تک اور بلوچستان کے جنگلات تک کسی ایک جگہ میں بھی امن نہیں ان کو تو چھوڑیں جو ملک کی سینٹرل حکومت ہے اسلام آباد اور راولپنڈی میں وہاں کتنا اندوہناک واقعہ پیش آیا۔ ہمارے ملک میں کتنی ایجنسیاں ہیں لیکن وہ ایسی اعتماد کی ہیں کہ تقیث کے لئے باہر سے غیر مسلم قوموں کو کہا جاتا ہے کہ آپ آئیں اور یہاں کام کریں کیونکہ ہمارے ملک میں خون کی سیاست ہے اور یہاں قتل و غارتگری کی عام فضا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بہت سارے مفاد پرست عناصر ملوث ہوتے ہیں۔ تو جب عادل خود ظالم ہو یا کوئی ظالم، عادل بنے تو عدل و انصاف کہاں سے آئے گا۔ قرآن کریم عینہ بھی ماحول ذکر کرتا ہے کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تم تباہی کے کنارے پر کھڑے تھے تمہیں ایک لمحے کا امن نہیں تھا، تمہیں عزت کا رزق نہیں ملتا تھا۔ ہم نے تم پر احسان کر کے محمد عربی ﷺ کو مبعوث کیا، ان کو جامع شریعت دی، ان کو ہدایت کی کتاب دی، ایسی کامل تعلیمات دی اور ذرین سنتیں عطا کی جس نے تم کو دشمنی سے ہٹا کر بھائی بھائی بنا دیا، اور تمہارے سینے اور دل جو ایک دوسرے کے بغض سے بھرے ہوئے تھے اب وہ محبت اور الفت میں بھرے ہوئے ہیں۔

علماء لکھتے ہیں کہ محبت اور الفت میں بھی فرق ہے محبت اسکو کہتے ہیں کہ اس کی ایک وجہ ہوتی ہے جیسے بیٹا، باپ رشتہ دار، محبوب، اچھا خادم، محسن وغیرہ ان سے محبت ہو رہی

ہے لیکن الفت اس کو کہتے ہیں کہ سامنے والا سامنے یا نہ سامنے آپ اس کے تکلیف میں تڑپ رہے ہوں

منجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سار۔ جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

”الفت“ کے معانی اور مفہوم

”والف بین قلوبکم“ جناب رسول اللہ ﷺ کو امت کے ساتھ الفت دی گئی ہے اور لوگوں کو محبت دی گئی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”والنبت علیک صحۃ منی“ (سورۃ طہ آیت ۶۹) میں نے اپنی ایک خاص محبت آپ کو عطا کی ہے۔ اس محبت کا مظہر یہ تھا کہ ماں نے دیکھا کہ بچہ پیدا ہوا اس کو ڈر لگا کہ فرعون کی گمشدہ اس کو ضائع کر دیں گے اسے چھپالیا اور یکے میں ڈالا، پانی میں پھینکا، فرعون کی بیوی نے دیکھا تو وہ فریفتہ ہو گئی، فرعون نے دیکھا وہ چھوڑنے پر رضا مند ہو گیا، حضرت شعیب علیہ السلام نے دیکھا دلا دینا لیا، جو دیکھتا ہے وہ فریفتہ ہوتا ہے یہ محبت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔

ہمارے پیغمبر جناب نبی کریم ﷺ کو کہا گیا

”لو الفتت مافی الارض جسیعاً ما الفت بین قلوبہم ولکن اللہ الف بینہم انہ عزیز حکیم“ (سورۃ انفال آیت ۶۳)

اگر آپ روئے زمین کے تمام تر انے خرچ کر لیتے تو ان صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی آپ ﷺ سے جو الفت ہم نے پیدا کی ہے آپ نہیں پیدا کر سکتے تھے۔

”ما الفت“ الفت کیا ہے۔ ”الف، یؤلف، تالیف“، الفت سے ہے، یہ محبت کا

اونچا مقام ہے، اس میں غرض ختم ہو جاتی ہے۔ غلام، لکھتے ہیں کہ محبت میں شکوے شکایات بہت ہوتے ہیں، مارنگی بہت زیادہ پیش آتی ہے لیکن الفت شکوہ شکایات سے بلند و برتر ہے۔ اس کی مثال یوں دی جاتی ہے کہ محبت خداوندی حقیقت میں الفت کے معنی میں ہے۔ اگر کسی کا باپ مرے، اس کی ماں مری، اس کا کارخانہ غرق ہو گیا یا اس کے یہاں آگ لگ گئی تب بھی اسے خدا سے ناراض ہونے کا یا اس سے شکوہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو تمام محسنوں سے بڑھ کر محسن ہے اور اللہ کی براد اور قدرت کی ہر کاریگری میں حکمت موجود ہے۔ اس لئے مخلوق کا جو رشتہ رب العزت سے ہے وہ محبت کے انتہائی مقام، الفت پر ہے۔

آنحضرت ﷺ سے بھی امت نے کبھی شکایت نہیں کی اور قیامت تک نہیں کرے گی، اس لئے فرمایا ”وَلَكِنَّ اللَّهَ الْفَتْحُ“ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور آپ کی امت کے درمیان الفت ڈال، اور ”لَا يَسْلَفُ قَرِيبٌ“ یہی الفت قریش کو بھی دی گئی تھی۔ یہ ایک خاص قسم کی الفت تھی جو قریش کے سینوں میں اتاری گئی تھی۔ قریش وہ قبیلہ ہے جو کہ کعبہ کا متولی تھا اور ان کے تصرف میں کعبہ تھا۔ اسی قریش کی ایک بڑی برانچ ہے، بڑی شاخ ہے اس کو عدنان کہتے ہیں اور پھر اس کا ایک حصہ ہے بنو ہاشم۔ جیسے دودھ سے بنتا ہے دہی اور دہی سے نکلتا ہے مکھن اور گھی۔ تو قریش جیسے دودھ، بنو عدنان جیسے دہی اور بنو ہاشم جیسے گھی اور مکھن۔ اس میں جناب نبی کریم ﷺ کا تولد ہوا ہے، قریش اہل مکہ میں سب سے ممتاز قبیلہ تھا۔ (بڑا قبیلہ ہمیشہ پہلے یا دیکھا جاتا ہے جیسے سندھ، سرحد، بلوچستان، پنجاب یہ بڑی اقوام ہیں اور پھر جب قریب آجائیں گے تو پھر کراچی، کراچی میں گلشن اقبال، یہ دستور ہے کہ بڑے سے چھوٹے کی طرف آتے ہیں اصل اور حاصل کی بات آخر میں ہوتی ہے)۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا درو پھر واقعہ

پورے ملک کے اندر بزمی اور بزمی بھلی ہوئی تھی، کوئی گھر ایسا نہیں تھا کہ جس کا ایک فرد غائب نہیں تھا لہذا اتنی بڑی ہوئی تھی کہ کسی کو بھی بازار میں پکڑ کر چھ دیا جاتا تھا۔ حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے ساتھ منڈی آئے تھے سامان خریدنے کے لئے کیلئے اور ان کو چندروں نے پکڑ لیا اور مکہ کے بازار میں لا کر بیچا، ان کی ماں رہتی رہی تو اس کو پکڑ کر درخت سے باندھا اور بیٹے کو پکڑ کر تاجر کے ہاتھ بیچا۔ وہاں سے وہ مکہ مکرمہ پہنچے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے خرید لیا۔ اس وقت ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ اصل ہے اور غلام نہیں ہے۔ وہاں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو جناب نبی کریم ﷺ کے حوالے کیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد، ان کے چچا اور تایا پورے عالم کے اندر ان کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے اور وہ متمم کے درو پھرے اشعار پڑھتے تھے۔

بکیت علیٰ زید ولم ادر ما فعل	أحی فیو حی ام اتی ذونہ الاجل
فواللہ ما ادری وان کنت سائلا	أغالک سیل الارض ام غالک الجبل
فیالبت شعری هل لک الدھر وجعة	فحسی من الدنیا وجوعک لی عدل
تذکونہ الشمس عند طلوعها	ويعرض ذکراف اذا قارب الطل
وان هیت الارواح هیجن ذکرو	فیاطول ما حزنی علیہ ویا وجل
ساعمل نص العیش فی الارض جاعدا	ولا أنسام النطواف او نسام الابل
حیاتی او ناتی علی منیتی	وکل امری فان وان غود الامل

سأوصی بہ قیسا و عمرا کلاهما

و أوصی بزیدا ثم من بعدہ جبل

میں زید کے لئے رہنا رہیں گا یہاں تک کہ یہ پتہ چل جائے کہ ہمارا زید زندہ ہے یا مر چکا ہے
میں اسے سارے جہان میں ڈھونڈوں گا پوری زمین اور تمام پہاڑوں میں۔
جب سورج نکلتا ہے تو مجھے خوف ہوتا ہے کہ میرا زید کہاں ہوگا اور جب میں کسی
بچے کو کھیلنے ہوئے دیکھتا ہوں تو مجھے آپ یاد آتے ہیں۔

جب ہوائیں چلتی ہیں تو پھر مجھے آپ کی یاد دلاتی ہیں اور جب ٹھنڈا شروع ہوتی
ہے پھر آپ یاد آتے ہیں کہ میرا بیٹا کہاں ہے اور میرے اونٹ تھک گئے اور میرے
اعضائے جسم جواب دے گئے لیکن میں کبھی نہیں کہوں گا میں تھک گیا۔

اگر میں مرنے لگا تو میں اس کے بھائی یزید اور عمر و کو وصیت کروں گا، وہ بھی اسی
طرح تلاش جاری رکھیں گے، یہاں تک کہ وہ ہم سے ملے یا اس کی موت کی اطلاع ملے۔
قسم قسم کے اشعار ہیں، اور ان اشعار کے ساتھ یہ انما ان تھا کہ صرف یہ خبر ملے کہ

یزید روئے زمین پر کہیں زندہ ہے تو یہ خبر دینے والے کو دس اونٹ دیں گے، اور جو پورا پتہ
بتائے اس کو سو (۱۰۰) اونٹ دیں گے، چونکہ قیمتی اشعار تھے اس پر انعام مقرر تھا تو شتر
بانوں نے یاد کئے تھے۔ ایک قافلے والے مکہ مکرمہ کے بازار میں آئے ہوئے تھے اور یہی

اشعار پڑھ رہے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے کسی کام سے گئے تھے۔
وہاں انہوں نے شتر بان کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سن لیا، حضرت زید رضی اللہ عنہ حد درجہ
ذہین تھے شعر سن کر سمجھ گئے کہ یہ تو میرے خاندان کے اشعار ہیں اور مجھے یاد کر رہے ہیں۔

جب وہ خاموش ہو گئے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسی لب و لہجہ میں جواب دیا کہ

احسن الی قومی وان کنس لائیما فانی فعبید البیت عند المشاعر
فکفوا من الوجد لئلا یفقد شجاکم ولا تعملوا فی الارض نص الا باعمر
فانی بحمد اللہ فی خیر اسرۃ کرام معد کابرا بعد کابرا

میں زندہ ہوں اور روئے زمین کے بہترین خاندان میں ہوں جن سے بہتر اللہ
نے نہ پیدا کیا اور نہ قیامت تک پیدا ہوگا۔ تم غم کے پہاڑ گرا دو اور ہمیشہ کے لئے خوش
ہو جاؤ۔ (اسد الغابۃ ج ۲ ص ۲۲۵، الاصابۃ ج ۲ ص ۲۹۵)

جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ جواب دیا تو شتر بان گھوڑے پر بیٹھ گیا
اور جس علاقے میں ان کے بڑے رہنے والے تھے وہاں دوڑا۔ ان کو جا کے کہا کہ ہم مکہ
مکرمہ میں بیت اللہ کے پیچھے تھے ایک نوجوان اس عمر کا ہمیں ملا اور اس نے یہ شعر پڑھ لیا
ہیں، مؤرخین لکھتے ہیں کہ انہوں نے اس وقت جو اونٹ دیئے صرف اس اطلاع پر ایک
ہزار اونٹ جمع ہو گئے ایسا غم ان پر گزرا تھا اور وہ لوگ ایسے غم سے دوچار تھے، یہ خبر سن کر ایسی
خوشی ان کو حاصل ہوئی کہ جس کی کوئی انتہا نہ تھی۔

وہاں سے ان کا ماموں، چچا، تایا اور والد سارے کے سارے روانہ ہو گئے کہ ہم
آپ کے ساتھ چلیں گے۔ جب مکہ مکرمہ پہنچے تو انہوں نے ماحول دیکھا اور عجیب نظام
دیکھا، حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی ملاقات کے ساتھ ہی انہوں نے جناب
رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ حضرت نہ ہم غلام ہیں اور نہ ہماری نسل میں کوئی غلام رہا ہے غلام تو
بہت بڑا عیب ہے دشمنوں نے ان کو کہیں منڈی سے پکڑا ہے اور بیچا ہے۔ آنحضرت ﷺ
مسکرائے اور فرمایا کہ یہ جس دن سے مجھے ملا ہے اس دن سے آزاد ہے، پیغمبر لوگوں کو غلام
بنانے نہیں آئے پیغمبر لوگوں کی غلامیت ختم کرنے کے لئے آتے ہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا
اس کو پورا اختیار ہے جس طرح یہ فیصلہ کر لے اجازت ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ مجھے چند لمحوں کے لئے

اجازت دیں تو میں ان کو سمجھاتا ہوں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ بڑی خوشی کے ساتھ آپ ان کے ساتھ بیٹھیں اور گفتگو کریں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آگے اپنے لوگوں سے تین باتیں کہیں ایک یہ کہ یہ خدا کے پیغمبر ہیں اور نبی آخر زمان ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے جیسے آسمان اور زمین کے وجود میں کوئی شک نہیں۔ دوسری بات یہ کہی کہ یہاں سے کوئی جانا نہیں ہے یہ تو ایمان اور برکات کا منبع و مرکز ہے جو ایک بار یہاں آتا ہے پھر زندگی بھر یہاں سے جاتا نہیں ہے اس لئے یہ سوچیں بھی نہیں کہ میں یہاں سے کہیں اور جاؤں گا اور دوسری بات یہ کہی کہ پہلے ایمان لے آئیں اور دیر نہ کریں۔ چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی، چچا، ماموں یا سب کو کلمہ پڑھوایا اور جناب رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس پر وہ مشرف باسلام ہوئے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ آپ ان کے ساتھ چلے جائیں تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کے جمال اراء کو چھوڑ کر میں کسی اور جگہ چلا جاؤں۔ جناب نبی کریم ﷺ کی جو قدر و قیمت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہے اس کی مثال قیامت تک کوئی نہیں دے سکتا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ سے کافی دور تک ان کو چھوڑنے کے لئے گئے اور ایک ایک فرد کی خیریت پوچھی اور ان کو سلام بھیجا اور ان کو کہا کہ جتنا جلد ہو سکے آپ واپس آئیں۔

شریعت کا مقابلہ تباہی اور مری بادی کا موجب ہے

زمانہ ایسا پر آشوب تھا انسانوں کی تجارت ہوتی تھی اور انسان کو منڈیوں میں بھیڑ بکریوں کی طرح بیچا جاتا تھا اور خریداجاتا تھا، ایسی بد امنی کا ماحول تھا ایسے وقت میں اللہ

تعالیٰ نے جناب رسول اکرم ﷺ کو احسانات اور امتنانات کے ساتھ مہوٹ فرمایا۔ جس سرزمین پر جناب نبی کریم ﷺ کا دین جو آپ لے کر آئے ہیں وہ نافذ ہو وہاں امن ہوگا وہاں لوگوں کے رزق میں برکت ہوگی اور جس سرزمین میں دنا ہو، تلخ ہو، مکر ہو، فریب ہو اور جس سرزمین پر کھلم کھلا شریعت کے مقابلے میں دوسرا آئین نافذ ہو وہاں لوگوں کی زندگی اجیران ہوگی اور یہی بات قرآن کریم سے ثابت ہے

”قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُتْلَىٰ التَّوْرَةُ وَالْإِنْجِيلُ
وَمَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ“ (سورہ مائدہ آیت ۶۸)

اے تورات اور انجیل کے ماننے والوں تم کچھ بھی نہیں ہو تمہاری کوئی حقیقت نہیں ہے تمہاری انسانیت خطرے میں ہے تمہاری زندگی برباد ہے ”لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ“ تم کچھ بھی نہیں ہو ”حَتَّىٰ تُتْلَىٰ التَّوْرَةُ وَالْإِنْجِيلُ“ یہاں تک کہ نافذ کر لو تورات اور انجیل کو ”وَمَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ“ اور جو احکام آئے ہیں تم کو تمہارے رب کی طرف سے۔ تورات اور انجیل کے نافذ نہ کرنے والوں کو کہا کہ ”لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ“ تم کچھ بھی نہیں ہو تورات اور سنت جس سرزمین پر نافذ نہ ہو وہ کیا چیز ہے اور اللہ کے یہاں ان کی کیا قدر و منزلت ہے اور کیا عزت و آبرو ہے۔

”قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُتْلَىٰ التَّوْرَةُ وَالْإِنْجِيلُ وَمَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ“ اے اہل کتاب تم کچھ بھی نہیں ہو یہاں تک کہ جب تم تورات اور انجیل اور جو کچھ اللہ کی طرف سے آیا ہے اسکو نافذ نہ کر لو، تورات اور انجیل پر ایک ایسا وقت آیا کہ وہ آسمانی کتاب ہونے کے باوجود منسوخ اور مخرف مانی گئی اور ان کی ضرورت پوری ہو گئی

لیکن قرآن کریم اور جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت مقدسہ اور ان دونوں کے جامع پروگرام فقہ پر کبھی بھی قیامت تک ایسا وقت نہیں آئے گا کہ ان کی ضرورت نہ ہو، بروقت اس کی ضرورت موجود رہے گی۔ آج انسان، مومن، مسلمان کلمہ کو ہو کر، شیخ و فقہ نماز پڑھتے ہوئے، تہجد اور اشراق چاشت کی پابندی کرتے ہوئے کسی کو بھی یہ احساس تک نہیں ہے کہ ہم پر کوئی اور نظام نافذ ہے وہ بدترین ظلم اور بدامنی کا قانون ہے، ایسے لوگوں کو قرآن کہتا ہے "لنسم علی سنسی" تم خدا کی نظر رحمت میں کچھ بھی نہیں ہو جب تک قرآن کریم اور سنت نبویہ عملاً قانوناً نافذ نہ کرو۔ ایک مقام پر رب العزت فرماتے ہیں "ولو انهم اقاموا التورۃ والا انجیل وما انزل الیہم من ربہم" اگر یہ لوگ تورات اور انجیل اور جو احکام رب کی طرف سے ان کو ملے ہیں نافذ کر دیتے "لا تکلوا من فو قہم ومن تحت او جہلہم" (سورہ مائدہ آیت ۶۶) تو یہ اوپر سے اور نیچے سے رشتیں اور خزانے کھالیتے، ایک جگہ ہے "ولو ان اہل البقرۃ امنوا واتقوا لفتحنا علیہم بركة من السماء والارض" (سورہ اعراف آیت ۹۶) ہم آسمان کی برکتوں کے دروازے ان پر کھول دیں گے۔

خون ریزی اور بدامنی کی چند وجوہات

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کی وجہ کیا تھی کہ لوگوں میں خون ریزی بڑھ گئی اور انسانوں میں باوجود مسلمان ہونے کے ایک دوسرے کے خون پینے کے درپے ہو گئے؟ وجہ ہم اور آپ کیا بتائیں گے، وجہ قرآن سے پوچھو کہ ایسی قومیں کب نہیں کے وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسی ہو گئیں، جس وقت انہوں نے وحی کو پس پشت ڈال دیا، وحی کو

پھینک دیا اور وحی پر عمل ترک کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مختلف سزائیں دیں اور سلب سکیم شیعہ اور تم کو ایک دوسرے میں خلط ملط کر دے گا، "و یلیق بعضکم باس بعض" (سورہ انعام آیت ۶۵) اور اللہ تعالیٰ تم میں سے ایک کو دوسرے کا خون پیادے گا۔ دنیا فساد مچ جائے گا، یہ اس وقت جب شریعت مقدسہ سے انحراف ہو۔ انحراف دو قسم کا ہے ایک تو انحراف انفرادی ہے وہ تو تقریباً ہر مسلمان میں اچھی صلاحیتوں کے ساتھ کچھ کونا حیاں بھی موجود ہوتی ہیں۔ "کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون" (ابن ماجہ ۳۱۳) ہر شخص سے غلطی ہوتی ہے اور بہترین غلط کار وہ ہے جو جلدی توبہ کر لے اور برائیاں چھوڑ دیں اس کا تذکرہ اس وقت نہیں ہے، کسی ایک آدمی کی غلطی اور خطا سے پوری قوم معصوب اور پوری سرزمین زیر عذاب نہیں ہوتی۔ دوسرا انحراف وہ ہے جس میں تمام مکین، رہنے سہنے والے لوگ برادر کے شریک ہوں، پورا ملک شریک ہو۔ کتنا بڑا جرم یہ ہے کہ پاکستان پر ساٹھ سال گزرنے کے باوجود ایک فرد، ایک رکن پر ایک دفعہ بھی اسلامی آئین کا نافذ نہ ہو سکا، بلکہ کھلم کھلا حدود اور حقوق اسلام میں دخل اندازی کی گئی اور کھلم کھلا اپنی اکثریت نام نہود اور نام نہاد سے اس کی تائید کرائی گئی۔ آخر وہ تائید کرنے والے ممبران بھی تو مسلمان کہا جاتے ہیں وہ بھی کلمہ پڑھتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اس سے نہیں ڈرے کہ وہ اللہ کے عذاب کو مول لے رہے ہیں، اللہ کے عذاب کا سامنا کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک خلیفہ بن کر عذاب یافتہ بن کے جا رہے ہیں، جب تمام قسم کی ناکردگیاں ہر طرف سے ہوئیں تو مولویوں نے شور مچایا اور تحریکیں چلائیں۔ تحریکیں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک وہ جو اغراض سے وابستہ ہوں وہ تحریک دیر تک نہیں چلتی اور دوسری تحریک وہ جو مقاصد

سے وابستہ ہو وہ الی الموت جاری رہتی ہے اچھے لوگ اور لائق لوگ دکھے ہوئے ہیں لیکن ان کی آواز پست ہے ان کے اثرات کم ہیں اور جن کی آوازیں ہیں اور اثرات ہیں وہ اغراض کے شکار ہو جاتے ہیں اس لئے تحریک کامیاب نہیں ہوتی۔

مسجد ڈھانا مکمل اسلام ڈھانے کے برابر ہے

کہتے ہیں کہ بیت المقدس پر اسرائیل نے قبضہ کر لیا، فلسطین کی مدد کے لئے مسلمان نہیں گئے، باہری مسجد شہید کر دی گئی، صرف ہنگامے ہو گئے، مقصد پورا نہیں ہوا تو جب دو مساجد پر کنار نے ہاتھ صاف کئے تو دو ملک اس کے نتیجے میں چلے گئے عراق اور افغانستان۔ ایک مسجد کی بے حرمتی سے ایک ملک قربان ہو سکتا ہے۔ ملک کی کیا حقیقت ہے مسجد ساتویں زمین اور ساتویں آسمان تک خدا کا گھر ہے۔ کراچی میں لیاری آئیم کے تحت ساڑھے چار ہزار مساجد مدارس مہندم کر دی گئیں اور بعض ابن الوقت علماء کے فتوے بھی دیکھائے گئے، وہ سب فتاویٰ جھوٹے اور غلط تھے، جبکہ پاکستان کے سب سے بڑے مفتی اور فقیرہ الزمان مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہائیکورٹ کے سامنے کہا تھا کہ کوئی ایسا آرڈر کورٹ یا صدر پاکستان نہیں کر سکتا جو مسجد کے خلاف ہو وہ غلط ہوگا، اور حرام اور ناجائز ہوگا۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ چاروں صوبوں کی حکومتوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ جو مساجد ان احقراتز بغیر اجازت حکومت کے بنی ہیں یہ مساجد نہیں ہے یہ فیصلہ آپ کا غلط اور جھوٹا ہے۔ ہر وہ جگہ جو کسی ایک فرد کی نہ ہو بلکہ بحق مملوک سرکار ہو اور اس میں مسلمان اپنی ضرورت دین کے لئے مسجد بنائیں وہ شرعی اور

فقہی طور پر مسجد ہے قیامت تک وہ مسجد رہے گی، آپ اس کو سنا نہیں کر سکتے بلکہ آپ اس کی قانونی اجازت جاری کر لیں۔ اسی ادارے کے مفتی اور فقیرہ نے یہ تحریر دی اور اس پر کس پٹا ہزاروں علماء ہدایتوں میں پیش ہو گئے مفتی صاحب کے حق میں بیان دیے اور آخر کار حکومت کو پیچھے ہٹنا پڑا اور مفتی صاحب کا فتویٰ الہدائن رہا۔ اب ایسے لوگ آئے اور غلط فتوے لکھے اور ان کو کہا کہ ٹھیک ہے ایک ماٹم یہاں گزرا بہت بڑی داڑھی تھی بس خالی داڑھی تھی اور کچھ نہیں تھی داڑھی ایسی ہونی چاہئے جو سنت کے مطابق ہو اور سنت کا کام بھی کرے۔ رنجیت سنگھ کی بھی داڑھی تھی بابا گر واماں کی بھی داڑھی تھی لیکن وہ اسلام کے منکر کو برا دکر رہے تھے اسلام کے مقاصد کے خلاف جتنا انہوں نے کام کیا اتنا کسی اور کافر نے نہیں کیا، یہ کہتے ہیں کہ ہم دینی لوگ ہیں ہماری جماعت دینی جماعت ہے ہماری تائید کریں۔

تمہیں اس منصوبے سے پیچھے ہٹنا تھا اس عہدے سے پیچھے ہٹنا تھا جس کے تحت یہ آرڈر پاس ہو رہا تھا کہ مساجد جو اس پل اور راستے کے نیچے آ رہی ہیں، وہ گرانی جاسکتی ہیں آپ کو کہنا تھا میں مسلمان ہوں کلمہ کو ہوں اور ہماری جماعت تو نام نہاد اسلامی کہلاتی ہے سچ کسی نے کہا تھا کہ اسلام کے نام پر دھوکہ دیا جا رہا ہے۔ بالکل غلط ہوا ہے کوئی بھی مسجد کسی بھی روڈ کے تحت آئی اور اسے بنایا گیا، حرام اور ناجائز ہے۔ وہاں کے رہنے والے تمام مسلمان اسی جرم میں شریک ہو جائیں گئے۔ میں نے اس پر اس وقت بھی جمعہ پڑھایا تھا بعد از وقت بات نہیں کرنا اور اس ادارے میں جا کر اس مفتی کو طلب کیا کہ آپ مجھ سے بات کریں، تین دفعہ مجھے جانا ہوا تینوں دفعہ غیر حاضر ہوئے آخر میں اس نے کہا کہ وہ جھوٹے بولتے ہیں میں نے فتویٰ نہیں دیا۔ لیکن سچ بات یہ ہے کہ غلطیاں انہوں سے بھی

ہوئی ہیں۔ یہ سہراب کوٹھ تھا اس کے مہارہوں نے کے احکامات آئے تھے مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ علیہ زندہ تھے انہوں نے روک لیا کہ یہاں لوگوں نے نمازیں پڑھی ہیں، مساجد قائم ہیں جس مسجد میں لوگوں نے اسٹیج لیا وہ بچ گئیں، باقی سب مہارہو گئیں۔ مساجد تو شرعاً ایک حکم میں ہیں، یہ کیا بات ہوئی کہ جہاں لوگ ہلے گلے کریں اسے آپ چھوڑ دیں اور جہاں لوگ خالی کر دیں اسے آپ فوراً مہارہ کر دیں، یہ کرتے ہوئے کیا یہودی تائید نہیں ہوئی جو بیت المقدس کی توہین کر رہے ہیں؟، اور یہ کرتے ہوئے ہندوستان کے ہندوؤں کی تائید نہیں ہوئی؟ وہ کہتے ہیں کہ ایک پرانی مسجد جو باہر بادشاہ نے بنائی تھی خود آپ کے یہاں بھی عجائب گھر بنانا ہے اس کے لئے اتنا شور کر رہے ہیں اور ساڑھے چھ ہزار مسلمان اب تک باہری مسجد سانحہ میں شہید ہو چکے ہیں وہ سب اعلیٰ درجے کے شہید ہیں۔

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھودینے
پیدا کیا فلک نے جنہیں خاک چھان کر

ملک میں خون ریزی اور بد امنی کا فومہ دار کون؟

میرا مزاج نہیں ہے ورنہ میں جنگ اخبار کے صفحہ اول پر یہ نکال دوں کہ ملک میں خون ریزی کے فومدار وہ عناصر ہیں، وہ اتھارٹیاں ہیں، وہ ایجنسیاں اور انگریز کے وہ دم چھلے ہیں جنہوں نے ہر دور اور ہر زمانے میں جب بھی ان کو اختیار ملا انہوں نے مساجد پر، مسلمانوں کے شعائر پر اور دین کی عظمتوں پر ہاتھ صاف کئے، یہ خدا کا تہر ہے اور عذاب ہے کہ پوری دنیا کو تو چھوڑیں خود اسامی ممالک میں مسلمان ان سے نہیں ہیں۔ عجیب بات ہے کہ جب

افغانستان میں جہاد کر رہے تھے تو وہ طالبان تھے اور اسلام کے سپاہی تھے اور جب امریکہ نے انکو کیا کہ یہ غلط ہیں تو وہ مشددان ہو گئے۔ فیسوس صدافیسوس، اور اس فساد کو خود انہوں نے اپنے ملک میں طالب کیا اور ملک کے بعض اطراف کو ملک سے الگ کرنے کا منصوبہ بھی بنایا، امریکہ کیوں کہتا ہے کہ مجھے اجازت دو میں آ کے ان کو سیدھا کرتا ہوں آپ نے خود ان کو ایسا موقع دیا ہے۔ ہمارے ملک کے کسی حصے میں بھی حکومت کی طرح پر بغاوت نہیں ہے، یہی بغاوت ہے کہ حکومتوں کی طرف سے ظلم اور زیادتیوں کی انتہا نہ جاتی ہے ان کے زخم پر مرہم رکھنے والا اور ان کے آنسو پونچھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ پھر ان سے جو ہو سکتا ہے وہ کرتے ہیں۔

خود کش حملہ کے بارے میں ایک وضاحت

خود کش حملہ اور کیا ہے انہی کی غلط پالیسیوں اور غلط فیصلوں سے جنگ آ کر یہ اقدام شروع ہوا ہے۔ کہتے ہیں ہمارے پاس اس کا جواب نہیں ہے یہ تو بہت آسان طریقہ ہے اپنی بات منوانے کے لئے لوگ خود کش حملے کریں گے اور آپ کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ جواب ہر اس چیز کا دینا ہوگا جو آپ کی حکومت میں اس ملک میں ہو رہا ہے۔ میری ایک بات یاد رکھیں خود کش حملہ لاہور میں ہوا یا کراچی میں، راولپنڈی میں ہوا یا پشاور میں یہ حرام اور ناجائز ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ خود کش حملے کا ہدف مسیح مجرم نہیں ہوتا، بلکہ اس کے ساتھ کئی بے گناہ اور مظلوم انسان مارے جاتے ہیں۔ لاہور ہائیڈرو پاور کے سامنے جو نہتے اور بے قصور پولیس والے حضرات مارے گئے وہ ہمارے بھائی تھے وہ قوم کا سرمایہ تھے، وہ کوئی ایش اور بلیر کے کارندے نہیں تھے۔ جونو جی واما میں، وزیرستان میں اور سوات میں مارے جاتے ہیں وہ پاکستان کا سرمایہ ہیں، وہ ہمارے مسلمان بھائی ہیں۔ لیکن

سوال یہ ہے کہ اگر اس تصادم کا ذمہ دار کون ہے اور کس کے ایماء پر یہ سب ہو رہا ہے۔ اس کا علاج یہ نہیں ہے کہ کوئی مر جائے تو آپ اس کے مرنے کے بعد اسے خوب خراج تحسین پیش کریں اور اس کے لواحقین میں تھوڑی سی رقم تقسیم کر دیں کتنی شرم کی بات ہے بھلا روپیہ اور پیسہ بھی کسی کی زندگی کا بدلہ بن سکتا ہے، اس کا علاج قرآن کریم آپ کو بتا رہا ہے کہ ”فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ“ اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ دو رکعت نماز پڑھ لیں اور آپ کسی یتیم مسکین کو دو سو روپے دیں بس عبادت کا حق ادا ہو گیا ”فَلْيَعْبُدُوا“ عبادت تب معتبر ہوگی، جب ایمان ہو، آپ اپنے تمام فیصلے اسلامی آئین کے مطابق کر لیں اس کے بعد آپ کا عمل اس آیت پر درست ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ، سورۃ التقلید صرف قریش کی اصلاح کے لئے نازل نہیں فرمائی، اس میں پہلے ان کو ایمان کی دعوت دی ہے کہ تمہارے ساتھ اللہ نے کتنا احسان کیا ہے کہ تم گمراہی کا سفر بھی کرتے ہو، سردی کا سفر بھی کرتے ہو یمن بھی جاتے ہو اور شام بھی جاتے ہو اور یہ سب ان کیساتھ ہوتا ہے اس میں تم کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تم بیت اللہ شریف کے رہنے والے کہلاتے ہو، تو اس بیت اللہ کا جو رب ہے اللہ بزرگ و بڑتر اس کی عبادت میں اخلاص پیدا کرو اور ان کے بعد تمام مسلمانوں کو اللہ کی جانب بلایا گیا ہے کہ اپنا ہر کام اسلامی احکامات کے مطابق کرلو۔

خدا کی قسم اگر حکمرانوں میں ایمان اور اخلاص پورا ہو تو ملک کے دہشت گرد جلدی بن جائیں گے، اعلیٰ درجے کے صوفیاء بن جائیں گے، یہ حقیقت ہے قصے کہانیاں نہیں اگر ایک ملک پر ظالم مسلط ہو گیا تو وہاں تقویٰ اور عبادت کی حفاظت مشکل ہو جائے گی اور اگر ایک ملک پر ایک راہنما دیندار اور ایماندار مسلط ہو تو ملک کے حالات اور ہوں گے، وہاں کے ظالمین اور دہشت گرد بھی پاک کپڑے پہنیں گے اور مقلد بن جائیں گے۔

کسی سیاسی لیڈر کے قتل پر جو احتجاج ہوا اور اس کے اندر ملک میں اموال کا جو دھڑکا

یہ ایک اسلامی معاشرے اور مسلمانوں کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ یہ تو بڑا آسان ہے کہ ملک میں واقعات تو ہوتے ہیں، کہیں بھی کوئی لیڈر مارا جائے تو آپ اسی دن کے انتظار میں رہیں اور جہاں پر بھی بینک اور سرکاری املاک ہو اس کو لوٹنا شروع کر دیں۔ اس کو ملک کہتے ہیں؟ یہ فورسز والا ملک ہے؟ جس ملک میں تین اتھارٹیاں موجود ہوں وہاں یہ حالات کیسے پیش آسکتے ہیں۔ پولیس کے علاوہ یہ سارے عناصر اس وقت کہاں غائب تھے، یہ تو صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ایک سوچی سمجھی سازش اور منصوبہ تھا۔ اگر یہ سیاست نہ پتو یہ تو بہت آسان ہے۔

قرآن کہتا ہے ”فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ“ پہلے لوگ اپنا ایمان صحیح کر لیں۔ مسلمان کسی کے مال پر ہاتھ نہیں ڈالتا اور نہ ہی مسلمان ناحق کسی کا کان کھینچتا ہے اور نہ ہی مسلمان ناحق کسی کا بازو موڑتا، اسے یقین ہے کہ یہ بے گناہ ہے اور مجھ سے اللہ اس کا حساب لے گا ”فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ“ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پہلے اپنا ایمان درست کر لیں اور اپنی عبادات اور دینیات میں اخلاص پیدا کریں پھر میری طرف آؤ اور میری عبادت کرو۔ ”الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَ أَتَمَّ لَهُمْ مِنْ خَوْفٍ“ اللہ وہی تو ہے جو رزق دیتا ہے بھوک کے مقابلے میں ”وَأَتَمَّهُمْ مِنْ خَوْفٍ“ اور ان دیتا ہے تمام خوف اور خطروں سے۔ تو ان کے قیام کے لئے اور رزق رسائی کی سہولتوں کے لئے معاشرے اور معاشرے کے ذمہ داروں کو اللہ تعالیٰ پر ایمان اور ایمان کے ساتھ اخلاص کا طرز حیات اختیار کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے دین کی برکت سے ہمارے ملک، شعائر دین و اسلام اور اس خدا داد حصے کی حفاظت فرمائیں اور یہاں کے لوگوں کو امن نصیب فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

سورہ حجرات کی دو آیتوں کی تفصیل

قابل قدر بزرگو! بھائیو اور عزیز دوستو سورہ حجرات کے پہلے رکوع کی دو آیتیں میں نے پڑھی ہیں۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی باہم ماراٹگی اور جنگ و جدال کا ذکر کیا ہے اور دوسری میں مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو آپس میں لڑنے سے روکیں اور دوسرے جسے میں ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی واقعی مصالحت قبول نہیں کرتا اور مسلمانوں کی عزت و آبرو کے درپے ہے، تو ضروری یہ ہے کہ ان کو روکنے کی پوری کوشش کی جائے یہاں تک کہ ظالم کو ظلم سے روکنے کے لئے اس سے جنگ کرنا پڑے۔ تو مصالحتی پنچایت قیام امن کے ذمہ داران اس میں دریغ نہ کریں، کوتاہی نہ کریں۔

اگلی آیات میں ارشاد فرمایا، کہ مسلمان تو آپس میں بھائی ہیں اور بھائیوں کے اندر بھائی بندی اور محبت کا ہونا ضروری ہے۔ خداوند تعالیٰ کا خوف کرو اللہ سے ڈرو اور ایک دوسرے سے مت لڑو اس سے پرہیز کرو تم پر خدا کا رحم تب ہوگا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انداد اور نصرت کے مستحق تب بنو گے جب آپس میں شیعہ و شکر ہو جاؤ اور تم لوگوں کے درمیان محبت اور مودت پیدا ہو جائے، تصادم، تباغض اور تحاسد کی فضاؤں سے بچ کے رہو۔

معاشرے میں بد امنی کے اسباب

اس کے بعد قرآن کریم نے چند امور کی ایک فہرست شائع کی ہے کہ ان سے معاشرے میں بد امنی پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً ایک دوسرے سے فہمی اور مذاق اڑانے میں کبھی استعمال کی سرحدوں سے تجاوز ہو جاتا ہے فہمی اور مذاق اگر حد شرعی میں ہو تو محبت کا باعث

tings\Muneeb\Desktop\Ahs
Khutbat headings\4.tif not
found.

الحمد لله جل وعلا و صلى الله وسلم على رسوله المصطفى و نبیه
المجتبى و امینه على و حى السماء و على آله النجباء و اصحابه الاتقياء الفضل
الخلاى بعد الانبياء و من بعدهم اقتدى و آثارهم اقتفى من المفسرين
و المحللين و الفقهاء الى يوم الجزاء اما بعد!

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم
وَ اِنْ طَائِفَتٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاصْلَحُوا بَيْنَهُمْ اِنْ كَانَ بَعْثُ احَدٍ نَّبِيًّا
عَلَى الْاُخْرَىٰ فَلْيَاْتِلُوا الَّذِى تَبْعَى حَتَّى تَقْضَىٰ الَّذِى اَمَرَ اللّٰهُ اِنْ كَانَ فَاَصْلَحُوا
بَيْنَهُمْ بِالْعَدْلِ وَاَقْسَطُوا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَلْقَاسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اُخُوَّةٌ
فَاَصْلَحُوا بَيْنَ اُخْوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ (سورہ حجرات آیت ۱۰۹)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اعان على قتل مؤمن شطر
كلمه لقي الله مكتوب بين عينيه انس من رحمة الله ۰۰ (مشکوٰۃ ج ۳ ص ۳۰۶)
السلام على و سلم على سيدنا و مولانا محمد و على آله و اصحابه
و بارک و صلى و سلم عليه

ہے اور جب تجا وزالی الہ نہ ہو جاتا ہے تو بغض پیدا ہو جاتا ہے۔ گپ شب میں ایک شخص محسوس کر لیتا ہے کہ اس کا مقصد فہمی مذاق نہیں بلکہ میری توہین کرنا ہے کو وہ اس وقت اس مقام پر نہیں ہے لیکن اس کے دل میں کینہ بیٹھ جاتا ہے، اب آگے اس کی طرف سے ایک لفظ اور حرف کے برابر بھی کوئی جملہ نہ ہوگا، تو وہ اسے بہت ہی بھاری پڑے گا اور اس کی دل آزاری کا سبب بنے گا۔ عام طور پر ایک دو آدمی جب آپس میں بیٹھتے ہیں تو فہمی مذاق کم ہوتا ہے لیکن جب بڑا سیلہ اور نجوم لگانے والے پھر سخت ضرورت ہے کہ آپس میں فہمی مذاق میں بھی شرعی حدود کو محفوظ رکھا جائے اور ان سے تجا وز نہ کیا جائے بقدر ضرورت دل لگی یا تملط یہ سنت طریقہ ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ کے مزاح کے واقعات

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ حضرت (ﷺ) مجھے سواری کے لئے ایک دو دن کے لئے اونٹ چاہیے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ تو نہیں ہے لیکن میرے پاس اونٹ کا بچہ ہے میں وہ آپ کو دے سکتا ہوں، (اونٹ کا بچہ تو بظاہر چھوٹا سا ہوتا ہے) اس شخص نے کہا کہ حضرت ﷺ اسے اٹھا کر گردن پر رکھوں گا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا کے بندے میرا جو اونٹ ہے وہ بھی اپنے ماں باپ کا بچہ ہی ہے۔ (شماک ترمذی ص ۱۶، ابوداؤد ج ۲ ص ۶۸۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ فرماتے تھے، "یساً ذالاذنین" (شماک ترمذی ص ۱۵، ابوداؤد ج ۲ ص ۶۸۶) ۱۔ دوکانوں والے تو مذاق اور گپ شب میں بھی

حد شرعی سے تجا وز نہیں ہے، ہر شخص کے دوکان ہوتے ہیں۔ ترمذی میں ہے کہ ایک بوڑھی عورت نے حضرت ﷺ سے کہا کہ اللہ سے دعا کریں کہ مجھے جنت میں داخل کر دے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "یا ام فلانان الجنة لا تَدْخُلُہَا عَجُوزٌ" "بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی، تو اس نے رونا شروع کر دیا، کہ حضرت ﷺ میں کہاں جاؤں گی، تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تمہیں جوان کر دے گا اس کے بعد تو جنت میں جائے گی "انّا انشاءنہن انشاءً" فجعلنہن ابکاراً" عربا اقربا" لا صاحب الیسین" (سورہ واقعہ آیت ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸) (شماک ترمذی ص ۱۶) ہم ان کو بالکل جوان لڑکیاں بنائیں گے "فجعلنہن ابکاراً" انہا کرات ہو جائیں گی، "عصر با" "محبوبوں سے لبریز" لا صاحب الیسین" اور تمام جنتیوں کی بیویاں ان کی ہم عمر ہوگی اور جنتی وہ لوگ ہیں جو دائیں ہاتھ والے ہیں۔

اسلام میں دائیں ہاتھ استعمال کرنے کی تاکید

ہمارا معاشرہ بھی بچپن راستے پر چل پڑا ہے ہر وہ کام کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں جو سنت سے دور ہو۔ پانی پینا ہوگا تو الٹے ہاتھ سے پی لیں گے اور ایک سانس سے پیئیں گے جیسے جنگلی نیل ہوتا ہے اور کھڑے ہو کر پی لیں گے صرف ایک پانی پینے میں تین سنتوں کی خلاف ورزی کرنی، اگر اس میں سنت کا اہتمام ہو جاتا تو یہ پانی پینا بھی عبادت بن جاتا، لیکن احساس کہاں ہے۔ لوگوں میں اتنی تمیز بھی نہیں رہی ہے کہ کرسی موجود ہے، چارپائی ہے یا اگر کوئی چیز نہیں تو زمین تو ہے، آپ پانی پی رہے ہیں یا اور کوئی چیز کھا پی رہے ہیں تو آپ کو ایک لمحے کے لئے نیچے بیٹھنا چاہیے۔ کیونکہ حکم یہ ہے کہ بیٹھ کے کھائے اور پینے اور

دائیں ہاتھ سے ”اصحاب الیمین“ یہ لوگ قسمت والے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو نامہ اعمال بھی دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اس لئے یہیں سے دائیں ہاتھ کی مشق کر لیں، کوئی چیز دے رہا ہے الٹا ہاتھ آگے کیا کوئی لے رہا ہے الٹا ہاتھ آگے کیا، آدمی کو شرم آتی ہے جو ان آدمی سے چالیس پچاس سال کا اس کو ہم کہتے ہیں دوسرا ہاتھ آگے کریں، جیسے چھوٹا بچا ہو ساڑھے چار سال کا، دینی اعتبار سے کس قدر انحطاط ہے اور معیار رتقی سے اور عزت سے قوم گر گئی ہے اس لئے قرآن کریم نے کہا ”لا صاحب الیمین“ یہ جنت جانے والے دائیں ہاتھ والے ہیں بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی خاص اور اہم مسئلہ نہیں ہے اللہ کے بندو یہ پیغمبر کا طریقہ ہے، قرآن کا بیان ہے، اسلام نے اس کو تاہل اعریف کہا ہے، ترغیب دی ہے تو اس سے بڑھ کر مسئلہ کیا ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کھانے پینے میں الٹا ہاتھ استعمال نہ کرو کیونکہ الٹے ہاتھ سے شیطان کھاتا اور پیتا ہے (ترمذی ج ۲ ص ۲)۔ یہ ایک ایسی سنت ہے جسے ہر مسلمان کو اپنانا چاہئے اور اس کے خلاف کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کی دل لگی کیلئے بعض جملے ایسے ارشاد فرمائے ہیں جن سے دل ہنگی پیدا ہو جائے، جنت میں بھی گپ شپ ہوگی ”بتنازعون فیہا کما ساء“ (سورہ طور آیت ۲۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ گپ شپ میں ایک دوسرے سے دودھ کے اور شراب کے پیائے چھین لیں گے، لیکن دنیا میں جب چھینا جھپٹی ہوئی ہے تو پھر ہرزہ سرائیاں بھی ہوتی ہیں، ماموافتی باتیں اور بے ہودہ کلام بھی ہوتا ہے تو فوراً قرآن نے کہا کہ ”لا لغو فیہا ولا نائیم“ نہ کوئی بے ہودہ بات ہوگی اور نہ ہی کوئی گناہ کی حرکت اس کا مطلب یہ ہوا

کہ ایک تو کوئی ایسا کلام نہ کہے جس سے دوسروں کی دل آزاری ہو اور نہ کوئی ایسا کام کیا جائے جس سے شریعت کا نقصان ہو اور حد شرعی سے آپ آگے بڑھتے ہوں اسے گناہ کہتے ہیں ”فنائیم“۔ بے اعتدالیاں و متم کی ہوتی ہیں کبھی ایک انسان کی دل آزاری ہوتی ہے اسے لغو کہا گیا ہے، بے ہودہ کام اور دوسری اکہ شریعت کی حد ٹوٹ رہی ہے اس کو اٹھ کہا ہے۔ جس مجلس میں دل لگی ہو، فنی مذاق ہو اور آپس کی بول چال میں اور دل ہنگی اور خوشدلی میں نہ تو کسی کی دل آزاری ہو رہی ہو اور نہ ہی شریعت کی حد ٹوٹ رہی ہو تو یہ تو سنت مجلس ہے درست اور صحیح ہے، باعث اجر و ثواب ہے۔

والدین کی ایک کمزوری اور اس کی اصلاح

عام طور پر خواتین چونکہ نفاذ حصات المعطل والمہین ہیں یعنی وہ دین میں بھی کمزور ہیں اور عقل بھی ان کی آدمی ہے تو ان کے منہ سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جو دوسروں کے لئے دل آزاری کے باعث ہوتے ہیں تو قرآن کریم نے اس کو باقاعدہ ذکر کیا ہے ”ولا نساء من نساء“ (سورہ حجرات آیت ۱۱) عورتیں بھی عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں اور جب یہ بیان فرمائی کہ ہو سکتا ہے کہ آپ جس کا مذاق اڑاتے ہیں وہ مقام اور مرتبہ میں عند اللہ آپ سے بلند ہو تو جو آپ سے بلند ہو اس کا کوئی مذاق اڑاتا ہے؟ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ استاذ کے ساتھ فنی مذاق نہیں ہے، والد کے ساتھ فنی مذاق نہیں ہے۔ بعض والد بے ہودہ ہو گئے ہیں اور نے اور ماڈرن کلچر سے متاثر ہو کر کہتے ہیں کہ میرے بچے بالکل میرے دوست کی طرح ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اگر کسی بازار میں شرم اور عقل ملتی تو ان کو

شرید کے دی جاتی۔ کہتے ہیں میں نے بے کو دوست کی طرح رکھا ہے، مطلب یہ ہے کہ میں یہاں رہتے ہوئے امریکا کا ایجنٹ ہوں اخلاقیات میں، میں رسول اللہ ﷺ کے مخالف ہوں (معاذ اللہ) یہ بے ہودہ باتیں ہیں، بے کو کوئی دوست بنانا ہے جب بے کو آپ نے اپنا دوست بنالیا تو اب آپ اس کی اصلاح کیسے کریں گے۔ بیٹا تو بیٹا ہے اور شریعت نے باپ اور بیٹے کے درمیان ایک حجاب رکھا ہے اور ایک حد رکھی ہے، اس جیسے کوئی دوسرا شیعہ نہیں۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ باپ مجازی رب ہے ”رب ارحمہما کما ریبہما صغیرا“ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۴) اور یہ باپ اس مقام سے نیچا تر ہوا ہے ایسا کرنے سے اوہ کو بھی تورات ہوگی اور وہ بھی کہتی ہے کہ ہمارا باپ ہمارا دوست ہے تو بعض اوقات دوست دوست پر تو ہاتھ بھی اٹھا لیتا ہے آپ کو اس کے لئے بھی تیار رہنا پڑے گا۔

خشست اول چون نہد معمار کج

تا شریا می رود دینار کج

جب پہلے ہی دن سے بنیاد خراب رکھی جائے گی تو اس کے اثرات پھر آپ سے برداشت نہیں ہوں گے۔ باپ اور بیٹے کے درمیان آدب اور احترام کی ایک زبردست فضاء ہے باپ کے لئے حکم ہے کہ وہ اپنی بعض عادات کا اولاد کے سامنے اظہار نہ کرے۔ چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے اگر باپ کا کوئی دوست آجائے تو وہ اپنے دوستانے کے واقعات اولاد کے سامنے نہ سنائے، یہ بیٹوں کے سامنے باپ کو ہلکا کرنا ہے۔ اسی طرح باپ کو بھی اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ پوری زندگی کی باتیں بچوں کو سنائے۔ باپ کا فرض ہے کہ اپنی زندگی میں جو اس نے کارنامے انجام دیے ہیں اور محاسن اور مکالم اپنائے ہیں وہ اپنی

اولاد کو تلقین کریں، بہت سارے کام ایسے ہیں کہ جوانی میں فحشیت میں اور مختلف حسرات کی وجہ سے آپ سے ہو چکے ہیں لیکن وہ ناقابل بیان ہیں ان باتوں سے تو اولاد کو دور رکھنا ہے۔ آپ بزرگان دین کے واقعات و قوافل کو سنا لیں، انبیاء کے حالات اور کارناموں سے ان کو آگاہ کریں، لیکن یہ لوگ آج کل اتنے آگے نکل گئے ہیں کہ اولاد کو نصیحت کی بات کہہ نہیں سکتے ہیں چنانچہ نتیجہ آپ کے سامنے ہے، جب پانی سر سے گزر جاتا ہے تو ان کو خیال آتا ہے کہ یہ ہماری اولاد کس طرف جارہی ہے۔

اولاد کی صلاح تربیت بہت ضروری ہے

پرانے زمانے کی بات ہے میں نے ایک جوہار کو دیکھا تھا کہ جب ان کی اولاد اس راستے سے بھی گزرتی تھی، جہاں جو اکھلیا جاتا تھا تو وہ اپنی اولاد کی چٹائی لگاتا تھا اور بہت غصہ ہوتا تھا۔ ایک دن میں نے ان سے کہا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں تو اس نے کہا کہ ہم کو تو کسی نے منع نہیں کیا ہم غرق ہو گئے، ان کو غرق ہونے سے بچانا ہے۔ قابل باپ اولاد میں نیک خصالتیں پیدا کرنا چاہتا ہے اس لئے بادشاہان مغل اور ان سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں وہ ملک بھر میں قابل ترین استاد عالم اور ادیب انشا پر دانا می گرامی علماء تلاش کر کے اپنے شہر ادب کی تربیت کے لئے رکھا کرتے تھے۔ علامہ قسطنطینی، میر سید اور بڑے بڑے لوگ جو آسمان کے نیچے زمین کے اوپر تحقیق کے آفتاب تھے ان کو امیر تیمور نے اور بادشاہوں نے دربار میں شہر ادبوں کے لئے رکھا، وجہ یہ تھی کہ کہیں بادشاہ بن کے یہ بے ہودہ افعال اور بے ہودہ کام نہ کرے۔ اور تخریب خانگی رحمة اللہ علیہ نے جو اپنے بچوں کو

انہی باتوں کی ہیں وہ رفعتاں غائبہ کی ہیں چھپ چکی ہیں، اس میں آداب کی ایک بہت بڑی فہرست ان کو بتائی ہے کہ سویرے اٹھنا اور کوشش کرو کہ نماز فجر سے پہلے دوپارے ۱۳ اوت کریں۔ شہزادوں کو کہتے تھے کہ اگر اس وقت نہ کر سکو تو فجر کے بعد ۱۳ اوت کر لو پھر ناشتہ کرو اور جب سفر درپیش ہو تو دوپاروں کی جگہ تین تین پڑھو کیونکہ عام طور پر سفر میں قرآن کی ۱۳ اوت اور عبادت چھوٹ جاتی ہے اور فرمایا کہ عبادت جس زندگی میں کم ہو جاتی ہیں وہ بے روح ہو جاتی ہے تو وہ کی جو ہونے والی ہے اس کو پہلے سے پر کر وار ہے ہیں۔ غائبہ بادشاہ جن کی حیدر آباد دکن سے لیکر غزنی تک حکومت کے ڈکنے بج رہے تھے، اپنے بیٹوں کو دوپہر کے کھانے اور آرام کے آداب بتا رہے ہیں کہ جب ان دونوں میں تعارض آجائے تو کھانا پہلے کھالیں اور اس کے بعد آرام کر لیں کیونکہ کھانا کھانے سے پہلے دوپہر کو سونے سے دفاعی قوت کمزور ہو جائے گی اور ٹانیا اس سے نفس پروری پیدا ہو جائے گی، جب آدمی کھانا کھا لیتا ہے خود بخود چستی آ جاتی ہے دو چار منٹ آرام کے بعد اور بھی بیدار رہتا ہے پھر اس کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ وقت میرے سونے کا نہیں ہے یہ وقت میرے کام کا ہے۔

تمسخر اور عیب جوئی کی قرآن کریم میں مذمت

قرآن کریم نے اس لئے کہا کہ نئے مرد مردوں کا اور نہ عورت عورتوں کا ایسا مذاق اڑائیں جس سے دل آزاری ہو یا حد شرعی ٹوٹ رہی ہو، کیونکہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ آپ ان سے ہنسی مذاق کرتے ہیں وہ مقام اور مرتبے میں، عبادت اور طاعات میں، فہم اور علم میں، تدبیر اور تجربے میں آپ سے بہت بڑھ کر ہوں۔ کیا ایسے سے بڑے کا بھی کوئی مذاق

اڑاتا ہے، اس سے پتہ چلا کہ بڑے۔ بھائی کا مذاق اڑانا یہ بھی غلط ہے چچا نایا اور ماموں اور پڑوس کے اور جان پہچان کے لوگ جو آپ سے عمر میں زیادہ ہیں ان کے ساتھ بھی آپ کو احتیاط کرنی ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے جہاں دوستی کا ذکر کیا ہے کہ ہم عمر سے اگر کوئی اونچے نیچے ہو جاتی ہے تو وہ قابلِ مہر ہوتی ہے اس سے انسان میں بغاوت پیدا نہیں ہوتی اور پھر قرآن نے کہا ”وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ“ (سورہ حجرات آیت ۱۱) ایک دوسرے پر خواہ مخواہ الزامات نہ لگاؤ۔ ایک دوسرے میں ایسے عیوب نہ ڈھونڈو طعن، تشنیع پیدا نہ کرو جس سے انسانیت داغ دار ہوتی ہے۔ اسے آج کل ہم اور آپ بہت چھوٹی بات سمجھتے ہیں لیکن یہ اتنی بڑی بات ہے کہ بڑے۔ بڑے خاندان اس پکڑ میں ٹوٹ جاتے ہیں اور دشمنیاں ہو جاتی ہیں ایسے ہی قرآن کریم نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے، یہ ایک بہت اہم مسئلہ ہے۔

ناموں کے سلسلے میں وضاحت

”وَلَا تَسَابِرُوا بِالْأَلْقَابِ“ (سورہ حجر اح: آیت ۱۱) لوگوں کو برے ناموں سے بھی نہیں پکارو، پر نام سے پکارنے کے تین مطلب ہوتے ہیں :

ایک یہ کہ نام ہی غلط ہو جیسے ابو جہل، فرعون، بلان، تارون، نلام احمد قادیانی، پرویز یہ سب کفار محض کے نام ہیں ان کو کسی طرف منسوب کرنا بہت نامناسب بات ہے۔ دوسرا یہ کہ نام ہے تو صحیح لیکن اس شخص کے لئے موافق نہیں ہے مثلاً مرد پر عورت کا نام رکھنا عورت کے لئے مرد کا نام تجویز کرنا یا نام ایسا ہے کہ لغت میں اس کا مطلب مناسب نہیں ہے یہ بھی ”ولا تنابزوا بالالفاظ“ کی قبیل میں سے ہے۔

تیسرے یہ کہ کسی کا سچ یا مٹوڑ کے لینا، کات کے لینا (یہ وہ ترخیم الہنادی نہیں جو ترخیم الہنادی جائز کافیہ میں ہے) یہ تو دل آزاری کی بات ہے کبھی شریعت اجازت نہیں دیتی ہے۔ جیسے عبد الرزاق کو آپ رزاق کہتے ہیں رزاق تو اللہ ہیں "ان الله هو الرزاق ذو القوة المتین" (سورہ ذاریات آیت ۵۸) یہ تو خود اپنے روٹی اور سالن کا مالک نہیں ہے تھوڑا سے پیار ہو جائے پانی نہیں پی سکتا، گھے میں پھوڑا نکل آئے دو اکھا نہیں سکتا یہ بھی تنہا زوالا القاب ہے ایسے بہت نام ہیں عبدالحی کوئی کہنا، عبد القیوم کو قیوم کہنا، عبد الغفار کو غفار کہنا، یہ کبار ہے گناہ بے لذت ہے بغیر وجہ کے کہنے والا اور جو سن کر آواز دیتا ہے وہ دونوں گنہگار ہو گئے اس لئے فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ عجم میں اس قسم کے نام رکھنا بھی قابل غور ہے کیونکہ یہ اچھا خاصا نام بگاڑتے ہیں۔

ایک زمانے میں میں ایک جگہ امام تھا وہاں ایک آدمی تھا اس کو وہاں کے لوگ ہندو بھائی، ہندو بھائی کہتے تھے تو ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ بھائی تم ہندو کیسے ہو ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے ہو، روزہ رکھتے ہو اس کا کیا مطلب ہے، اس نے کہا کہ نہیں میں تو مسلمان ہوں میں نے کہا تم ہندو کیوں کہلاتے ہو تو اس نے کہا کہ یہ ہندو نہیں بلکہ بدو ہے، تو میں نے کہا کہ بدو کیوں، تو اس نے کہا کہ یہ بدو تھا پھر میں نے کہا کہ بدو کا کیا مطلب ہے تو اس نے کہا کہ یہ اصل میں بدراثر مان تھا۔ آپ ذرا غور کریں کہ کیا نام تھا اور کیا بن گیا اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اس کو بہت بڑا کمال سمجھتے ہیں۔ لکھنؤ اللہ نام ہوگا اس کو لکھنؤ کہہ کر پکاریں گے اور سمجھتے ہیں کہ ہم پڑھ لکھے ہیں قدم قدم پر حد شرعی توڑتے ہیں اور جہنم کے قریب جا رہے ہیں یہ ان کی تابلیت ولیاقت ہے کہ ایک نام لینے کی تمیز اور اخلاق

نہیں ہے ایک مسلمان کا اسلامی نام جو اس کا پہلا حق ہے اس کو سچ طرح تو ادا کر لیں۔ علماء نے عجیب بات لکھی ہے کہ نام جب پورا لیا جائے گا تو اثر پورا ہوگا اور نام جب آدھا ہو جائے گا تو اثر ات نکڑے نکڑے ہو جائیں گے کتنی کنجوسی اور غصہ ہے کہ ایک مسلمان بھائی کو ہم اس کے اسلامی نام سے سچ طرح نہیں پکار سکتے۔

منہجیات میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر اس کا اہتمام کریں تو آپ محبوب عند الناس اور عند اللہ ہو جائیں گے، ایک تو یہ کہ ایک مسلمان کا نام سچ طرح لیا جائے بگاڑ کے نام نہ لیں دوسرا یہ کہ سلام میں پہل کریں یہ انتظار نہ کریں کہ لوگ آپ کو سلام علیکم کریں آپ سلام علیکم کریں اور تیسرا یہ کہ آنے والے کو جگہ دینے کی کوشش کریں، کوئی آجائے تو آپ کہیں کہ آئیں یہاں بیٹھیں۔ یہ ایسی تدابیر ہیں کہ جن کے اثرات ہمیشہ یاد رہتے ہیں، ان پر محبت نقش ہو جاتی ہے اور پھر سب سے بری بات یہ ہے کہ ایک آدمی کو آپ گناہ کا نام لے رہے ہیں، کبھی وہ گنہگار تھا آپ اس کو اب بھی یاد دلاتے ہیں، آپ ایسے تھے، یہ ایسا ہے جیسے آپ کسی مسلمان کو کہتے ہیں کہ آپ پہلے کافر تھے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ یہ اکبر الالباب ہے بڑے گناہوں میں سے ہے۔ قرآن پاک نے کہا "لنعمس الاسم المفسوف بعد الایمان" ایمان کے بعد گناہ کے طعنے دینا اور گناہ کے نام لینا بہت بری بات ہے یہاں تک کہا "ومن لم یسب" جو اب بازنہ آیا "فساؤ لکم ہم المظلمون" (سورہ حجرات آیت ۱۱) یہ لوگ بڑے ظالم ہو گئے۔ علماء نے اس کی تفسیر میں عجیب نکتہ لکھا ہے کہ جو شخص کسی کو کسی گناہ کا طعنہ دے مرنے سے پہلے پہلے یہ اس گناہ میں مبتلا ہو جائے گا۔ اس لئے صرف اس کے لئے نہیں اپنی عزت، اپنی ذات اور اپنی عفت

محفوظ رکھنا بھی تو واجبات میں سے ہے۔

اس لئے بزرگان دین کا یہ طریقہ تھا کہ لوگوں میں جو واقعی عیوب ہیں ان کا ذکر بھی مناسب نہیں سمجھتے تھے مثلاً ایک آدمی کی ناگ ٹوٹی ہے اس کو لنگڑا کہنا یہ منع ہے کسی کے آنکھ میں تکلیف ہے اس کو آئرش یا احوں یا عور یا انی یا انکی کہنا سب منع ہے۔ یا کسی لمبے چوڑے آدمی کو الطویل کہنا اس کی بھی ممانعت فرمائی ہے اور بعض جگہ حدیث کے راویوں کے ساتھ آتے ہیں حمید الطویل وغیرہ تو وہ دوسرا مسئلہ ہے۔

مثال : سیامان ابن مہران امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استاذ ہیں وہ کہلاتے ہیں اُمّش (شب کور) جو رات کو نہیں دیکھتا ہودن کو دیکھتا ہو، انہیں آنکھوں کی ایک تکلیف تھی تو علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ اصل میں سلف کے اندر بدعتی نہیں تھی تو وہ اس قسم کے مام جو لیتے تھے وہ پہچان کے لئے تھے، لیکن ہمارے زمانے کی نیتیں بالکل شراب ہیں جو شخص کسی کا ناظم مام لیکے تو اس کا مقصد صرف اس کی کمزوری اور نقصان کو ظاہر کرنا ہے اور کوئی پہچان وغیرہ اس کا مقصد نہیں ہے اس لئے فقہاء نے لکھا ہے آج کل کے دور میں ایسے مام نہ لیں جن میں عیب کا ذکر ہوتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا عمل اور حضرت ﷺ کی تنبیہ

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، جناب نبی کریم ﷺ کے بڑے چہیتے صحابی ہیں۔ ان کا ایک غلام تھا وہ بالکل کالا سیاہ غلام تھا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کسی کام میں اس کے اوپر غصہ ہو گئے تو اسے کہا کہ یا بن اسود!۔۔۔ کالی عورت کے

بچے۔ چنانچہ وہ غلام سیدھا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت آج ابوذر نے مجھے ماں کا طعن دیا ہے، ماں کی گالی دی ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو طلب کیا (بخاری شریف میں ہے) اور ان سے فرمایا کہ ”یسا اباذر غیرتہ، یعامہ، انک امرو فلیک جاہیلۃ الخوانکم خولکم“ (بخاری ج ۱ ص ۹) ابھی تک یہ جاہلی اثرات آپ میں باقی ہیں۔ ان تمام برائیوں کو اسلام نے ختم کیا اور میں اسی مقصد کے لئے آیا ہوں۔ اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایک نجیب کنارہ ادا کیا اور وہ یہ کہ عمر بھر جو خود کھاتے تھے اس غلام کو ساتھ کھاتے تھے، جیسا کہ پھر خود پہنتے تھے وہ اس کو دیتے تھے، اور اسے بالکل اپنے ساتھ برابر کر دیا تھا، تو محمد ثنین نے لکھا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جہالت کو زائل کرنے کے لئے چھوڑوں کو بھی ساتھ ملانا ہے اور غلاموں کو بھی حق دینا ہے، ان کے حقوق کی نگہبانی کرنی ہے۔ دور جہالت میں یہ ہوتا تھا کہ بہت زیادہ مراتب ہوتے تھے آپ بڑے آدمی ہیں میں چھوٹا ہوں آپ اوپر بیٹھے رہیں میں نیچیں کھڑا رہوں گا، یہ جاہلوں کا کام تھا۔

جب جناب نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک آدمی ہاتھ باندھ کے کھڑا ہوا تو آپ ﷺ نے آنکھیں بند فرمائیں اور دوسری طرف دیکھا اور فرمایا

”لانتقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم یعضہا یعضہا“ (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۷) ایسا قیام نہ کرو میرے سامنے اس سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے اور فرمایا، یہ غلیج لوگوں کی سازش ہے وہ اپنے بادشاہوں کے سامنے اس طرح ہاتھ باندھ کے کھڑے

ہو جاتے ہیں اور میں تو اس لئے آیا ہوں کہ تم لوگ صرف اللہ کے سامنے ہاتھ باندھو یہ نہیں کہ ایک دوسرے کے سامنے ہاتھ باندھتے رہو اور جھکتے رہو، یہ سب کے سب آثار سنت ہیں اور آثار تو حید ہیں تو حید و سنت سے دوری کی سزائیں ہیں جو آج کل تو ماکول رہی ہیں، اسی لئے قرآن کریم نے کہا کہ ”وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ“ جو اس قسم کے گناہوں سے باز نہیں آئے یہ بہت بڑے بے انصاف اور بڑے ظالم لوگ ہیں۔ بدگمانی کی بھی اسلام نے مذمت کی ہے

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ“ (سورہ حجرات آیت ۱۲) ایمان والو بدگمانی سے بچو، ایک شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنا علیحدہ مسئلہ ہے اگر آپ کا کوئی کام ہے تو آپ اس کا اظہار کریں اور اگر آپ کے کہہ دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، تو آپ کیوں اپنے آپ کو فراق اثم اور معصیت بناتے ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ آپ بدگمانی کرتے ہیں، ایک اچھا بھلا آدمی ہے اور آپ سوچتے ہیں کہ یہ ایسا ہوگا، آپ کو کس نے یہ حق دیا ہے ”ان بعض الظن اثم“ بعض گمان باطل سراسر گناہ ہیں۔ ایک اچھے بھلے مسلمان کی عزت و اہم کو آپ نقصان پہنچاتے ہیں تو یہ گناہ نہیں ہے تو اور کیا ہے ”ولا تصسسوا“ بے جا کسی کا کھوج بھی نہ لگائیں کہ اس نے کیا کیا ہے، اس نے کیا کہا ہے؟ جس میں آپ کا کوئی کام نہیں ہے آپ ان کاموں میں نہ پڑیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ

”من حسن اسلام المرء تركه مالا يعنيه“ (ترمذی ج ۶ ص ۵۸)

اسلام کا بہترین مطالبہ ہے آپ سے ”ترکہ مالا یعنیہ“ جس کام کے اندر آپ کا کوئی کام نہیں ہے اس کو رہنے دیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اپنے لئے شاہی مہرنوائی تھی اور اس پر یہی کندہ کروایا تھا ”من حسن اسلام المرء تركه مالا يعنيه“ جس شخص کا اسلام بہتر ہوگا، وہ مالا یعنیات نہیں کرے گا اور نہ ہی بے ہودہ کاموں میں مبتلا ہوگا۔ آج ہمارے دور میں یہی باتیں ہیں جو کمزور ہو گئیں اور اس کا نقصان یہ ہوا کہ بے ہودگی بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ گھروں کے بڑے خود اپنے گھروں میں ٹیلیوژن لاتے ہیں اور اس کو بہت بڑا عزت سمجھتے ہیں۔ وی، سی آر خود بھی دیکھتے ہیں اور بچوں کو بھی دکھاتے ہیں اور کیا کیا خراب قسم کی باتیں سننے میں آتی ہیں کہ جن کا بیان مشکل ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کی زرین تعلیمات کو ہم نے پیچھے چھوڑ دیا ہے یہ اسلام کا ایک بہت بڑا پیغام ہے، تب تو خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ شاہی مہرنوائی تھی اور وہ ہر شاہی فرمان کے آخر میں اس سے ٹھہر گئے تھے ”من حسن اسلام المرء تركه مالا يعنيه“ لایعنیات سے بچنا یہ اسلام کا اہم فلسفہ اور بہترین اخلاقیات ہیں۔ ”ولا تصسسوا“ خواہ مخواہ لوگوں کے پیچھے نہ پڑو، کیوں ادھر ادھر کے کھوج لگاتے ہیں، اس سے نقصان آپ ہی کو ہوگا کسی کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ بس ایک شخص کے بارے میں آپ کچھ نہیں جانتے ہیں، آپ کہتے ہیں بہتر آدمی ہے، سب کے بارے میں نیک گمان کرنا چاہئے۔ جناب نبی کریم ﷺ کا دوسرا ارشاد موجود ہے ”ظسسوا المومنین خبیراً“ کہ مسلمانوں کے بارے میں اچھا خیال کرو بہترین گمان کرو آپ ﷺ کے اس ارشاد کے پیش نظر اتنا کافی ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ مسلمان ہے اور انشاء اللہ

بہتر آدمی ہوگا۔

غیبت کے برے اثرات اور ان سے توبہ

”وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا“ (سورۃ حجرات آیت ۱۲) اور ایک دوسرے کی غیبتیں بھی نہ کرو پس پشت برائی کرنا بھی شرابِ نادانیت میں سے ہے۔

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے کہ کسی آدمی کا ایسا ذکر کرنا کہ واقعی وہ چیز اس میں موجود ہے ”قَالَ اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ“ آپ نے پس پشت بیان کر لی ”فَقَدْ اغْتَابَ“

آپ نے غیبت کر لی، ”وَ اِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَيَّنَّهُ“ (مسلم ج ۲ ص ۳۶۲، مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۶۳) اور جو باتیں آپ نے کہی ہیں وہ اس میں ہیں ہی نہیں تو یہ تہمت ہو گئی اور

تہمت کی تو اور سخت سزائیں ہیں کوڑے لگتے ہیں اس کے ”وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا“ ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو نیک باتیں کرو صرف اتنی بات ہے کہ ایک شخص کی کمزوری آپ

بیان کرتے ہیں بغیر نام لئے تاکہ اور مسلمان اس فعل سے بچیں، یہ جائز ہے یا ایک شخص کی برائی کرتے ہیں ایک ایسے شخص کے سامنے جو اس کو اس برائی سے روک سکتا ہے یہ جائز ہے

چھ مقامات امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح میں لکھا ہے جہاں جائز ہے، بلکہ بعض اوقات مجبوری ہے تاکہ مسلمان اس کے شر سے بچیں اور مسلمان اس گناہ سے محفوظ رہیں۔ آپ کی اس قسم

کی کوئی غرض بھی نہیں ہے اور کوئی مطلب بھی نہیں ہے اور آپ ایک آدمی کی برائی کے درپے ہیں تو قرآن کریم نے کہا ہے کہ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلَا الْبَغْيَ“ (سورۃ حجرات آیت ۱۲) کیا تم میں کوئی شخص ایسا پسند کرے گا کہ اپنے مردے بھائی کا گوشت کھائے،

غیبت اتنا برا عمل ہے کہ ایک تو انسان کا گوشت کھانا، کس قدر بری بات ہے اور پھر مردے ہونے کا ہو اور پھر بھائی کا۔ اگر یہ باتیں بری لگتی ہیں تو غیبت چھوڑ دو، گناہ ترک کرو ”فَكُفُّوا عَنْهُ“ ان باتوں کو تو واقعی تم ہر اچھے ہو کہ انسان کے گوشت کو کھاؤ اور مردے کا گوشت نوچنا برا ہے اور بھائی کا گوشت نوچنا برا ہے ”وَاتَّقُوا اللَّهَ“ اللہ سے ڈرو ”اِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ اَلرَّحِيْمُ“ اللہ پاک تو قبول کرنے والے ہیں۔

سچی توبہ کا طریقہ اور اس کے اثرات

اب تک جو ہو چکا ہے لاعلمی میں اس کی توبہ کر لیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں گے۔ حدیث میں ہے

”كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَاةٌ وَ خَيْرُ الْخَطَاةِيْنَ التَّوْبَانِ“ (ابن ماجہ ص ۳۱۳)

تم میں سے سب لوگ غلطیاں کرتے ہیں اور بہترین غلط کار وہ ہیں جو بہترین توبہ کر لے توبہ صرف کانوں کو پکڑنے کا نام نہیں، بلکہ توبہ تین چیزوں کا نام ہے ”اَنْ يَقْلَعَ عَنْ الْمَعْصِيَةِ“ اس گناہ کو فوراً چھوڑ دو ”اَنْ يَسْلَمَ عَلَيْهِ فَعَلِيًّا“ اس گناہ پر ندامت ہو ”اَنْ يَعْزِمَ عَزْمًا جَازِمًا اَنْ لَا يَعُوْدَ اِلَيْهِ مِثْلَهَا اَهْدًا“ آئندہ کے لئے نہ کرنے کا پکا عزم اور ارادہ کر لو، اس کو کہتے ہیں توبہ۔

(شرح مسلم امام نووی جزء ۷ ص ۲۵، تفسیر روح المعانی جزء ۲۸ ص ۲۸۸ و راجعاً للاثرائ العربی)

ایسی توبہ کے لئے آسانوں کے دروازے کھلتے ہیں اور ملائک بڑی شان و شوکت سے بارگاہ الہی میں پیش کرتے ہیں کہ یا اللہ یہ بندہ باز آ گیا ہے، وہ لوگ جن کے لئے بارگاہ

الہی میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے ان میں سے ایک نائب بھی ہے یعنی توبہ کرنے والا، اس لئے لوگ کہتے ہیں کہ ایک آدمی سے کوئی شخص کہے کہ میں معافی چاہتا ہوں اور وہ معاف نہ کرے تو یہ جو معافی مانگنے والا ہے اس کا تہم اس شخص کے اوپر آ رہا ہے جو معاف نہیں کر رہا، یہ بڑا خطرناک مسئلہ ہے اور سخت امتحان کی کھڑی ہوتی ہے کہ ایک شخص نے بڑا تہم ید کیا ہے اور اس کے بعد وہ توبہ کرنا ہے، توبہ تو سب چیزوں کو پیر پھاڑ کے رکھ دیتی ہے معاف کر دیتی ہے۔ ہاں اس میں اتنی بات ہے کہ حقوق جو ہیں وہ توبہ سے معاف نہیں ہوتے، اس کی مثال ایسے سمجھیں کہ ایک آدمی سے آپ نے پانچ سو روپے لئے ہیں، جب اس نے کہا کہ میرے پیسے دے دو تو آپ نے کہا کہ اس دفعہ میری توبہ ہے بس آپ پانچ سو نہیں مانگیں۔ یہ توبہ نہیں ہے یہ دعا اور فریب ہے۔ ایک آدمی نے خون کیا ہے اور اس کے بدلے میں اس کو مرنا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے توبہ کی ہے تو اس توبہ کا کوئی اثر عند اللہ ظاہر نہیں ہوگا۔ تافضی عدالت کے اندر اس توبہ کی وجہ سے معاف نہیں کرے گا اس کے ساتھ باقاعدہ عدالتی کارروائی کی جائے گی، لیکن جہاں تک انسان کے اپنے گناہوں کا تعلق ہے تو توبہ کے ذریعے اللہ بے شمار تمام گناہ معاف فرما دیتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ جب ایلیس کو انسانوں کے اغوا اور اضلال کا موقع دیا گیا کہ ”انک من المظلمین“ چل تھے مہلت دے دی گئی، تو ایلیس نے کہا کہ اب لوگ کیسے سمجھیں گے، میں دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے ہر طرف سے آؤں گا اور ان کو بھکاؤں گا اور انہیں سیدھے راستے پر نہیں رہنے دوں گا۔ اللہ رب العالمین نے فرمایا میں بھی ان کو آسان علاج بتاتا ہوں وہ یہ کہ وہ فی الفور اس گناہ کو چھوڑ دیں اور میرے ساتھ دوبارہ نہ کرنے کا عہد کر لیں اور اپنے کئے ہوئے پر پچھتاوے کے آنسو بہا

لیں تو میں انکو معاف کر دوں گا۔ یہ تو بہت آسان طریقہ ہے شیطان کے تمام تیر جو ہیں وہ ختم ہو جاتے ہیں سب کے سب حملے اس کے نام کام ہو جاتے ہیں ”ان اللہ نواب الرحیم“ ہے شک اللہاتی بڑی ذات ہے، اتنی قدرتوں کا مالک لیکن توبہ ہے۔

بعض اعمال ایسے ہیں جن کا اثر فی الفور ہو جاتا ہے، جیسے بعض کلمات ہیں جب آپ انہیں ادا کرتے ہیں تو فی الفور ان کے اثرات ہوتے ہیں جس طرح اللہ، اللہ کا کلمہ ہے، اللہ کا نام جب آپ لیتے ہیں تو فی الفور اس کی برکتیں پھیلتی ہیں اور اس کے ثمرات ظاہر ہو جاتے ہیں، اسی طریقے سے بعض اوقات دعا اور بددعا کے اثرات بھی علی الفور ہو جاتے ہیں، وہ آپ کے کنٹرول سے پھر باہر ہو جائے گا، اسی لئے حدیث میں ہے کہ لا تدعو کو ادعی الفسککم ولا تدعو ادعی اولادکم ولا تدعو ادعی اموالکم“ نہ اپنے اموال کو بددعا دو اور نہ ہی اولاد کو، ”لا توافقوا من اللہ ساعة یسأل فیہا عطاء“ کیونکہ اوقات میں سے ایک وقت ایسا ہے ”فیستجیب لکم (ای بالہلاک)“ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۹۴) اگر قبول ہو جائے گی پھر روتے رہو گے اور پچھتاؤ گے، بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ بددعا کے لئے توفیقوں کی بھی ضرورت نہیں، جیسے ہی منہ سے نکل جاتی ہے ویسے ہی مگ جاتی ہے۔

بددعا کے سلسلے میں والدین کی غلطی اور اس کی وضاحت

فقہاء نے لکھا ہے کہ ماں باپ جو ہیں تو یہ بہت ہی عظیم رشتہ ہے لیکن اس رشتے کے استعمال میں ماں باپ سے کچھ کمی ہو جاتی ہے مثلاً بعض لوگوں کی عادت ہے کہ معمولی سی بات پر بددعا یا طعن دیتے ہیں کہ بددعا کر لوں گا، فقہاء نے لکھا ہے کہ ان کی بددعا نہیں

چلے گی، یہ اس کو غلط استعمال کرتے ہیں دوسرا یہ کہ کبھی ماں باپ یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ بیٹا حق پر ہے، دین پر ہے تو پھر ایسے لوگوں کو بددعا دینے سے جو بددعا دینے والا ہے وہ خود غارت ہو جائے گا، اس لئے بہت سارے ماں باپ کی عمریں آخر میں خراب ہوتی ہیں آپ بجائے بددعا دینے کے دعائے خیر کرتے رہیں۔ جو فاسق اور فاجر بیٹا ہے اس کو دعائیں دیں تاکہ وہ سیدھا ہو جائے، عموماً ان کا جو نقص ہوتا ہے زیادہ دین داروں پر ہوتا ہے۔

مزید لکھا ہے کہ جن ماں باپ کی عادتیں بددعا کیں دینے کی نہیں ہیں اور وہ برداشت کرتے ہیں تو ان سے بہت بچیں، کیونکہ ایسے والدین کی بددعا کی بھی ضرورت نہیں ہوتی صرف ان کا دل دکھانے سے ہی نقصان ہو جاتا ہے جس سے پھر بچنا ممکن نہیں ہوتا۔

حدیث شریف میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے (یہ بشرہ مبشرہ میں سے ہیں) کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو ان کی ماں نے قسم کھائی کہ ”ولا اطعم طعاماً ولا اشرب شراباً“ نہ میں کھانا کھاؤں گی، نہ ہی کچھ پیوں گی ”حتیٰ اموت او تسکفر“ یہاں تک کہ میں مر جاؤں یا عاذ اللہ آپ کفر کر لیں (محمد ﷺ) کو چھوڑ دیں (مسلم ج ۲ ص ۲۸۱، ترمذی ج ۲ ص ۱۵۴) تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ بہت گھبرا گئے، کیونکہ قرآن کریم نے ماں باپ کے بڑے مقام اور رتبے بیان کئے ہیں اور ماں اس طرح ناراض ہیں ایسی سخت قسم کی قسم اس نے کھائی اور نذر مانی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ حضرت (ﷺ) میری ماں نے ایسی بات کہی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ معاملہ بہت نازک ہے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ خود اس مسئلہ میں مداخلت کر لیں، اور آپ چپ ہو گئے بس تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ سورہ تنکبوت کی آیت

نازل ہوئی ”ووصینا الانسان بوالہدیبہ حسناً“ ہم نے انسان کو نکم دیا ہے کہ ماں باپ کا خیال رکھے، ”وان جاءک“ اب اگر ماں باپ اس کو شش میں لگے رہیں ”لنشرک ہی مالیس لک بہ علم“ کہ ہمارے خلاف آپ سے گناہ کرائیں ”فلا تطعہما“ (سورہ تنکبوت آیت ۸) بالکل ان کی بات نہ مانیں۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں اور آنحضرت ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تو وہ اپنی ماں کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ میرے خدا نے میری قسمی کرا دی ہے اب اگر آپ سو بار مر کر بھی دوبارہ زندہ ہو جائیں تب بھی میں اسلام نہیں چھوڑوں گا اور نہ ہی حضرت ﷺ کا ساتھ چھوڑوں گا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان اس لئے اتنا منبوط تھا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ان کی براہ راست تربیت فرمائی تھی اور ان کو احکام صرف سکھائے نہیں تھے بلکہ انکو عمل کر کے دکھایا تھا اور ان سے اس پر عمل کروایا تھا۔

والدین اور بیوی کے حقوق میں توازن ضروری ہے

آج کل کے دور میں لوگ اتنے ماذن ہو گئے ہیں کہ دین کو بالکل بھول گئے ہیں۔ ان کے ماں باپ ان سے کہتے ہیں کہ ہمیں تمھاری بیوی پسند نہیں ہے اسے چھوڑ دو تو وہ لالہ گل میرے پاس پوچھنے کے لئے آ جاتا ہے کہ میں اب کیا کروں۔ یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے یا درکھیں بیوی کے حقوق ایگ ہیں اور ماں باپ کے ایگ دونوں میں امتدال ضروری ہے۔ دونوں کے حقوق میں کسی ایک کی بھی حق تلفی کرنا جائز نہیں، ماں ہے وہ بیوی کی جگہ نہیں لے سکتی اور بیوی، بیوی ہے وہ ماں کے مقامات تک نہیں پہنچ سکتی۔ اگر ان دونوں

میں تصادم ہوتا ہے تو اس کے ذمہ دار آپ ہیں۔ شادی صرف ڈھول باجوں کا نام نہیں ہے جیسا کہ آج کل لوگوں نے سمجھا۔ یہ ایک انتہائی پاکیزہ رشتہ ہے جس سے دو خاندان آپس میں جڑ رہے ہیں تو اس میں شرابی کی وجہ سے صرف دو افراد کے تعلق شراب نہیں ہوتے بلکہ دو خاندانوں میں تباہی مچ جاتی ہے اور اس کے اثرات بہت دور تک جاتے ہیں۔ آپ ایک پرانے گھر کی لڑکی کو کتنے پروگراموں سے لیکر کے آتے ہیں، دوسروں کے گھروں سے لڑکیاں لانا کوئی آسان کام ہے وہ اپنے جگر کا ٹکڑا آپ کے سپرد کرتے ہیں اور آپ اس کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جیسے آپ اسے کسی مرگ سے اٹھا کر لائے تھے۔ جن کی بیٹیاں ہیں ان لوگوں سے دریافت کریں کہ ان کی کیا کیفیت ہوتی ہے جب وہ اپنی پلی پانی بنی کو گھر سے رخصت کر رہے ہوتے ہیں۔ کسی شاعر نے بڑے درد سے کہا ہے

آبلے روتے ہیں خوں رنج بڑا ہوتا ہے
کوئی کانٹا جو کعب پا سے جدا ہوتا ہے

آج آپ کا موڈ نہیں ہے تو آپ اپنے بیٹے کو کہہ دیتے ہیں کہ بیوی کو چھوڑ دو۔ اچھی طرح سن لو اس کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے کہ ماں باپ کی یہ بات قطعاً نہ مانیں اور اگر مان لی تو گنہگار ہو جائے گا اور اس حق تلفی کا جواب اللہ کو دینا ہوگا۔ لہذا یہ کہ واقعی کوئی ایسا شرعی ستم پایا جائے کہ شریعت بھی کہے کہ اب میاں بیوی کا ساتھ رہنا ٹھیک نہیں ہے تو وہ ایک ٹیچر جات ہے اور اس کے مسائل الگ ہیں۔

حقوق الوالدین میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اگر ان رشتوں میں حد بندی نہ ہوتی تو معاشرے میں بڑا شر پھیل جاتا۔ یہ تمام

آداب زندگی اور احکام اسلامیہ مسلمانوں کو سمجھانا ضروری ہیں تاکہ وہ حفاظت اور سکون کی زندگی بسر کریں۔ آج کل ان مسائل کے بیان نہ ہونے کی وجہ سے معاشرہ ایک عجیب کیفیت کا شکار ہے۔ اکثر گھروں میں ان مسائل کی وجہ سے بے چینی پائی جاتی ہے۔ ان تمام تعلیمات کے آخر میں قرآن کریم نے کہا ہے کہ ”بایہذا الناس انا خلقکم من ذکر وانثی“ اے لوگو تم سب کو ہم نے ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے، حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی اولاد ہیں اور سب بنی آدم ہیں۔ ”وجعلکم شعوباً و قبائل للعارفوا“ اور تم کو چھوٹے اور بڑے قبیلوں میں تقسیم کیا ہے تاکہ تمھاری پہچان ہو سکے۔ یہ صرف پہچان کے لئے ہیں ان قبیلوں سے، زبانوں سے اور قوموں سے کوئی اوپر نیچے نہیں ہوتا ہے، ”ان اکرمکم عند اللہ اتقکم“ اللہ تعالیٰ کے یہاں عزت اور مقام صرف اس کو حاصل ہے جو شریعت کا پابند ہو، تنوئی دار اور پرنیز گار ہو ”ان اللہ علیم خبیر“ (سورہ حجرات آیت ۱۳) اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے ہیں اور ان کے علم میں سب کچھ ہے۔

”واخبر دعوا ان الحمد للہ رب العلمین“

ہے۔ دوسرا بہت بڑا مسئلہ یہ پیش آیا تھا کہ ملک بھر میں بلکہ پوری دنیا پر عرصہ دراز سے سود مسلط رہا ہے۔

سود کا روباہ کی روح یا تباہی

سود کا فروں کے یہاں کاروبار کی روح ہے اور بہت ضروری ہے۔ کنار جتنے بھی ہیں وہ سود کے قائل ہیں کہ تھوڑے پیسوں سے زیادہ فائدہ ہو جائے اور جن کے پاس پیسے نہیں ہیں وہ ہمیشہ ذلیل ہوتے رہیں اور جن کے پاس مال ہے وہ بہت زیادہ ہو جائے، سود کا یہی مطلب ہوتا ہے، شریعت جو کہ انبیاء کی تعلیمات کا چکر ہوتی ہیں وہ ہمیشہ انسانیت کا مناد چاہتی ہے۔ وہ یہ چاہتی ہے کہ کاروبار ہو، تجارت ہو، لیکن دین ہو لیکن ان تمام معاملات میں سود بالکل نہ ہو۔

کاروبار کا تو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اندے کا کاروبار ترقی کر کے کسی وقت یا قوت اور سونے کا کاروبار بن سکتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بہترین شہم کا جوہری کاروبار سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ کبھی بادشاہ بھیک مانگتے ہیں اور بہکاری سلطنت پر پہنچ جاتے ہیں، اس کا ثبوت قرآن کریم سے ہے ”وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضِعُوا فِي الْأَرْضِ“ کبھی ہم احسان کرتے ہیں کہ کمزور کو اٹھا کر ”وَنَجْعَلِ لَهُمُ امْنَةً“ انہی کو بڑا بنادیتے ہیں ”وَنَجْعَلِ لَهُمُ الْوَارِثِينَ“ (سورہ بقرہ آیت ۵) روئے زمین کے اختیارات انہی کے سپرد کرتے ہیں اس کی ایک حکمت یہ ہے کہ بالداران ہمیشہ ڈر رہیں کہ ہم پر بھی افلاس آسکتا ہے ”وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَ كُفْرًا مِنْ خَلْقِهِمْ

etting\Muneeb\Desktop\Ah
Khutbat headings\5.tif not
found.

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنُتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مِنْ يَمِينِ اللَّهِ فَلَا مَضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ لَهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَالشَّهَدَانِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَالشَّهَدَانِ سَيِّدِنَا وَنَبِينَا مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ أَرْسَلَهُ اللَّهُ تَعَالَى إِلَى كَافَّةِ الْخَلْقِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ بِشِيرَآءٍ نَسِيرَآءٍ دَاعِيَا إِلَى اللَّهِ بِآذَانِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ أَمَّا بَعْدُ

فَا عُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝
كَأَن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ
أَمْوَالِكُمْ ۖ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ۝ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰)

ملک پاکستان کا ایک بہت بڑا مسئلہ جو کہ ہمارے جزل صاحب کی شکل میں موجود تھا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حل ہو گیا، جزل صاحب کا جانا خیر سے مکمل ہوا، اب اللہ خیر کرے کہ اس سے زیادہ بلا اور مصیبت ہم پر مسلط نہ ہو یہ بھی بہت ضروری

ذریعہ ضعیفاً خافوا علیہم من فالیتقوا اللہ ولیتقوا لوالقولا مسدیدا“ (سورہ نساء آیت ۹)
جو لوگ یتیموں کے نگران اور کفیل ہیں وہ یہ خیال رکھیں کہ قرآن کہتا ہے کہ ان کے بھی بچے
یتیم ہو سکتے ہیں یہ مر جائیں گے ان کے بچے یتیم ہو جائیں گے۔

یہ تو آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے کہ لوگوں پر حالات کیسے تبدیل ہوتے ہیں
اور کیسے کیسے پریشان ہوتے ہیں۔ مالداران سوچیں کہ ہم پر کہیں وبال نہ آئے اور ہم پکڑ
میں نہ آئیں اس ڈرنے میں وہ اللہ کے احکام کا خیال کریں گے۔ کیونکہ اوپر سے نیچے گرنا
اللہ ہی کا کام ہے اور غریب مسکین یتیم کمزور طبقہ وہ اس خوش خیالی میں رہے کہ کبھی اللہ راضی
ہو تو ہماری قسمت جاگ اٹھے گی۔

قرآن مجید نے اس لئے کہا کہ ”ذلک بانہم قالوا انما البیع مثل الربوا“
کافر لوگ کہتے ہیں سود میں اور جائز کاروبار میں کوئی فرق نہیں دونوں ایک چیز ہیں ایسی غلط
بات کفار کرتے تھے ”واحل اللہ البیع وحرم الربوا“ (سورہ بقرہ آیت ۲۷۵) کاروبار حلال
ہے اور سود حرام ہے۔ اب بھی پوری دنیا کا کفر اسی جال میں پھنسا ہوا ہے۔

اسلامی بینکاری یا سود کی پرورش

ہمارے ملک میں ہمارے بزرگوں نے بڑی کوششیں کی کہ یہاں بھی کسی طرح
اسلامی نظام آئے اس میں سے ایک اہم اہم مسئلہ یہ تھا کہ سود کو بینکوں سے نکالا جائے اور
لوگوں کے سروں سے یہ لعنت اتاری جائے اس کے لئے معیشت کے کن اصولوں کو اپنانا تھا
اور اقتصاد کے کون سے تانہ۔ ملک میں لاکھوں نے تھے وہ اس فن کے ماہرین جانتے ہیں،

ہم جمعے کے وعظ میں اس پر تفصیلی کام نہیں کر سکتے۔

بعض مولوی جب حج بنے تھے تو انہوں نے ایسی کوشش کی تھی اور اس کوشش کے
نتیجے میں اگر وہ جنت کر لیتے تو سود کمزور ہو جاتا اور سود خوروں کو دھچکا لگ جاتا لیکن آگے
چل کر ان کے جو کوائف سامنے آئے اس سے پتہ چلا کہ وہ سود ختم نہیں کر سکتے تھے بلکہ
بڑے سود خوروں کے کہنے پر صرف ریاست کو ایک نقصان پہنچا سکتے تھے جس سے اس وقت
کے ایک جانی حکمران نے بظاہر جان اور حکومت چھڑانے کے لئے کچھ پیلو تہی پرتی۔ آگے
چل کر کچھ قلعہ بن اور بڑے علماء اور اچھے فقہاء نے اسلامی بینکاری کے نام سے بعض بینکوں
میں تہدیلیاں کیں ان کا کہنا یہ ہے کہ ہمیں باقاعدہ اجازت مل گئی اور اسٹیٹ بینک نے ہمیں
اجازت دی ہے کہ آپ اپنے ذمہ داریوں کے ساتھ غیر سودی معاملہ کر سکتے ہیں۔

جو لوگ ہمارے یہاں باقاعدہ سے جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں میں نے ان پر واضح
کیا تھا اور میں وقتاً فوقتاً فریاد کرتا تھا اور شور کرتا تھا کہ یہ صحیح نہیں ہوا ہے اس سے ہمیں اور
زیادہ نقصان ہو جائے گا۔

مشنودینا مشنود من جائے ہوئی می کنم

ممکن ہے جگہ جگہ اور علماء بھی اس پر دھنگان ظاہر کرتے ہوں، بعد میں جب ملک
بھر کے علماء اس مسئلہ میں مل بیٹھے تو پتہ چلا کہ پورے پاکستان میں چار ہزار کے قریب ایسے
بڑے فقہاء اور علماء ہیں جن میں سے چار سو اس قسم کے نظام میں حکم ثرقی صادر کر سکتے ہیں
اور انہوں نے ان نام نہاد اسلامی بینک کے کارپردازوں پر مختلف اوقات میں واضح کیا کہ یہ
نظام آپ کا بینکوں کے مقابلے میں اور لوگوں کو سود سے بچانے کے لئے اپنے سنگ اہداف

پر منطبق نہیں ہوا۔ جن عوامل کو آپ نے کارفرما سمجھ کر ان کے بل بوتے پر اس کو غیر سودی نظام کہا ان عوامل کو دیکھنے کے بعد پتہ چلا یہ بدستور سودی ہے اور جن وجوہات سے آپ نے اس کو اسلام کے قریب پایا ان وجوہات کا بغور مطالعہ و مشاہدہ کرنے کے بعد پتہ چلا کہ یہ بدستور غیر اسلامی ہے۔ کو یہ وہ کوششیں اس سلسلے میں کامیاب نہیں ہوئیں۔

نام نہاد اسلامی بینکاری کے وجود میں آنے کی کیا وجوہات ہو سکتی ہیں

اس کہنے میں ہم نہیں پڑیں گے اور شاید ہمیں دین و شریعت و اخلاق کے اعتبار سے اس بات کی اجازت بھی نہ ہو کہ یہ کوشش کس ارادے سے کی گئی اور اس کا مقصد کیا واقعی لوگوں کو سود سے بچانا تھا یا اپنے آپ کو یا چند اپنے حواریوں کو بینکوں کے ذریعے چند سالوں میں بہت بڑی رقم سے مالا مال کرنا تھا۔ ہمیں تو یہی خدشہ گزرتا ہے اور قریب سے دیکھنے کے بعد ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ہم پھر بھی شریعت کے احکام کے پیش نظر اس خیال کو مسترد کرتے ہیں اور اس خدشے کو واپس کرتے ہیں اور ہم یہی کہتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ میں یقیناً مخلص تھے بوجہ بڑے علماء، نوئے کے اور انہوں نے خالص لوگوں کو سودی نظام سے بچانے کے لئے تدابیر کیں تھیں جو کہ سود مند ثابت نہیں ہوئیں اور بدستور یہ نظام سودی ہی ثابت ہوا۔

چنانچہ اس اثناء میں پاکستان بھر میں وفاق المدارس کی میٹنگوں میں، عمر کے اسفار میں، بخاری شریف کے خدمات کے موقعوں پر اور اس کے علاوہ جس موقع پر بھی مجھے علماء ملے ہیں تو ان سے میں نے گزارش کی کہ جن بزرگوں نے اور مصلحین نے بڑے اونچے طبقے کے علماء نے اسلامی بینکاری قائم کی ہے کیا یہ اسلامی ہے اور انہوں نے کہا کہ ہاں یہ

اسلامی ہی ہے تو میں نے انہیں اپنی تحقیق کے مطابق بتایا کہ ان وجوہ سے یہ ہرگز اسلامی نہیں ہے۔ جب اس پر بھی وہ نہ مانے تو پھر میں نے یہ دیکھنا شروع کیا کہ آخر میں جن سے بات کر رہا ہوں یہ اس کے اہل بھی ہیں یا نہیں۔

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ سے ملاقاتیں اور اس کا فائدہ

چنانچہ آخر میں، میں نے پورے پاکستان کے علماء کے بڑے خود ان بزرگوں کے بھی استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ جو پاکستان میں مسلک دیوبند کے بڑے اکابر اور فقہاء اور اساتذہ میں سے ہیں (اللہ تعالیٰ مولانا کی تر شریف میں برکت دے اور ان کا ادارہ اور ان کے زیر نگرانی چلنے والی اہل حق کی تعلیم وفاق المدارس خدا تعالیٰ دیر تک فتوے اور شرائطوں سے بچائے رکھے اور اسلام اور دین کی اور خاص کر علماء، طلباء اور مدارس کی جیسی زبردست خدمت ان سے ہی جاری ہے اللہ تعالیٰ اسے قائم و دائم رکھے) ان سے میں نے گزارشات کیں اور بار بار کرتا رہا۔ وہ بہت بڑے بزرگ عالم ہیں میری باتوں کی طرف بڑی مشکل سے متوجہ ہوئے۔ کئی مرتبہ تو میرا جانا بے سود ثابت ہوا اور ایک بار تو مجھ سے فرما بھی دیا کہ ارے میاں بہت مسائل ہیں ایک آپ کو نظر آیا اس کے پیچھے پڑ گئے ہوں۔

پھر میں نے کسی اور مناسب موقع پر ان کی خدمت میں گزارش کی کہ لوگ ان بینکوں میں جا کے کھاتے کھولتے ہیں، رقم رکھتے ہیں اور اس کو ڈیوٹا ب سمجھتے ہیں اور یہ سودی کھاتا ہے۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ یہ پوری امت کے دین اور ایمان بچانے کا مسئلہ ہے آپ مجھے رہنے دیں اور علماء و متدین کو اس مسئلہ میں آگے کریں۔

ایک موقع ایسا آیا جب غالباً حضرت نے ہندوستان کا سفر کیا تھا ہندوستان میں

ایک شرعی کونسل بنی ہے ان کے پہلے بزرگ مولانا حبیب الرحمن الانصاری تھے جنہوں نے مسند حمیدی اور مصنف عبد الرزاق کی جلدوں پر تحقیق فرمائی ہے، جن کے بارے میں استاذ محترم حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے اس وقت سطح الارض پر ان سے زیادہ ماہر عالم نہیں ہے۔ ان کے بعد ان کے ایک شاگرد مولانا مجاہد الاسلام جو کہ اسلام کونسل کے صدر تھے اور وہ مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے دوست تھے لیکن وہ انتقال کر گئے اور ان کے پسندگان میں ایک دو اشخاص فقہ کے ماہرین رہ گئے، انہوں نے مولانا سے مجلس میں کہا کہ آپ کے ہوتے ہوئے پاکستان میں ایک حرام اور ناجائز نظام کو اسلامی کہا جاتا ہے اور انہوں نے اپنی کچھ گزارشات حضرت کو پیش کی۔

حضرت والا جب ہندوستان سے تشریف لائے تو غلج کے ساتھ مجھے طلب کیا کہ جلدی آجاؤ میں چلا گیا حضرت نے مجھے ان کی تحریرات دیں کہ یہ پڑھ لو اور پھر فرمایا جو بات آپ عرصے سے کہہ رہے ہو اس سلسلے میں ہندوستان کے علماء بھی فکرمند ہیں اور اس کے لئے کوئی نظام ترتیب دینا پڑیگا۔ مجھے بھی بہت خوش ہوئی اور بڑا اطمینان قلب ہوا کہ ایک بڑا بزرگ اور بہت سارے علماء کے بڑے کو اللہ تعالیٰ نے اس مسئلے کی طرف متوجہ فرمایا میں نے کہا اس مسئلے کو ہم دیکھ چکے ہیں اور جس نظام کو غیر سودی اسلامی بینکاری کہا گیا ہے اس کا اسلام سے ایک فیصد بھی تعلق نہیں ہے پھر میں نے وہی بات کہی کہ جس طرح حضرت والا اور ہمارا ایمان ہے کہ مرزائیوں کے تمام دعوؤں کے باوجود وہ اسلام کی ایک فیصد تعبیر بھی نہیں، اسلام کا اکثر ضد ہے۔ مرزا کے تمام خیالات اور جملہ تحقیقات اور مقالے اور جتنے مسلک اور مذہب ان کے پروپیگنڈے ہیں وہ اسلام ہی کے خلاف سازش ہیں۔ یہ

میں نے اس لئے ذکر کیا کہ یہ مسئلہ واضح ہے میں نے کہا مجھ پر یہ اتنی طرح واضح ہے کہ کراچی سے خیبر تک جہاں کہیں اسلامی بینکاری کے نام سے لکھا کھلا ہے یہ غیر اسلامی ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں! یہ بات ٹھیک ہے اور اس پر کام کی ضرورت ہے۔

چنانچہ وہ بڑے عالم ہیں انہوں نے ملک بھر کے بڑے فقہاء اور مفتیوں کو جن کو کام کرنے کا سلیقہ بھی ہے اور صلاحیت بھی ہے اور ان کے پاس مواد بھی ہے ان کو حکم دے دیا کہ اس مسئلے پر دونوں پہلوؤں کو دیکھو تا کہ کسی کی ذاتیات اور دشمنی اور کسی کے ساتھ خصامت سے بہت کر خالص رضائے الہی کے لئے یہ کام ہو جائے۔

نام نہاد اسلامی بینکاری کے سلسلے میں نشستوں کا انعقاد

اس سلسلے میں دو نشستیں بڑی حیران کن ہوئیں۔ ایک نشست تو حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ نے ایسی منعقد کی جس میں صرف کراچی کے آٹھ بڑے مفتی تھے ان میں مجھ جیسے چھوٹے مفتی کو جو کہ سب سے کمزور اور بالکل ہے بطور مخصوص بلایا اور ساتھ بٹھایا۔ دوسری طرف سے اس نظام کے بڑے ماہر صرف پاکستان میں نہیں باہر ملکوں میں بھی ۳۲۵ بینکوں کے ایڈوائزر اور واقعی معیشت میں اور اقتصادیات میں بہت بڑی صلاحیت رکھنے والے حضرت مولانا مفتی ثقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم (اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے اور ان کے فیض کو قبول فرمائے اور انکی سنی نقیبی انفرشیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے) ان کو بلایا اور ساتھ بٹھایا اور پھر مولانا نے کہا کہ ایک عرصہ دراز سے ہم فکرمند رہے ہیں کہ جس بینکاری کو اسلامی کہا گیا ہے یہ کہنا صحیح نہیں ہے اور بینکاری بدستور سودی نظام کا حصہ ہے اور اس کی

اسلام سے مطابقت نہ ہو سکی ہمیں مشکل یہ پیش آرہی ہے کہ بینکوں میں آپ کا کام لکھا ہوا ہے۔ بعض جگہ آپ کی اویلا اور شاگرد سیٹوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور وہی بینکوں کا تعارف کراتے ہیں یہ باتیں ٹھیک نہیں ہیں کچھ اور باتیں بھی ہیں، پھر حضرات نے کہا کہ ہم منصفہ فتویٰ تحریراً اس بینکاری کے خلاف شائع کر رہے ہیں۔ آپ انتظار کریں اور جو گندارشات اس وقت ضروری جانی گئیں ان کی خدمت میں کی گئیں، وہ بڑے ادب و احترام سے سنتے رہے فکر مند ہو گئے بہت زیادہ پریشان ہو گئے اور فرمایا یہ تو پہلی مجلس ہے اور آپ نے مجھے فیصلے سنا دیے۔ حضرت نے کہا ایسی پچاسوں مجلسیں ہو چکی ہیں لیکن بعض حضرات اتنے دور چلے جاتے ہیں کہ واپس آ نہیں سکتے اگر وہ واپس نہیں آتے تو نہ آئیں لیکن جو نہیں گئے ہیں ان کو روکنا ضروری ہے اور جو ہم پر اعتماد کریں ان کو بینکوں سے روکنا ضروری ہے۔

چنانچہ غالباً اس کے ۳۶ دن بعد پاکستان بھر کے فقہاء اور اصحابِ فتویٰ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کی زیر صدارت ان کے ادارہ جامعہ فاروقیہ جو ملک کا بڑا اور کراچی کا مقتدر ادارہ ہے میں جمع تھے یہ ناجز فقیر بھی تفسیر آدھی چھوڑ کر اس مجلس میں پہنچ گیا تھا، حضرت کا بار بار حکم آ رہا تھا کہ آپ جلدی پہنچیں جب یہ فقیر وہاں پہنچا اس کے بعد ہی حضرت والا نے بات شروع فرمائی۔ لیکن خوشی کی بات یہ ہوئی کہ تمام علماء جن کو اس مسئلے کے لئے فکر مند کیا گیا تھا ان سب نے دین اور فقہ کی روشنی میں تحقیق کی ان میں بلوچستان، صوبہ سرحد، پنجاب، کشمیر اور سندھ کے ساتھ ساتھ کراچی کے بھی تمام مفتی اور علماء موجود تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمام نے ایک ہی تحریر تیار کی تھی کہ موجودہ بینکاری جس کو آج کل اسلامی بینکاری کہا جا رہا ہے اس میں غلطی ہو گئی ہے اور یہ اسلامی نہیں ہے۔

لہذا اس کے ساتھ معاملہ کرنا جائز نہیں ہے جیسے کہ دوسرے بینکوں کے کھاتے ہیں اسی طرح یہ بھی انہی میں سے ایک کھانا ہے اور جیسے وہ تمام سودی ہیں اسی طرح یہ بھی سودی ہے اور تمام مسلمانوں کو اس بات کی ہدایت کی جاتی ہے کہ اس نام نہاد اسلامی بینکاری سے پرہیز کر لیں اور گناہ سے بچیں۔

ٹیلی وژن پر آنا اور تصویر کشی کی اسلام میں کوئی اجازت نہیں

پھر پتہ چلا کہ بعض حضرات کی طرف سے ٹیلی وژن پر آنا عام ہی روش بن گئی ہے اور اس کا جواز انہوں نے یہ کہہ کر نکالا ہے کہ آج کل ہمارے یہاں حالات بہت خراب ہیں اور اہل باطل بہت زیادہ زہر پھیلا رہے ہیں، اگر ہم ایسی صورت میں آگے نہیں آئے تو حالات اور بھی خراب ہو جائیں گے، اس کی مثال تو ایسی ہی ہے جیسا کہ کوئی یہ کہے کہ اہل باطل نے ڈھول بجانا اور ڈانس کرنا شروع کر دیا ہے اور اگر اب ہم بھی اپنے ڈھول بجانے والے اور ڈانس میدان میں نہ لائیں تو ہم اہل باطل کے مقابلے میں پیچھے رہ جائیں گے۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے اس مسئلے میں بھی یہی ارشاد فرمایا کہ یہ بھی اتنا ہی حرام، غلط اور ناجائز ہے۔

پھر اس مسئلے میں ایک پیچیدگی یہ آئی کہ شاید موجودہ دور میں جو تصویریں لی جاتی ہیں اور جو چینلوں میں آتی ہیں جن کا ذریعہ مختلف موزے ہیں یہ تصویریں جیسے بلکہ کس خارجی ہے۔ اس سلسلے میں ایک فریق کو بہت سخت افرش ہو گئی۔ علماء دین نے ان دونوں مسائل کو ایک ساتھ ملا لیا کہ اسلامی بینکاری غلط حرام اور ناجائز ہے اور اسی طرح ٹی وی اور مختلف

چیتوں پر علماء حق کا اس طرح نمودار ہونا اور اس کو جائز کہنا غلط، حرام اور ناجائز ہے اور کسی قسم کی بھی جائیداد یا ذی روح کی تصویر گناہ ہے۔

اس کے ذیل میں ایک اور بات یہ ہوئی کہ ضرورت کے تحت مستثنیٰ ہے جیسے شناختی کارڈ یا پاسپورٹ میں عمر و وجہ میں اور بعض جگہ نوکری کے لئے، یہ عوام اور مسلمانوں کی مجبوری ہے اس کو کراہیت کے ساتھ برداشت کر سکتے ہیں لیکن اپنی رضا خوشنودی خوش دلی اور ہوش و ہوا اس کیساتھ ہم ہی تصویر کے وکیل بنیں، خریداروں کو پسند کرنے والے بنیں، ٹی وی چیتوں پر آنے لگیں اور ٹی وی، وی سی، آر کے انٹیشن آراستہ کریں اس کے لئے جو وجوہات بعض بزرگوں کی طرف سے پیش کی گئیں وہ بھی بینکاری کی طرح نامستقول وجوہات ثابت ہوئیں اور تصویر، ٹیلی ویژن اور وی سی، آر میں نمودار ہونا بدستور ناجائز اور حرام قرار دیا گیا۔

چنانچہ اس سلسلے میں ایک مسودہ کتابی شکل میں تقریباً ۲۷۷ اٹلے کا جس میں سب دلائل ہیں اور قرآن حدیث اور فقہ سے بعض بعض بزرگوں سے ملا کر شاندار ۲۰۰ صفحات سے زیادہ ہو گئے ہیں سب حاضرین کو ملا اور سمجھ دار طبقے کے لئے اس کی آٹھ صفحات میں تلخیص کی گئی اور نچوڑ نکالا گیا اور عوامی طبقے اور دیگر مسلمانوں کو اطاعت دینے کے لئے اس کو کتابی شکل میں چھاپنا طے ہوا۔

بینکاری کے سلسلے میں ایک واقعہ

مشہور واقعہ ہے کہ یہ بینکاری جس زمانے میں ٹی ٹی ٹی ٹی ٹی، باہر ملکوں میں زیادہ

تھی اس زمانے میں پاکستان تو تھا ہی نہیں ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت تھی اور یہاں بھی کچھ بینک۔ تاہم ہوئے مالدار لوگ اپنی رقم اس میں رکھنے لگے تھے اور پھر اس کا فائدہ لکھاتے تھے۔

تو مفتی کفایت اللہ مفتی اعظم ہند نے ایک فتویٰ لکھا کہ یہ جو بینکوں میں آپ رقم رکھتے ہیں پھر اس کے فوائد لیتے ہیں یہ سود ہے اور بینک جس کے اندر مضاربت اور مشارکت کوئی خرید و فروخت کا پروگرام نہیں کرنا اور نہ اس کا وہ پابند ہے اس وقت بھی کچھ روشن خیال تھے روشن خیالی جب بڑھ جاتی ہے تو اپنے لوگ بھی روشن خیالوں کے قریب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس دوران حضرت اقدس امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے حدیث کے استاذ تھے اور لاہور آئے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ دیوبند کے بڑے علماء تھے تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ہوئے تھے سفر کی وجہ سے اور لیٹے ہوئے تھے مگر یہ رہا تھا کہ جیسے سو رہے ہیں۔ اس زمانہ میں ایک نیک مختص مسلمان تھے سماک صاحب، وہ جدید اور قدیم دونوں علوم کچھ کچھ جانتے تھے۔ تو سماک صاحب نے کہا کہ بینکاری کے بغیر دنیا کا نظام نہیں چلتا اور بینکوں کے اندر جو نظام ہے اس کو مضر کے علماء نے کہا ہے کہ یہ سود نہیں ہے، پاکستان کے شیخ الاسلام جو بعد میں شیخ الاسلام ہوئے اس وقت پاکستان نہیں تھا مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جو قرآن کے مفسر بھی ہیں حدیث کے بڑے استاذ ہیں اور اسرار و احکام فقہ کے بادشاہ ہیں امام العصر مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان جیسے عالم دیوبند میں کوئی تھے تو مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ حضرت نے جواب دیا سماک صاحب سود تو سود ہے مضر میں کیسے جائز ہوگا

اور مصری علماء سخت غلطی پر ہیں۔ انہوں نے فلم بینی کے متعلق فتویٰ لکھا ہے انہوں نے لڑکیوں کے لئے لباس کا فتویٰ لکھا ہے اور انہوں نے انگریزوں کے اورنا کارہ لوگوں کے بد مذہبوں کے ساتھ بغیر اہل کتاب ہونے تکاح کی اجازت دی ہوئی ہے اور کئی مسائل میں ان سے غلطی ہو گئی ہے ان میں ایک غلطی یہ بھی ہے تو کیا مصر کے اغلاط کی ہم تقلید شروع کر لیں۔

دوسرا اعتراض اور جواب پھر اعتراض اگر بیہ کاری ناجائز ہے اور بیٹکوں کے فائدہ ہم نہیں لے سکے تو بہت نقصان ہو جائے گا۔ ان شہینہ کے محتاج ہو جائیں گے مولانا نے کہا نہ ہم شہینہ کے محتاج ہیں نہ ہم میں سے کوئی مرا ہے مگر شریعت کو پامال نہیں کیا جاسکتا تا وقتیکہ اسلام اجازت نہ دے۔ مجال نہیں کہ ہم اس کو جائز کہیں۔ جب یہ باتیں طول اختیار کر گئیں تو حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو لپٹے ہوئے تھے اور ان کا خیال تھا وہ سو رہے ہیں وہ اٹھ بیٹھے انہوں نے کہا سادک صاحب آپ کو بیٹکوں کے سلسلے میں جتنی شرعی معلومات کی ضرورت تھی اور آپ کا حق تھا جائز جواب پورے دلائل اور قوت علم کے ساتھ مولانا شبیر احمد نے سمجھانے کی کوشش کی کسی مسلمان کو حرام سمجھانے کے لئے یہ کام ناجائز و حرام ہے اس سے زیادہ معلومات کی ضرورت نہیں ہوتی، جن کو کافی دیر سے میں سن رہا ہوں مولانا آپ کو سمجھا رہا ہے لیکن آپ مان نہیں رہے ہیں، اب آگے مسئلہ ہے جہنم جانے کا، تو اگر کسی کو جہنم جانے کا شوق ہے تو وہ خود اپنے پیروں پر چل کے جائے ہم مولویوں کو اپنا بل بنانے کا نہ سوچے، ہم کسی کے دوزخ کے بل بننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہ ایک روشن ضمیر اور وقت کے مقتدر امام الحدیث والفقہ کا ارشاد تھا۔ سادک

صاحب نورانیوں میں گر گئے۔ عافی مانگتے گئے اور کہا کہ حضرت مجھے بات سمجھ میں آگئی حضرت شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اگر ان باتوں سے اطمینان ہو گیا تو اللہ تعالیٰ جنت نصیب فرمائیں گے اگر اب بھی آپ ہنسنے ہیں کہ ہمیں تو سود کھانا ہی ہے تو مولانا انور شاہ صاحب نے فرمایا تو پھر آپ اپنے پیروں سے چل کر جہنم جائیں ہمیں اور مولانا شبیر احمد، مفتی کفایت اللہ یا مولانا احمد سعید کو کیوں اپنا بل بنانے کے پکر میں ہیں۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ کی چین کرامت

بیہ کاری کے سلسلے میں ہم نے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا ہے اور نہ ہی علماء نے بلکہ کارنامہ تو استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب بارک اللہ فیہا تھم اقیامہ کا ہے کہ اس پیرانہ سانی میں اتنی طویل نشست پر پورے ملک کے علماء سے مشاورت کر کے اس مسئلہ کو حل کیا، جب کہ دوسرا فریق انکا خاص شاگرد ہے نہایت اقرب ہے معتدین ہیں اور اللہ والے اور خدا رسیدہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن ان مسائل میں نفس غلطی کا شکار ہیں اور یہ انکو کہنا پڑا۔ گا کہ مسلمانوں کو گناہوں سے بچانے کے لئے کہ اس سلسلے میں ان سے نفس غلطی ہو گئی۔ اگر ان کو بھی اللہ بل جال نے حق کی طرف آنے کی توفیق دی اور انہوں نے بھی حق کو قبول فرمایا تو ان کے عظیم اخلاق مالی علوم بلند مرتبہ اور مرتبت کا عین متقنی ہو گا، ورنہ

لکم دینکم ولی ذین (سورہ کافرون)

اللہ تعالیٰ خیر و منافیت سے مسلمانوں کو رزق حلال نصیب فرمائے۔ میرے حساب سے یہ حضرت مولانا مدظلہ کی چین کرامت ہے کہ انہوں نے اپنے دور میں اس مسئلہ کو حل کیا

اسلام میں حلال کی بہت ترغیب دی گئی ہے

حلال کتنا ضروری ہے ایک آیت ذہن میں آئی، پیغمبر کتنے بڑے ہوتے ہیں، آسمانوں میں زمین میں نبیوں سے کوئی بڑا نہیں ہوتا مخلوقات میں اگر لوگوں کو ایمان لانا ہے تو نبیوں سے سیکھیں، اگر توفیق کرنا ہے تو نبیوں سے سیکھیں، اگر قبر کو جنت کا باغ بنانا ہے تو نبی کی سنت پر چلیں، اگر حشر کے میدان میں آٹھارہ ہزار اقوام (مخلوقات) کے سامنے رسوائی سے بچنا ہے تو نبی کے جھنڈے کے نیچے آنا ہوگا۔ اس کے بغیر ناممکن ہے۔ نبی اور رسول بہت بڑے مقام کے ہیں لیکن قرآن ایک مقام پر ایک بات کر رہا ہے اس کو سن لو: **يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ كَلِمَاتٌ طَيِّبَاتٌ** ”پیغمبر حلال کھایا کریں“ **وَأَعْمَلُوا صَالِحًا** اور نیک اعمال کرو **إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ**“ (سورہ مؤمنون آیت ۵۱) نیک اعمال کرو بغیر حلال خوری کے جتنے اعمال ہیں سب فضول ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں جب نبیوں کیلئے اتنی سخت تنبیہ آئی ہے تو ہم اور آپ کمزور اور ناجز اور ویسے ہی کئی غلطیوں اور غفلتوں کے شکار کس گنتی میں ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے محفوظ فرمائے۔

جناب نبی کریم ﷺ کی کمال احتیاط

ہمارے پیغمبر کو دیکھیں کہ بھوک لگی ہے اور کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے اچانک بستر پر ایک کھجور پڑی ہوئی دیکھی تو فرمایا کہ یہ نہیں کھا سکتا **”الآن تسكن من الصدقة“** کہیں زکوٰۃ میں سے نہ ہو۔ کھجور کتنی چھوٹی سی چیز ہے، ہمارے اسلامی بیکاری والے کہتے ہیں یہ بڑی بیکاری سے تو بہتر ہے کیونکہ انہیں تھوڑا سود ہے سود پانچ اور پانچ کروڑ کا سب برابر ہے

حرام، حرام ہوتا ہے خنزیر بڑا بھی خنزیر ہے اور اگر چھوٹے سانڑ کا انکا وہ بھی خنزیر ہی ہوگا، یہ تقسیم بھی علماء نے نامعلوم کر لی اور اس ارشاد کو بھی فقہی مغالطہ کہہ دیا۔

حسن مہنتی رضی اللہ عنہ حضرت ﷺ کا نواسہ ہے اور کیسا نواسہ ہے ان کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ

”ان ابني هذا سيد“ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸)

میرا یہ نواسہ ان شاء اللہ سردار ہے اور اس کے ذریعے امتوں کے بڑے۔ جھگڑے اللہ تعالیٰ تم کرے گا۔

حضرت حسن اور حسین دونوں کو اٹھایا فرمایا

”قال قال رسول الله ﷺ الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة“

(جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸)

یہ دونوں جنت کے پھول مجھے یہاں دے گئے ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک بار حضرت حسنؑ نے نیچے سے کھجور اٹھالی اور منہ میں ڈال لی، آپ ﷺ نے ان کے منہ میں انگلیاں دیں اور فرمایا **”لَا تَأْكُلُوا الزُّكُوَّةَ“** کہیں زکوٰۃ کی کھجور نہ ہو میری اور میری آل اولاد کے لئے زکوٰۃ جائز نہیں ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۰۲)

سادات کا زکوٰۃ لینا کسی حال میں جائز نہیں

آج کل جاپانی قسم کے سادات نقل آئے ہیں ایک طرف تو خود کو سید کہتے ہیں اور دوسری طرف زکوٰۃ خور بھی بنے ہوئے ہیں

شرم تم کو مگر نہیں آتی

آنحضرت ﷺ کا ایک آزاد کردہ غلام تھا ابو رافع، جب اسلام کی فتوحات ہوئیں

اور دور دراز تک لوگ مشرف با اسلام ہوئے۔ ان کی طرف سے افراد آتے تھے کہ حضرت فضیل تیار ہیں موشیاں گن لی گئی ہیں، سونا اور چاندی وزن کر لیا گیا ہے اگر خدمت اقدس سے کوئی معتمد آئے اور جمع کر لے تو ہمیں آسانی ہوگی، آپ ﷺ نے پورا نظام، نایا اس دوران آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان کا اتنا احترام کرتا ہوں جیسے باپ کا (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۷)۔

ایک موقع پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کچھ کہا تھا تو حضرت خالد بن ولید کو حضرت ﷺ نے ٹوکا اور فرمایا کہ یہ میرے چچا ہیں ان کو خفا کرو گئے جہنم میں جاؤ گے۔

اسی چچا نے ابورافع کو کہا کہ آپ کو تو حضرت ﷺ نے آزاد کر دیا ہے اور تیری شادی بھی ہونے والی ہے اور تجھے ولیمہ بھی کرنا ہوگا تو اس میں بڑا خرچہ ہوگا لہذا حضرت ﷺ اس وقت لوگوں کو زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے مقرر کر رہے ہیں، آپ بھی ان میں شریک ہو کر اس جماعت کے ایک رکن بن جائیں، جب زکوٰۃ جمع ہو جائے گی تو آپ کو بھی اس میں سے حصہ مل جائے گا اس سے اپنی شادی اور ولیمہ کی ضروریات پوری کر لینا، یہ بڑا صاف ستھرا مسئلہ تھا، حضرت ابورافع کے ساتھ بڑا احسان تھا تو ابورافع خدمت اقدس میں آئے اور آپ ﷺ سے گزارش کی تو آپ ﷺ نے حضرت عباس کو بلوایا، آپ ﷺ کا کیا کمال علم نبوت ہے ایک مسئلہ سے سارے جہاں کو آگاہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں آپ ﷺ چاہتے تھے کہ آئندہ کوئی غلطی نہ کرے تو آپ ﷺ نے ابورافع کو کہا دوبارہ کہو کیا چاہتے ہو اس نے کہا حضرت آپ کی عنایت سے غلامی سے نکلا ہوں اور آزاد ہوں اور آپ کی اللہ نے مدد فرمائی اور فتوحات دی پورے جہاں سے زکوٰۃ جمع ہو رہی ہے اس زکوٰۃ میں سے خدمت

کے عوض میں جب میں کام کروں مجھے بھی مل جائے تو میری شادی اور ولیمے کا کام ہو جائے گا۔ اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”یا ابورافع انت مولانا“ آپ ہمارے دوست رہے ہیں سبحان اللہ غلام کو کہتے ہیں انت مولانا آپ ہمارے رہے ہیں۔“ و مولانا القوم من انفسہم“ پیغمبر کا غلام بھی پیغمبر کے خاندان کا فرد ہوتا ہے۔ یہ زکوٰۃ جس طرح میرے لئے اور میری اولاد کے لئے حرام ہے تیرے لئے بھی حرام ہے، اس زکوٰۃ میں سے آپ نہیں لے سکتے ہیں۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۴۲)

یہ پیغمبر کی مالی تعلیمات ہیں اور وہ اخلاق ہیں جو کہ امت کو ملتین کئے گئے ہیں۔ آج وہی امت مختلف حیلوں اور بہانوں سے سود اور دیگر حرام چیزوں کو حلال کرنے کی درپے ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو محفوظ فرمائے اور اپنے نبی کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جتنے بھی برائی کے راستے ہیں ان کو ختم فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

رمضان! نزول قرآن کا مہینہ اور اس کی خصوصیات

رمضان شریف اسلامی روایات کے مطابق مسلمانوں کے ایک مذہبی اور دینی تقشفاء روزے کا اور قرآن کے نزول کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا تعارف دہر یقوں سے کیا ہے ایک تو فرمایا کہ تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے

”كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ“

اور دوسرا یہ ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن کے نزول کا مہینہ ہے

”شہر رمضان الذي انزل فيه القرآن“

دنیا میں بہت سارے اعمال ہیں جیسے نماز اللہ نے فرض فرمائی ہے لیکن یہ نہیں فرمایا کہ نماز کیوں فرض ہوئی، زکوٰۃ فرض فرمائی گئی ہے کہ مالدار لوگ ایک خاص نصاب تک پہنچنے کے بعد سال بھر میں ایک چھوڑ حصہ زکوٰۃ کے نام سے مستحقین کو دیں لیکن یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ یہ زکوٰۃ تم پر فرض کیوں کی گئی؟ ”وَاخْرُجْ مِنْهَا زَكَاةً“ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حج فرض فرمایا تو حج کے ساتھ تاریخ کا ذکر کیا ہے

”ان اول بیت وضع للناس للذي ببكة مباركا وهدى للعالمين فيه آيت بينات مقام ابراهيم ومن دخله كان آمنا“ اللہ علی الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا“ من كفروا فان الله غني عن العالمين“ (سورۃ آل عمران آیت 96، 97)

رمضان شریف کے ساتھ ایک تو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نازل فرمایا کہ ”کُتِبَ“ فرض کیا گیا کوئی اختیار عبادت نہیں ہے لوگوں کی طبیعت اور ان کی صحت

tings\Muneeb\Desktop\Ahs
Khutbat headings\6.tif not
found.

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونؤكل عليه ونعوذ بالله من شرور الشياطين ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل الله فلا هادي له واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ونبينا محمدا عبده ورسوله ارسله الله تعالى الى كافة الخلق بين يدي الساعة بشيرا ونذيرا وادعيا الى التباذنه وسراجا منيرا صلى الله تعالى عليه واله واصحابه وبارك وسلم تسليما كثيرا!

فَاعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ط فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ط وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ ط طَعَامُ مَسْكِينٍ ط فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ط وَإِنْ تَصَوْمُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ“ (سورۃ بقرہ آیت 183، 184)

”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عن سلمان رضى الله عنه قد اظلمكم شهر عظيم شهر مبارك اوله رحمة واوسطه مغفرة واخوه علق من النار الخ“ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۰۹، شعب الایمان ج ۱ ص ۳۰۶)

پر نہیں چھوڑا گیا۔ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا“۔ مسلمانوں! تو حیدر اور پیغمبر کی صداقت کا کلمہ پڑھنے والو! اللہ کو رب العالمین اور محمد رسول اللہ ﷺ کو رحمة اللہ علیہ ماننے والوں سب پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ روزہ کا تعلق مسلمانوں سے ہے کیونکہ یہ ایک عبادت ہے اور عبادات غیر مسلموں کے لئے نہیں ہوتیں۔ غیر مسلم کے لئے تو دعوت الی الایمان ہوتی ہے، دعوت الی التوحید ہوتی ہے اور دعوت برداشک ہوتی ہے۔ جب وہ ایمان لے آئیں اور کفر اور شرک چھوڑ دیں اور اللہ جل جلالہ کی وحدت کا قائل ہو جائے اور رسول اکرم ﷺ کی حقانیت اور صداقت کا معترف ہو جائے یعنی مسلمان ہو جائے تو اس پر احکام لازم ہو جاتے ہیں۔ وہ احکام جنہیں فقہاء اور محدثین احکام شرعیہ کہتے ہیں، وہ احکام جو فرد افراد ہر مسلمان مرد و عورت، بچہ بڑھ، بیمار اور صحت مند سب پر فرض ہیں ان کی استعداد کے حساب سے۔

آیت ”كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ“ الخ کی تحقیق

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ“۔ مسلمانوں روزہ فرض کیا گیا ”كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ جیسے تم سے پہلے امتوں پر فرض کیا گیا تھا۔ سوال یہ ہے کہ پچھلی امتوں میں تو رمضان شریف نہیں ہوتا تھا کہیں ناشور احرم کا روزہ فرض ہوتا تھا اور کہیں مہینے کی چاند کی تین تاریخوں کا، تیرہ، چودہ، پندرہ یہ فرض رہا ہے؟ تو اسے اس طرح سمجھ لیں کہ ہر مہینے کے تین روزہ۔ اور ناشور ابھی ساتھ شامل کر لیں تو یہ کل ملا کر سالانہ بیستیس (۲۵) روزہ بنتے ہیں، ان سب کی فرضیت کو تم کر دیا گیا۔ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ رمضان شریف کی فرضیت کے

بعد وہ روزہ ختم ہو گئے اور ان کی فرضیت بھی ختم ہو گئی۔ ناشور۔ کا روزہ یا چاند کی تین تاریخیں تیرہ، چودہ، پندرہ جنہیں ایام بیض کہتے ہیں ان روزوں کا مستحب اور سنت ہونا دوسرے دلائل سے ثابت ہے لیکن ان کی فرضیت کی کوئی بھی دلیل نہیں۔ مفسرین کی رائے اس کے برعکس ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہر امت میں، ہر رسول اور نبی کے زمانے میں رمضان شریف کا مہینہ فرض رہا ہے۔ کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ آسمانی کتابوں کا صحیفوں کا نزول رمضان کے مہینے میں ہوا ہے یہ ممکن ہے کہ نام اس وقت ان کی شریعت کے مطابق اور ہولین مہینہ بھر روزہ ساقیہ ام کے اندر رہا ہے۔ جیسے جمعہ کا دن تمام امتوں کو دیا گیا تھا لیکن ان کی نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے ان سے یہ دن چھین لیا گیا۔

فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں طویل و عریض کلام کیا ہے کئی صفحات پر اور اس کی تائید سورہ نحل کی اس آیت سے ہوتی ہے جس میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں

”أَنَّمَا جَعَلُ السَّبْتَ عَلَى الَّذِينَ اِخْتَلَفُوا فِيهِ“ (سورہ نحل آیت ۱۲۵)

کہ ہم نے تو ہر امت کو جمعہ کا دن پسند کر کے دیا جب ان کی سرکشی اور بغاوت حد سے بڑھ گئی تو پھر نعتیں ان سے چھنا شروع ہو گئیں۔

اجتماعی گناہوں کی سزائیں

گناہ اور عاصی جب افراد سے نکل کر اجتماع میں پہنچ جائیں تو پھر اجتماعی نعتیں چھنا شروع ہو جاتی ہیں۔ ایک شخص جو گناہوں میں مصروف ہے اور اللہ تعالیٰ سے شرم نہیں

کرنا اور اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو نہیں بہاتا وہ جلد ہی کسی موذی مرض میں مبتلا ہو جائے گا اور اپنی زندگی میں ہی اپنے کانوں سے سن لے گا کہ اب آپ ٹھیک نہیں ہو سکتے۔ یہی ہو رہا ہے ہر پانچویں اور چھٹے آدمی کو موذی مرض لاحق ہوتا ہے۔ سائنس اکڑ گیا ٹھیک نہیں ہوا اور یہ کینسر ہے، دانت نکل گیا درد ختم نہیں ہوا کینسر ہے، ہڈیوں کا درد ختم نہیں ہوا اب معلوم ہوا کہ کینسر ہے، کینسر اب ایک عام منزلہ زکام کی طرح ہو گیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب بدکاری اور بد فعلی بڑھ جائے گی تو تمھاری موت کے حادثات اتنے بڑھ جائیں گے کہ تم گن نہیں سکو گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و احسان سے امت کی اصلاح فرمائیں اور دین پر عمل کرنا آسان فرمائیں۔ قرآن شریف میں بعض عذاب ایسے بتائے گئے ہیں۔

”عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْضِكُمْ“

(سورہ انعام آیت ۶۵)

اوپر سے بھی عذاب آجائے گا اور نیچے سے بھی آئے گا تو مفسرین کہتے ہیں آسمان جب ناراض ہو جاتا ہے تو بارش رک جاتی ہے مٹی میں گزر جاتی ہیں، حیوان اور انسان ہلاک ہونے لگتے ہیں یا پھر اتنی بارشیں ہوتی ہیں کہ آبادی جنگل اور کھنڈرات میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ زمینیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ نیچے سے عذاب کا مطلب یہ ہے کہ زمین میں۔ یلاب آنا شروع ہو جاتے ہیں، زلزلے سے زمین تباہ ہو جاتی ہے اور مختلف قسم کی خطرناک بیماریاں پھیل جاتی ہیں اور یہ سب اس وقت ہوتا ہے جب انسانوں کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں، ان میں شرائع کا لحاظ نہیں رہتا، اسلامی شعائر کا مذاق اڑایا جاتا ہے

اور یہ سب کچھ ہم اور آپ آج کل دیکھ رہے ہیں۔ علماء کے ساتھ بغض رکھنا، مدارس کو آئے دن انت نئے نئے قوانین کا پابند کر کے پریشانی میں مبتلا کرنا اور جمعہ کے مبارک دن کا مذاق اڑانا یہ سب انفعال وہ ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے والے ہیں۔

یوم جمعہ کی عظمت اور اپنوں کے ہاتھوں اس کی مظلومیت

یہود نے جب سرکشی کی اور بغاوت میں جا کر دی تو جمعہ ختم ہو گیا سچر کا دن آگیا اور نیسیائیوں نے جب بغاوت اور فراطرفریا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارے میں کی تو ان سے جمعہ چھین لیا گیا اور اتوار کا دن ان پر مسلط کر دیا گیا اور پاکستان کے بننے کے جب پچاس سال مکمل ہوئے اور مکر و فریب انجباء کو پہنچا تو ایک دفعہ حاصل ہونے کے بعد پھر جمعہ کو اتوار میں تبدیل کر دیا گیا اور اچھے اور نیک مسلمانوں نے بھی کہا کہ یہ اچھا ہوا۔ انہوں نے اس کو بالکل نہیں دیکھا کہ ہمارے مذہب پر اور اس کے شعائر اور عظمت پر کھاڑا مارا گیا۔ انہوں نے اس کا بھی لحاظ نہیں کیا کہ یہ سابقہ حکومت نے کوئی احسان کر کے نہیں نافذ کیا تھا بلکہ پوری قوم کے مطالبے پر جمعہ کا دن مقرر ہوا تھا۔ انہوں نے اپنی اصطلاح کو بھی نہیں دیکھا کہ یہ چمٹی کے دن کو ”HOLIDAY“ کہتے ہیں ”مقدس دن“ تو ”مقدس دن“ جمعہ کے علاوہ اتوار کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نام کے مسلمان ہیں حقیقت میں نیسیائی ہیں، جب آپ کو موقع ملا تو آپ نے اپنے مذہب کو پیچھے پیچھا اور پادریوں کو کہا کہ اگر چہ آپ جاکچے ہیں لیکن آپ کی تابعدار اولاد ہم موجود ہیں ہم اب بھی آپ کی روایات کو اپنے سر پر ٹھاتے

ہیں۔ یہ مسلمانوں کی غیرت ہے اور یہ حالت ہے اور کراچی کے تاجر و مشائخ شریف میں اعلان کرتے ہیں کہ جی تو انہیں جمعہ اور پھر اس کے بعد پھر تو ان اللہ جہاں الفجار "باغی اور سرکش قوم کا یہی حال ہوتا ہے۔ یہ اعلان کیوں نہیں کیا گیا کہ سال بھر کیلئے ہمارا مذہبی دن جمعہ ہے اور ہم تو ارکو کبھی بھی "HOLIDAY" کہنے کے لئے تیار نہیں ہیں، یہ اعلان کر لیتے تو پھر اپنے کاروبار اور اپنی ملازمتوں میں اللہ تعالیٰ کے انعامات اور برکات دیکھ لیتے۔ ہر ادارے پر ان کے اثرات مسلط ہیں اور کسی نہ کسی بہانے یہ اپنے مذہب کا خون کر کے اپنے اقتصادی آئنا کو خوش کرتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے مال پر آفات مسلط کر دیتے ہیں۔ حکمران خود سب سے بڑا چور ہوتا ہے جب وہ حکومت سے ہٹ جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ آدھے سے زیادہ حکومت کا مال چوری کر چکا ہے اور اسے اپنے اثاثوں میں شامل کر چکا ہے۔

اس لئے فقہاء نے قاعدہ لکھا ہے کہ اگر کوئی بادشاہ لوگوں کو امن دینے میں ناکام ہو گیا تو پھر لوگ اس کو زکوٰۃ نہ دیں۔ اسلامی حکومتوں میں جب امیر المؤمنین ہوا کرتے تھے اور تاشی تشررتھے مفتی حضرات کی نگرانی میں تمام نظام اسلام کے طرز پر تھا تب بھی یہ مسئلہ تھا کہ اگر ایک شخص سفر کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہا ہے اور راستے میں اسے لوٹ لیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمران نے راستوں کا امن قائم نہیں کیا ہے تو اس پر تو آخر اربعہ کا اتفاق ہے کہ اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ باطل ختم ہوگئی اور صرف اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ ہی حکمران لے سکتے ہیں اموال باطنہ کی نہیں لے سکتے۔

اموال ظاہرہ اور باطنہ کی زکوٰۃ پر مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے علماء سے اس بات پر ناراض تھے کہ تم نے سکہ رائے الوقت اور سونے اور چاندی کی زکوٰۃ لینے کی اجازت حکومت کو کیسے دی، یہ تو اموال باطنہ ہیں یعنی ہر شخص از خود اس کی زکوٰۃ دیگا۔ اموال ظاہرہ جیسے فضلیں، موشیاں، زمینیں، تجارت جو کل کر نظر آئے یہ اموال ظاہرہ ہے اور اموال ظاہرہ کا حق حکومت کو اس لئے ہے کہ حکم کھلا حکومت اس کی حفاظت کرے۔ گی علی الاعلان فضلیں، موشیوں کو حکومت کے کارندے ہر جگہ دیکھتے ہیں تاکہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی نہ کر سکیں۔ منڈیوں میں جانور لے جاتے ہوئے راستے میں حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی حفاظت کرے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے اور جانوروں اور ان کے مالکوں کو راستہ میں امن حاصل نہیں ہے تو فقہاء نے لکھا ہے کہ اب حکومت کا زکوٰۃ کا استحقاق ختم ہو گیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب ایک گروہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خود صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ اس قبیلے میں تشریف لے گئے تو خطبہ سنو نہ کے اندر یہ بات ارشاد فرمائی کہ "کیا کوئی اس بات کی کواہی دے سکتا ہے کہ کسی کی بکری کسی نے چوری کی یا کسی کی فصل میں کسی کی بکریاں چری ہیں" ایک شخص بھی اس کی کواہی نہیں دے سکا۔ صحابہ کرام نے ایسی حکومت قائم تھی جس میں امن ہی امن تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر حکومت وقت نے اپنی ذمہ داری پوری طرح ادا کی ہے اور لوگوں کو امن دیا ہے تو جو استحقاق اس کو آپ کے مال میں ہے وہ

آپ کو دینا ہوگا، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ "لا فاقسطن من فرق بین الصلوٰۃ و الزکوٰۃ" جیسے نماز فرض ہے اور اس کو پڑھانے کا حق خلیفہ اسلام کا ہے اسی طرح اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ کا پورا حق خلیفہ اسلام کا ہے اگر کوئی شخص اس کا انکار کرے گا تو اسلامی حکومت اس کے خلاف جنگ لڑے گی۔ ہمارے یہاں تو حکومت مکمل غیر اسلامی ہے اور اس کا ڈھانچہ مکمل شرارتوں پر مشتمل ہے اور ایک سے ایک مائلی اسکینڈل حکومت میں موجود ہے، پھر بھی مسلمانوں کے مال میں سے کٹوتی ہوگی میں پوچھتا ہوں کہ آخر یہ کٹوتی کس چیز کی ہے، پہلے خود مسلمان ہو جاؤ، اسلامی حکومت کا نفاذ کرو، ایسی نفاذ قائم کرو کہ لوگ اپنے گھروں میں امن محسوس کریں۔ گھر تو چھوڑو یہاں تو لوگ مسجد و مدرسوں میں محفوظ نہیں ہیں۔ سارے ملک کا ایک ہی حال ہے کراچی میں ذرا زیادہ بد مزگی ہے طورخم سے لیکر کراچی تک ایک جیسی اتھری ہے کیونکہ حکمرانوں کے منحوس اور فتنج اثرات ہر جگہ یکساں ہیں ان کا اپنا دارالخلافہ خود ان کی حرکتوں کی وجہ سے غیر محفوظ ہے۔ یہ کوئی سیاسی باتیں نہیں ہیں بلکہ میں آپ لوگوں کو ایک شرعی مسئلہ سمجھا رہا ہوں کہ استحقاق زکوٰۃ کا تہ ہوگا جب حکومت اسلامی ہو اور رعایا کو امن دے۔ حکومت کے قواعد و ضوابط و امور برطانیہ کے حکم و حکم پر چل رہے ہیں اور اس کا نظام پسماندہ، فرسودہ، غلط اور انسانوں کو ناپام بنانے والا ہے جس کی وجہ سے پورے ملک میں بے چینی کی کیفیت ہے۔ اس دنیاوی نظام کے مطابق مجسٹریٹ اور جج فیصلے سناتے ہیں اور ان کے ان فیصلوں کو اسلامی کہا جاتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی فوجیوں کی پریڈ کو جمعہ کی نماز کہے جیسے یہ کہنا کفر ہے اسی طرح یہ بھی کفر ہے۔

سورہ نحل کی آخری آیتوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ
"انما جعل السبت علی الذین اختلفوا فیہ" (سورہ نحل آیت ۱۲۴)
ہم نے تو ہر امت کو جمعہ کا دن دیا ہر نبی اور رسول نے جب قوم کے لئے مذہبی دن مانگا کہ خدا یا یہ اس میں آرام کریں گے یہ اس میں زیادہ عبادت کریں گے یہ دنیا کے کام کاج سے تھوڑا سا وقفہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہفتے کے سات دنوں میں پسندیدہ دن جمعہ کا ہے۔

گزشتہ تمام آسمانی کتابوں پر ایمان بھی ایمان کا حصہ ہے
اللہ جل جلالہ نے ہر امت کو مذہب کا دن جمعہ دیا تھا جب وہ سرکش ہو گئے اور انہوں نے بغاوت شروع کر دی تو ان پر پھر ہفتہ اور اتوار مسلط ہوتے رہے۔ "فاعتبروا یا اولی الابصار" عقل والو کچھ غیرت حاصل کرو۔ اسی طرح امتوں کو رمضان شریف کا مہینہ دیا گیا تھا خواہ وہ کسی بھی نام سے ہو یہ ضروری نہیں کہ وہاں بھی اس مہینہ کا نام رمضان ہو جیسے اُس زمانے کی کتاب تورات تھی، انجیل تھی اور زبور تھی مگر وہ سب آسمانی کتابیں تھیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "فیہ ہدی و نور" ان کتابوں میں بھی ہدایت اور روشنی موجود تھی اور یہ ہمارا ایمان ہے کہ جیسے اس وقت قیامت تک کے لئے ہدایت کا گنجیدہ قرآن کریم ہے تو اسی طرح ان زمانوں میں جب یہ آسمانی کتابیں تھیں تو یہ کمال ہدایت کا گنجیدہ تھیں

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوا الْاَوَّلَیْنَ مِنْ الْاَنْبِیَآءِ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ" (سورہ بقرہ آیت ۲۳)

سابقہ کتب کی حقانیت پر بھی ہمارا ایمان ہے، ان انبیاء علیہم السلام کے صدق اور نما بقرب عند اللہ اور ہادی کامل ”کافۃ للناس“ پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ اس نظر یہ کے بغیر کوئی بھی محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والا نہیں بن سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس لئے روزے میں بطور تسبی کے فرمایا کہ ”کما کتب علی الذین من قبلکم“ کہ تم سے پہلے لوگوں پر بھی روزہ فرض رہا ہے۔ آج دنیا میں وہ لوگ ہیں لیکن ان کے روزے اس طرز پر نہیں ہیں جیسے ان کی کتابوں میں ان کو ہدایات کی گئیں تھیں۔ جیسے وہ لوگ نام کے ہیں لیکن ان کے پاس وہ تورات نہیں ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اس کی جگہ تحریف شدہ مضمون ہے۔ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کے ماننے والے ہیں لیکن زبور اور انجیل کی نعمت سے محروم ہیں کیونکہ وہ سب اپنے مذہب سے منحرف ہو چکے ہیں۔

قرآن کریم میں تمام آسمانی کتابوں کے مضامین موجود ہیں

قرآن کریم کی ایک صفت اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان کی ہے کہ قرآن کریم ”وہیمناعلیہ“ (سورہ بقرہ آیت ۱۲۸) ہے یعنی ان کتابوں کے مضامین کو بھی قرآن کریم نے اپنے اندر جمع کیا ہوا ہے اور ان کتابوں پر جو تہنیتیں لگائی گئیں اور تحریفات کی گئیں ان سب کی نشاندہی بھی قرآن کریم نے کی ہے۔ یہودیوں، مانویوں، سے کہتے تھے کہ ہمارے مذہب میں انجیل کا دودھ نہیں پیا جاتا اور ہمارے یہاں اونٹ کا گوشت حلال نہیں ہے کیونکہ یعقوب علیہ السلام جب بیمار ہو گئے تھے تو انہوں نے حرام کیا تھا اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ یہ غلط کہتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے صرف خود استعمال

نہیں کیا تھا ”سکل الطعام کان حلالاً لبني اسراءیل“ ”سارے حلال کھانے بنی اسرائیل کیلئے حلال تھے“ الا ما حرم اسراءیل علی نفسه من قبل ان تنزل التوراة“ ”صرف حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک عذر کی وجہ سے اس کا استعمال چھوڑ دیا تھا

”فتواہ التوراة فالتلوہا ان کنتم صلیقین“ (سورہ آل عمران آیت ۹۳)

لاؤ تورات دکھاؤ اس میں یہ مسئلہ ایسا ہے جیسے یہ قرآن بیان کر رہا ہے یا پھر تم لوگوں نے اسے اپنی آسانی کے لئے اپنے حساب سے تبدیل کر لیا ہے۔

چنانچہ یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ سابقہ کتب اور گذشتہ زمانوں کی روایات اور احکام تین قسم کے ہیں:

پہلی قسم

جس طرح مسائل وہاں موجود تھے اسی طرح قرآن نے بھی انہیں بیان فرمایا ہے تو اب وہ اسلام میں شامل ہو گئے۔

دوسری قسم

دوسری قسم مسائل کی وہ ہے جو تمام آسمانی کتابوں میں ایک ہی طرح بیان ہوئے ہیں جیسے ”ایمان باللہ وبالیوم الآخرۃ وبالرسول“ کے قواعد جو کہ قرآن میں بھی بیان ہوئے ہیں یہ مسائل مفسرین کے یہاں اصول متفقہ کہلاتے ہیں یعنی ہر کتاب کا یہ کہنا تھا کہ اللہ پر ایمان لے آؤ، اللہ کی توحید مانو اور شرک مت کرو اور ہر کتاب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ آخرت برحق ہے اسے مانو اور ہر آسمانی کتاب اور صحیفے میں یہ منوایا گیا تھا کہ نبی کو مانو، نبی

انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجے جاتے ہیں اور نبی کے بغیر تم انسان نہیں رہ سکتے ہو۔ یہ اصول قرآن نے سب سے پہلے لے لئے اور بار بار انہیں دہرایا اور بار بار یہود و نصاریٰ کو چیلنج کیا اور انہیں افرات فرماتے دئے کہ یہ تمہاری مذہبی کتابوں ہی کے مسائل ہیں اور یہ اصول تمہاری کتابوں کے ہیں اور اب تم ان سے انحراف کرتے ہو۔

تیسری قسم

تیسرے مسائل گزشتہ کتابوں کے وہ ہیں کہ جنہیں قرآن نے بالکل مسترد کر دیا۔ لیکن ہے کہ ان کے یہاں ایک چیز حلال رہی ہو اور قرآن نے اسے حرام قرار دے دیا۔ امام العصر حضرت مولانا نور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ علیہ کا ایک پادری سے اسی مسئلہ میں مناظرہ ہوا تھا، اس کا کہنا یہ تھا کہ عیسائی مذہب میں خنزیر کا گوشت اور شراب قابل استعمال رہے ہیں اور حضرت شاہ صاحب کا کہنا یہ تھا کہ نہیں کسی بھی آسمانی کتاب میں اس کی اجازت کبھی بھی نہیں آئی۔ حضرت شاہ صاحب نے اس مسئلہ میں مختلف انانیل یعنی مختلف انجیلوں سے ثابت کیا کہ قابل استعمال نہیں ہیں بلکہ جس طرح اسلام میں ان کے استعمال پر سخت سزائیں مقرر ہیں اسی طرح گزشتہ کتابوں میں بھی تھیں۔ یہود نے نفس پرستی اور مفاد پرستی کی وجہ سے اپنے مذہب سے انحراف کیا اور اپنے پیغمبر کی تعلیمات سے منہ موڑا یہاں تک کہ پیغمبروں کو قتل بھی کیا۔

ہمارے حکمران بھی اپنے مفادات پورے کرنے کی وجہ سے دین سے انحراف کر رہے ہیں اور دین والوں سے دشمنی کر رہے ہیں۔ یاد رکھنا جس نے بھی اسلام کے

خلاف کام کیا ہے اس نے کبھی بھی عزت کے دن نہیں دیکھے ہیں۔ ہم اور آپ دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جن کی جائیدادوں میں گھنٹوں ٹرین چلتی ہے اور جن کی جائیداد ملک اور بیرون ملک میں پھیلی ہوئی ہے ان کو ملک میں آنے کی اجازت بھی نہیں ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے اسلام کے خلاف اپنے ناپاک عزائم کو پورا کرنے کی کوشش کی تھی وہ تو نہ ہوسکا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کے سامنے رسوا کر دیا اور آخرت میں ان لوگوں کے لئے کوئی نرمی نہیں کی جائے گی۔

مرد درویش، جنرل ضیاء الحق مرحوم کے نیک ارادے

صرف ایک حکمران پاکستان کی تاریخ میں ایسا آیا تھا جس نے اسلام کے حدود کا خیال کیا تھا اور علماء کرام کو اس کے دور میں بڑی عزت ملی تھی۔ وہ جنرل ضیاء الحق ملنگ درویش، آسمان وزمین نے دیکھا کہ اتنا پاورفل حکمران جب ہوتا تو اس کے ساتھ ایک سوئی کے برادر کوئی چوری نہیں تھی اور اس نے ملک کے سرمائے کو اپنے لئے استعمال نہیں کیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ علماء کے قریب تھا اور نمازی تھا مولویوں جیسی باتیں کرتا تھا اور اسلام آباد کو ایک مذہبی مدرسہ بنانے کے خیال میں تھا۔ ضیاء الحق نہ ہوتا تو افغانستان کے طالبان فنا ہو چکے ہوتے جہاں کا بنیادی کردار اس مرد میدان نے ہی قائم کیا تھا، دسیوں اختلافات کے باوجود اس کا یہ احسان امت کو ماننا چاہئے۔ جب امریکا کو پتہ چلا کہ یہ شخص اگر برسر افتد ارہا تو مسلمان بہت طاقتور ہو جائیں گے کیونکہ افغانستان کے ایک سوساٹھ بڑے عہدیداروں نے یہ متفقہ فیصلہ کیا تھا کہ پورا ملک افغانستان فتح ہونے کے بعد پاکستان کے

حوالہ کر دیں گے اور اس کا صدر بھی ضیاء الحق ہی ہوگا۔ دوسرا کام جو جنرل ضیاء الحق نے کیا تھا وہ یہ تھا کہ اس نے اپنے گریڈ کے تمام کرنلوں سے اور بنگالیوں سے مشورہ کیا کہ آپ لوگ آگ ہو کر کہاں چلے گئے۔ یہ ملک تو ہم اور آپ نے ملکر بنایا تھا آپ کیسے بنگلہ دیشی ہو گئے اور دو تین سال اور موقع ملتا تو وہ اسے واپس مشرقی پاکستان، بھارت، اس طرح کے کام تو حکمران کی غیرت و ایمان پر ہوتے ہیں۔ ایک نجیب بات بتانا ہوں کہ تین آدمیوں نے پاکستان کو توڑ کے اسے پٹا ہے (۱) بنگالی خان (۲) بھٹو (۳) جنرل نیازی۔

حضرت الشیخ کا بنگلہ دیش میں پانچ لاکھ افراد کے اجتماع سے خطاب

میں نے بنگال میں تقریر کی پانچ لاکھ کے اجتماع سے خطاب کیا۔ ان کو اردو بولنے نہیں آتی اور اردو سنتے ہی وہ بھڑکتے ہیں۔ میں نے ان لوگوں سے کہا کہ تم اردو سے کیوں ناراض ہو تمہارا۔ ساتھ بعض امران نے زیادتی کی ان میں سے ایک بھی اردو بولنے والا نہیں تھا۔ بھٹو سہمی تھا، بنگالی خان پشتو بولتا تھا اور نیازی پنجابی بولتا تھا، ان میں سے کسی کا بھی تعلق اردو سے نہیں تھا۔

اردو تو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت بدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان ہے۔ یہ تو ہمارے ہندوستان کی مذہبی ترجمان زبان ہے، یہ کوئی پاکستان کے لوگوں کی زبان نہیں ہے۔ ہمارا سارا علم اردو میں ہمارے درمیان موجود ہے اکثر علماء نے کتب اردو میں لکھی ہیں۔ بنگالی سارے کے سارے

حیران رہ گئے، میں نے کہا کہ پہلے آپ لوگ دشمن کو پہچان لیں جنہوں نے آپ سے دشمنی کی تھی، وہ سب فنا ہو چکے ہیں اب ان کا نام لیوا کوئی نہیں رہا۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ آپ لوگوں نے بھی ظلم کی حد کر دی کہ پاکستان کے نام کو بھی برداشت نہیں کیا اور اسے مشرقی پاکستان سے بنا کر بنگال دیش بنادیا۔ میں نے کہا کہ میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا پاکستان صرف یہاں کے لوگوں کی کوشش سے بنا تھا؟ نہیں اس کی آزادی میں وہاں کے مسلمانوں نے بھی کوششیں کی تھیں پھر آپ لوگوں نے نام کیوں بدلا؟ میں نے کہا کہ تمہارا یہ گناہ اللہ معاف نہیں کرے گا۔ یہ ملک اللہ تعالیٰ نے تمہیں کوئی کھیل تھا شے کے لئے دیا تھا کہ جب ناراض ہو گئے تو اپنی قومیت کا نام رکھ دیا، یہ تو مشترکہ جدوجہد کا نتیجہ تھا۔ دنیا میں ایسے کتنے ممالک ہیں کہ جن کے ناموں میں جنوبی اور مشرقی وغیرہ ہیں وہ سب چلتے رہتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ قوم میں وہ درد رکھنے والے کتنے رہ گئے۔ وہ بھی کوئی قومی لیڈر ہے جو کسی ایک قوم کا ہو یا عالم ہو اور وہ کسی خاص طبقے کا ہو۔ جب وہ آنحضرت ﷺ کو پورے عالم، جن و انس، فرش و عرش، قائم و دائم اور رحمۃ اللعالمین مانتا ہے تو وہ کیسے ایک قوم اور قبیلے کا رہنما اور لیڈر ہو سکتا ہے۔

عالم کبھی کسی ایک زبان اور ایک نظریے کا ہو سکتا ہے لیکن اس کی زبان کوئی بھی ہو وہ تمام زبانوں کا قدر دان ہوتا ہے، اسے پتہ ہے کہ یہ سب میرے دست و بازو ہیں اور ایک بڑے میدان کو جنگ کرنا یہ تو مجنون کا کام ہے، بہادر آدمی تو کہے گا کہ اس میدان کو اور مندر پار تک وسیع کروں۔ یہ عالم کا ہی فریضہ ہے کہ شریعت کے دائرے میں رہ کر لوگوں کی اصلاح کرے۔ اب یہ عالم جب دین کا کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی فیسی ادا کرے

فرمائیں گے۔ یہ عالم کا ہی کام ہے کہ قوم میں شعور پیدا کرے۔ اور اسے اللہ تعالیٰ کی مافرمائی سے بچائے۔ جو عالم بھی قوم کی بد عملی میں بدعات اور مروجہ رسوم میں قوم کا ساتھ دے گا اور ان کا انکار کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے بہت جلد ذلیل اور رسوا کر دیں گے کیونکہ دین پر سودا بازی وہ گناہ ہے جسے اللہ کبھی معاف نہیں فرماتے۔

ٹیلی ویژن کی وبا، اور نحوست

ایک بزرگ آدمی نے ایک دن مجھ سے کہا کہ میں نے گھر میں ٹیلی ویژن رکھا ہے اور میں صرف اس میں خبریں سنتا ہوں، میں نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ تو واقعی بزرگ ہیں اور میں آپ کی بزرگی ماننا ہوں لیکن ایک گزارش کرتا ہوں کہ اس پر آپ کب تک کاربند رہیں گے کہ گھر میں جو اور دوسرے رہنے والے ہیں ان میں سے اگر دو افراد بھی اسے گانوں کیلئے اور خشنقاہوں کیلئے استعمال کریں تو ان کا جوابدہ کون ہوگا۔ ایک بات دوسری بات یہ کہ آپ اس لعنت کو اپنے سامنے گھر سے نکالیں اور اپنی اولاد کو لاکاریں کہ اس گھر میں، میں رہ رہا ہوں اس میں ٹیلی ویژن نہیں ہوگا تا کہ چھوٹی چھوٹی پوتیاں، نواسے دیکھ لیں اور سمجھ لیں کہ ہمارے بزرگوں نے اسے غلط کہا تھا اور ہمیں اس سے بچنے کے لئے کہا تھا ورنہ کل یہی اولاد کہے گی کہ ہمارا بزرگ پہلی صف میں نماز پڑھنے والا، سر ڈھک کر نماز پڑھنے والا ٹیلی ویژن بھی دیکھتا تھا تو پھر ہم کیوں نہ دیکھیں۔ میں نے اس سے کہا کہ آپ کے مرنے کے بعد بھی آپ کی قبر میں بچھو اور سانپوں میں روزانہ اضافہ ہوگا کیونکہ زمانہ جیسے جیسے نئی سے دور ہو رہا ہے اچھائی ختم ہو رہی ہے اور برائیاں بڑھ رہی

ہیں، آپ کو تو چاہئے کہ ایسی فضا قائم کریں اور ایسی تاریخ ثبت کریں کہ آنے والوں کو اس سے دینی فائدہ پہنچے۔ عیسائی پادری اپنی بد عملی کی وجہ سے گناہ کے مرتکب تھے اور شراب کو حرام نہیں کہہ سکتے تھے اور خنزیر کے گوشت کو حرام نہیں کہہ سکتے تھے تو لوگوں نے سمجھا کہ کتاب تو یہ جانتے ہیں اور یہ اس کے خلاف عمل کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ اس میں کچھ گنجائش ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ ”ذلة العالم ذلة العالم“ عالم کی خطا پورے جہان کو ڈوبنے کے مترادف ہے کیونکہ ہزاروں آدمی انکے سامنے میں روشنی پاتے ہیں اور ان سے دینی تعلیمات سیکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ گھروں میں یہی مقام خاندانی بزرگوں کا ہے کہ گھر کے لوگوں کو بے دینی کی طرف راغب نہ ہونے دیں۔

عہد شکنی پر وعیدیں اور ان کے مضر اثرات

قرآن کریم میں ایک مقام پر حضرات صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی اور فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ تمہیں دیکھ کر پیچھے ہٹ جائے

”فَتَزَلْ قَدَمُ بَعْدَثُو تَقِيَا تَلَمَّزُوا قَوْلَ السَّوَاءِ بِنَاصِلِهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ“

(سورہ نحل آیت ۹۲)

منقبت صحابہ میں اس سے گراں آیت کوئی اور نہیں ہے اور اس سے پہلے اللہ نے فرمایا کہ جب تم قسم کھاؤ تو پھر مضبوط رہو اور جب عہد کرو تو پورا کرو یہ نہیں کہ صبح عہد کر لیا اور شام کو اس سے مکر گئے، اسلام کا کوئی ہتھیار ایسے شخص کے منہ میں ایک دانت نہیں رہنا چاہئے تھا، وہ عہد اور وعدہ جس پر ایمان موقوف ہے اس کا آپ نے مسلمان ہونے

کے باوجود یہ حشر کیا۔ ایک قول جب آپ نے اپنی زبان سے نکالا تو اب اس پر قائم رہو دنیا کے فائدہ اور نقصان کو مت دیکھو یہ ایمان اور غیر ایمان کا فرق ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ جیسے اصدق الصادقین کس قدر غضبناک ہوئے اور فرمایا

”لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ“

(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵)

جو امانت دار نہیں وہ ایمان دار نہیں اور جس نے اپنے عہد و پیمان کی پابندی نہیں کی وہ بے دین ہے اس کا سر سے دین ہی نہیں ہے۔ یعنی اگر وہ دین اسلام کو برحق دین سمجھتا تو امانت میں خیانت نہ کرتا اور عہد و پیمان کا پاس رکھتا۔ حدیث کی کتابوں اور تفسیروں کی کتابوں اور تفسیروں میں آتا ہے کہ اکثر قبائل سے آپ ﷺ ناراض ہوئے اور آپ ﷺ نے ان سے سخت جنگ لڑی صرف عہد شکنی کی وجہ سے۔

عہد شکنی کرنے والوں کے خلاف حضرت ﷺ کا رد عمل

قبائل عرب نے آپ ﷺ سے معاہدہ کیا تھا کہ حضرت ہم کچھ نہیں کہیں گے حضرت نے فرمایا کہ صرف یہ نہیں بلکہ جو ہم سے لڑیں گے تم ان کا بھی ساتھ نہیں دو گے انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم ان کا ساتھ بھی نہیں دیں گے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اب تم جن سے دوستی کرو گے ہم ان پر حملہ نہیں کریں گے اور حضرت ﷺ اس پر قائم رہے اور صحابہ کے ساتھ اتنی سختی فرمائی کہ ایک شخص سے غلطی ہوئی تو فرمایا ”انت مسعر الحرب“ لڑائی کی آگ بھڑکانے والے تم ہو اور وہاں خود شریف لے گئے اور وہاں یہود کے علماء سے

فیصلہ کیا جب کوئی صورت نہیں بنی تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں خون بہا اپنے طور پر ادا کروں گا تا کہ جنگ نہ ہو۔ جب غزوہ خندق پیش آئی اور مشرکین نے حملہ کیا اور قبائل نے سمجھا کہ مشرکین اتنی کثیر تعداد میں اس قدر مسلح ہیں کہ اب نہ حضرت ﷺ ٹھہر سکیں گے اور نہ مسلمان ٹھہر سکیں گے سب ہتیم ہو جائیں گے۔ جتنے لوگوں نے حضرت ﷺ سے عہد کیا تھا وہ تمام لوگ عہد و پیمان تو ذکر مشرکین کی ادا دیکھنے آئے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت ﷺ نے پورا جنگی نقشہ سیٹ کیا اور صحابہ کو مختلف مقامات پر بٹھایا مغرب اور عشاء کے درمیان میں آپ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ تمام قبائل ہمارے خلاف ان کے ساتھ ہو گئے آپ ﷺ نے فرمایا ”اللیں عاہلونا“ وہ لوگ جنہوں نے ہمارے ساتھ عہد کیا تھا تو کہا گیا کہ حضرت وہ سب ان کے ساتھ ہو گئے ہیں اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ بیٹھ نہیں رہے تھے بار بار کھڑے ہوتے تھے اور غصہ کی وجہ سے رنگ مبارک بدلتا تھا۔ جب حضرت ﷺ ناراض ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مار زخما مبارک پہ توڑ دئے گئے ہوں۔ حضرت ﷺ کا چہرہ مبارک سُرخ ہو جاتا تھا با اکل ناک کی طرح لیکن حضرت ﷺ صحابہ کی تسبیح کیلئے فرماتے تھا کہ تم اطمینان رکھو اللہ کی ادا پہلے سے بڑھ کر آئے گی۔ میں یہاں اپنی مرضی سے نہیں آیا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ان سے لڑنے کیلئے آیا ہوں اب یہ جتنے آئیں گے سب شکست کھائیں گے کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے۔

خندق میں مشرکین کو ایسی شکست ہوئی کہ مشرکین کیا بلکہ وہ قبائل جو ان کی ادا کے لئے آئے تھے ان کو بھی دوڑنے اور بھاگنے کیلئے راستے نہیں مل رہے تھے۔ مسلمان فتح

وفات کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گئے اور حدیث میں ہے کہ حضرت ﷺ نے صرف جنگی قیص ہی اُناری تھی اور غنم فرمانے کیلئے جا رہے تھے کہ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ غداروں سے بدلہ لینا ہے۔ حضرت ﷺ نے پوچھا کہ کن لوگوں سے تو فرمایا کہ بنو قریظہ، بنو نظیر، بنو قریظہ، بنو قریظہ نے عہد توڑا ہے اور جبریل نے کہا کہ آپ نے تو کپڑے بدل لئے اور نہ رہے ہیں (اور ایک روایت میں ہے کہ نہا لئے) جبکہ خدا کے فرشتوں کو نہ کپڑے بدلنے کی اجازت ہے اور نہ نہانے کی سب کے سب اسی طرح تیار کھڑے ہیں۔ حضرت ﷺ نے انا ان فرمایا کہ بنو قریظہ کی طرف نکلنا صحابہ رضی اللہ عنہم اور خون آلودہ تھے اور تھکے ماندے، چور چور، مقتضائے بشریت تھوڑا سناٹا خر ہوا تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تیار نہیں ہوتے ہو تو میں اکیلے جاؤں گا اور فتح کر کے آؤں گا، میں خدا کا پیغمبر ہوں اور نبی جب تلوار ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور جنگی ٹوپی سر پر رکھ لیتے ہیں تو اس وقت تک واپس نہیں آتے جب تک وہ لڑ کر فتح نہ حاصل کر لے اور اللہ میری مدد کریگا۔ صحابہ جب سمجھ گئے کہ فیصلہ دو ٹوک ہے تو بخاری شریف میں ہے کہ صحابہ حضرت ﷺ سے آگے آگے چل رہے تھے اور چند دنوں میں مدینہ صحابہ سے خالی ہو گیا، اور تمام کے تمام اصحاب بنو قریظہ پر حملہ کرنے کیلئے مدینہ سے باہر نکل آئے۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۹۰، ۵۹۱)

عہد اور وعدہ کے خلاف کرنا یہ مسلمانی اخلاق کے سراسر منافی ہے، مسلمان تو مسلمان کافروں کو بھی مسلمانوں نے غداری نہیں کرنے دی اور نہ ہی خود کفار کے ساتھ کبھی غداری کی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زبردست ایفاء و عہد

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور جسے بعض ظالم اور تاریخی اسلامی سے جاہل لوگ ملوکیت کا دور کہتے ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اجلہ اصحاب میں سے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رومیوں کے ساتھ گھمسان کی جنگ ہوئی آخر کار سلج ہو گئی اور دو سال کیلئے آن کا معاہدہ ہوا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلسل دیکھا کہ رومیوں کے اندرونی حالات اسلام کے حق میں نہیں ہیں تو فوج کو سرحد کے قریب لا کر کھڑا کر دیا اور ان کو ہدایت دی کہ جس دن معاہدہ ختم ہوا اس دن حملہ کر دو۔ صبح کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فوج کو آؤر دیا کہ حملہ کرو۔ شہر پر شہر فتح ہو گئے اس لئے کہ دشمن بالکل نائل تھا ان کی فوجیں منتشر ہو گئیں کہتے ہیں کہ ساٹھ سے زیادہ بڑے شہر وہ فتح کر چکے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا اور سخت گرمی کا زمانہ تھا اس دوران دور سے ریت اڑتی ہوئی نظر آتی دیکھا گیا تو ایک شہسوار گھوڑے پر تیزی سے آ رہا ہے جس نے اپنا سر اور چہرہ کپڑے سے چھپایا ہوا ہے گردوغبار کی وجہ سے اور وہ دور سے یہ آواز دے رہا ہے کہ ”اللہ اکبر اللہ اکبر وفاء لا خدر“ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸ تفسیر عثمانی سورہ انفال آیت نمبر ۵۸ کے حاشیہ میں دیکھیں) یعنی اے معاویہ عہد پورا کرو اور غداری جائز نہیں ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کمانڈر ان چیف کو کہا کہ فوج کو روک لو پیچھے سے کوئی سخت پیغام آ رہا ہے۔ حضرت معاویہ خود امیر المؤمنین ہیں، لیکن جہاں دین کی بات آتی تو فوراً اپنا سر جھکا دیا اور سمجھ گئے کہ کوئی خاص پیغام آ رہا ہے کچھ دیر بعد شہسوار گھوڑے سے نیچے اترا اور چہرے سے

کپڑا اتار دیا۔ یہ بڑے قدیم صحابی رسول حضرت عمرو بن عتبہ رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ مکہ مکرمہ میں اس وقت آئے تھے کہ جب حالات بہت سنگین تھے اور بالکل ابتدائی دور تھا اور ایک یادو آدمی مسلمان ہوئے تھے انہوں نے حضرت ﷺ کی خدمت میں آکر سوال کیا تھا کہ

”من معک علیٰ ہذا لامر“ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۶)

آپ کی اس اسلام کی تبلیغ میں آپ کے ساتھ کون کون ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”حسرو عبید“ ایک آزاد اور ایک غلام ہے۔ یہ عمرو بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور یہ قائد ہے کہ اولین صحابہ جو کہ شروع شروع میں ایمان لائے تھے ان کو صحابہ ایسا سمجھتے تھے جیسے محمد رسول اللہ ﷺ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کسی کی بات نہیں ہوتی تھی آپ من آیات اللہ تھے اور قرآن کی آیت کی طرح سمجھے جاتے تھے۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیران رہ گئے۔ حضرت عمرو بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے سورہ انفال کی آیت پڑھی اور پھر فرمایا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس قوم کے ساتھ آپ کا معاہدہ ہو تو معاہدہ پورا ہونے کے بعد ایک دفعہ انہیں اطلاع دینا ضروری ہے کہ دیکھو ہم آئندہ معاہدہ نہیں کریں گے اطلاع دے بغیر اگر ان پر حملہ کیا تو یہ بھی معاہدہ توڑنے کے مترادف ہے

”ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال و من کان بینہ و بین قوم عہد فلا یحلن عقدہ ولا یشد ہا حتیٰ ینقضی امدھا او ینبذ الیہم علی سوا“

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۸)

کیا آپ نے ان کو اطلاع دی تھی؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں تو

انہوں نے فرمایا کہ اس کام سے فوراً واپس ہو جاؤ۔ حضرت معاویہ نے کمانڈران چیف کو حکم دیا کہ واپس ہو جاؤ اور سارے ملک اور شہر جو فتح ہوئے تھے سب واپس کر دئے، لیکن پیغمبر کے لائے ہوئے دین جس میں عہد اور وعدہ کا لحاظ ہے اس پر آج نہیں آنے دی۔ یہ اسلام ہے، یہ کمانڈران چیف ہے اور یہ اس امت کے بڑے ہیں اس کو نہیں دیکھا کہ کتنے لوگ شہید ہوئے اور کتنا فائدہ ہوا ہے، یہ دیکھنا ہے کہ دین کا کتنا نقصان ہو رہا ہے اور نبی کی تعلیمات کی کتنی نافرمانی ہو رہی ہے۔ کیا کوئی مسلمان بھی آیات اور احادیث کے خلاف کر سکتا ہے۔ یہ تھے پیغمبر کے صحابہ اور یہ تھی ان کے اسلام کی مضبوطی اور استقامت آج لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اعتراضات کرتے ہیں اور اپنے لئے جہنم کے دروازے خود کھولتے ہیں۔

صحابہ پر نکتہ چینی سے سلب ایمان کا خطرہ ہے

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے موقع پر فرمایا کہ جب صحابہ کے اقوال پیش کئے گئے تو کسی صحابی نے کہا کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے حضرت ﷺ کے لائے ہوئے دین کے خلاف کیا ہو اور اگر کوئی یہ کہے کہ کیا ہے تو وہ اتنا بڑا مجرم ہے کہ آسمان وزمین دونوں اسے سنگسار کریں گے۔ صحابہ پر اعتراضات کرنے والا اتنا بڑا مجرم ہے کہ وہ زمین اور آسمان سے رحم کیا جا رہا ہے تو جن لوگوں نے صحابہ کی حکومت پر اعتراضات کرتے ہوئے اسے ملوکیت کہا ہے وہ لوگ آسمان وزمین کی طرف سے رحم ہو چکے ہیں، جو صحابہ کی خلافت کو نشانہ بناتے ہیں اور ان بزرگ اور مقدس ایمان کی

ہستیوں کو عوام کی عدالتوں میں کھڑا کرتے ہیں ایسے لوگ مسلمانوں کے مذہبی رہنما نہیں ہو سکتے۔ یاد رکھنا جس نے بھی صحابہ کی خلاف زبان درازی کی اور ان کے خلاف دل میں بغض رکھ لیا صحابہ کرام کو معیار ایمان نہیں سمجھانے سے پہلے پہلے اس کا ایمان سلب ہو جائیگا۔ کیونکہ صحابہ کرام کا معیار ایمان ہونا یہ قطعی مسئلہ ہے اس کا انکار کرنا قرآن کریم کا انکار کرنے کے برابر ہے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ”امسوا کما امن الناس“ (سورہ بقرہ آیت ۱۳) کہ ایمان لاؤ جیسے کہ یہ لوگ ایمان لائے ہیں۔ دنیا کے تمام مفسرین محدثین اور فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت صحابہ کرام کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے۔

رمضان شریف کا مہینہ بھی عہد و بیان کا مہینہ ہے

یہ رمضان شریف کا روزہ بھی ہمارے عہد اور وعدہ کا ایک نگارہ ہے کہ ہم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو رب تسلیم کیا ہے، یہ ہمارا ایمان ہے کہ آسمان اور زمین کا اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کل کائنات کے ذرے ذرے چپے چپے، جن و انس کی ہدایت کیلئے، کامل ہدایت کے ساتھ ہمیشہ کیلئے بھیجے گئے ہیں۔ اب اس شریعت کی ہر ادا اور ہر حکم کو دل جمعی کے ساتھ پوری طاقت و توانائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں قبول کرنا ہمارے یہاں عہد اور وعدہ کا ایفا ہے اور پاس خاطر ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ ایک مسلمان کبھی روزہ رکھے اور کبھی روزہ نہ رکھے یا جمعہ جمعہ رکھے اور پھر ہفتہ اور اتوار کو چٹائی کرے۔ یہ انتہائی بڑا جرم ہے جتنا بڑا جرم بغیر غفرانہ

اور بنظر نے آنحضرت ﷺ سے عہد و بیان کی خلاف ورزی کر کے کیا تھا اور ان کو سزا دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ملائک کو اور سب صحابہ کو کہا کہ ان سے بدلہ لو اور ان کو ختم کر دو۔

سازشیوں اور بد مذہبوں کے شر سے بچنے کی کوشش کرنا ضروری ہے

جب مذہبی خون ہوگا اور مذہبی روایات کا قتل ہوگا، تو پھر مذہب والے بھی عزت سے نہیں رہیں گے ان باؤں اور آفات کو نالے کا ذریعہ یہ ہے کہ پہلے سے بڑھ کر شان و شوکت سے روزے رکھے جائیں اور پہلے سے بڑھ کر پوری توانائی کے ساتھ مکمل تراویح پڑھی جائے اور آٹھ اور بارہ تراویح پڑھنے والوں سے بچا جائے۔ یہ صحابہ کے دشمن ہیں اور اسلام کے دشمن ہیں اور ان کو اسلام کو ختم کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ انہوں نے بھی صحابہ کو پوری طرح تسلیم نہیں کیا ہے کیونکہ صحابہ کا اس پر اتفاق ہے کہ تراویح کی نمازیں رکعات ہیں اس میں کوئی دوسرا قول موجود نہیں ہے ”والحمد للہ علیٰ ہذا“

چاروں مذاہب اس پر متفق ہیں، حق کے بعد تو صرف گمراہی ہوتی ہے۔ بعض جگہ شیطان بھی نجیب دشمن ہے نیک راستوں سے بہکا تا ہے سنا ہے کہ بعض مساجد میں نفلوں کی جماعتیں ہوتی ہیں ایسے لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں جو نفل نماز باجماعت پڑھتے ہیں۔ مذہب حنفی میں نفل باجماعت مکروہ تحریمی ہے یعنی گناہ کبیرہ ہے۔ فقہاء لکھتے ہیں کہ مکروہ تحریمی کا مرتکب گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے تو نفل تو اس لئے پڑھی جاتی ہے کہ اس سے اللہ راضی ہو جائے اور جب گناہ ہو رہا ہے تو یہ عبادت کیسے ہوئی یہ تو فساد ہے۔

وتروں کے بعد نفل ہے ہی نہیں وتر آخری نماز ہے مضبوط اور پکا مسئلہ ہے لیکن

اپنوں کے ہاتھوں مسکین ہے اور اگر نفل ہو بھی تو نفل ہر شخص اپنی پڑھے گا۔ فقہاء کہتے ہیں نفل نماز میں سب کو اختیار ہے ہر آدمی اپنی مرضی کا مالک ہے نفوں کی جماعت نہیں ہوتی ٹوائٹل مساجد میں ناپسندیدہ ہیں۔ نورالایضاح، مراقی، طحطاوی تمام معتبرات میں ہے کہ مبارک راتوں میں بھی نفوں کیلئے مساجد جانا مکروہ ہے۔ نفل اپنے گھر میں اور اپنے کمرے میں پڑھو اور صوفیا کہتے ہیں کہ نفل عبادات ایسی کرو کہ بیوی کو بھی پتہ نہ چلے وہ آپ کے اور اللہ کے درمیان راز ہے۔ یہ نہیں کہ آپ چھت پر لاؤ ڈھیکر لگائیں اور محلے والوں کو دکھائیں، آپ لوگوں کو ابھی تک عبادات کے راز و رموز کا پتہ نہیں چلا۔

آپ لوگوں نے تو خدا کو راضی کرنے والے اعمال بھی خراب کر دیے اور اس میں بھی اپنی نفس پرستی شامل کر لی۔ اللہ تعالیٰ پوری امت مسلمہ کو پورا دین، نماز، روزہ اور زکوٰۃ سب اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں اور بد مذہبوں اور سازشیوں کے شر سے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

”وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین“

Settings\Muneeb\Desktop\Ahsan
Khutbat headings\7.tif not
found.

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونؤكل عليه ونعوذ
بها لله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل الله
فلا هادي له واشهيدان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهيدان سيدنا ونبينا
محسنا عبده ورسوله ارسله الله تعالى الى كافة الخلق بين يدي الساعة
بشيرا ونذيرا وادعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا صلى الله تعالى عليه وآله
واصحابه وبارك وسلم اما بعد

بسم الله الرحمن الرحيم
مَا آمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَتَيْنَهُمْ يُؤْمِنُونَ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ
إِلَّا رِجَالًا نُوْحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ
جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ ۝ ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ فَأَنْجَيْنَاهُمْ وَمَنْ
نَشَاءُ وَأَهْلَكْنَا الْمُشْرِكِينَ ۝ لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا
تَعْقِلُونَ ۝ وَكَمْ قَصَصْنَا مِنْ قَبْلِهِ كَانَتْ طَائِفَةً مِّنْ أَتَيْنَاهُمْ بَعْدَهَا فَمَا أَلْحَقْنَا
۝ فَلَمَّا أَخْسَرُوا مَائِدَتَهُمْ مَّنَبَا يَرْكُضُونَ ۝ لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَى مَا

اَقْرَبُكُمْ فِيهِ وَمَسْلُكُكُمْ لَكُمْ تَسْلُونَ ۝ قَالُوا يٰوَيْلَنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَمَا رَاٰكَ تِلْكَ دَعْوٰتُهُمْ حَتّٰى جَعَلْنَاهُمْ حَصِيْدًا خٰمِلِيْنَ ۝ (سورہ انہیاء آیت ۱۵۲۶)

اللہم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم

و علی آل ابراہیم انک حمید مجید

اللہم بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم

و علی آل ابراہیم انک حمید مجید

قابل قدر بزرگوں کو تم بھائی عزیز دوستو! ایک مسئلہ جو کہ امت مسلمہ میں بہت اہم رہا ہے اسی کی تفصیل اور بعض مہمات عرض کرنے ہیں جس کا عنوان ہے "تحفظ حدود شرع" کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے اس فقہ اور فانی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اسے ذمہ داری سونپی گئی ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ حدود، اللہ تعالیٰ کی تعلیمات اور آنحضرت ﷺ کی سنن مبارکہ کے مطابق اپنی زندگی گزارے۔ اور اس کے برعکس جو چیزیں ہیں ان سے پرہیز کرے۔

قرآن کریم میں تحفظ حدود شرع کی اقسام

شریعت کے حدود اور اس کی حفاظت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تین قسم کے حالات بیان فرمائے ہیں۔

پہلے وہ احکام ہیں جو یا تو کرنے کے ہیں اور یا نہ کرنے کے ہیں ان میں سے ایک کو "وامر" کہتے ہیں اور دوسرے کو "نواہی" کہتے ہیں۔ اصل شرع حالت اور حرمت، مشروعیت اور عدم مشروعیت انہما کے درمیان ہے اور یہی دین کی اصل تعلیم اور پوچھی

ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے جنہوں نے اپنی پوری زندگی اسی مسئلہ پر صرف فرمائی کہ خلق خدا کو زندگی گزارنے کے طریقے تعلیم کئے جائیں۔ انسان میں اور دیگر حشرات الارض میں اور حیوانات غیر ملاحظہ میں یہی ایک جلی اور بین فرق رکھا گیا ہے کہ انسان کے لئے اس کی زندگی میں کھانے پینے، رہنے سہنے اور مرنے جینے کے لئے ایک منبسط اور کامل لائحہ عمل دیا گیا اور ایک خاص مقصد حیات کے لئے پیدا کیا گیا اور اس مقصد کی تعلیم و تلقین کے لئے اللہ بزرگ و بڑے وحی کا انتظام فرمایا، جبکہ اس کے برعکس حشرات الارض میں اور حیوانات غیر ملاحظہ میں اس قسم کی کوئی تعلیم موجود نہیں ہے۔

اسی انسان کو فطرت سلیمہ سے نوازا اور پھر اس کی راہنمائی فرمائی اور اسے عقل مہیوب عطا کی ہے اور روایات و درایات کا ایک گنجینہ امتوں کو نصیب فرمایا ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "قال بعثت لادنہم حسن الاخلاق" (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۵۴) "موظا امام ماک ص ۵۰۵" اور "ادعما بعثت معلما" مجھے سمجھانے کے لئے، شیرین اخلاق اور تعلیم کے لئے بھیجا گیا ہے۔

دوسرے قسم کے مسائل وہ ہیں جن میں گزشتہ امتوں کی تاریخ و احوال بتائے گئے ہیں یہ صاف اور سابقہ کہلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں پندرہ سو قوتوں میں احکام کے اول و آخر کی تکمیل و تہمید کے لئے یا تمہین و تنویر کے لئے مختلف امتوں کے احوال اور خاص کر حضرات انبیاء علیہم السلام جو خداوند تعالیٰ کی ہدایت اور رشد کے سالار ہیں ان کے احوال و کوائف بیان فرمائے ہیں۔

تیسرے قسم کے مسائل وہ ہیں جن میں باغی اور سرکش قوموں کا ذکر کیا گیا اور ان کی تباہی کے اسباب بتائے گئے اور مسلمانوں کو ان سے عبرت حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء مبعوث کئے گئے لیکن انہوں نے سب کی تکذیب کی اور بہت سی جماعتوں نے انبیاء کو قتل بھی کیا۔

کبھی قرآن کریم حضرت نوح علیہ السلام کا نام بیان کرتا ہے "انا ارحمنا الیہ کم کما ارحمنا الی نوح والنبین من بعدہ" (سورہ نساء آیت ۱۶۳) ہم نے آپ کو ایسی وحی بھیجی جیسا کہ آپ سے پہلے حضرت نوح کو وحی آئی کبھی قرآن کہتا ہے "واللی مدین اخاہم شعبیا" "واللی ثمود اخاہم ضلحا" (سورہ ہود) قوموں کی طرف حضرت صالح علیہ السلام پیغمبر بن کے آئے اور نادلوں کی طرف حضرت ہود علیہ السلام پیغمبر بن کے آئے مدین والوں کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام پیغمبر بن کے آئے صدومیوں کی طرف حضرت لوط علیہ السلام پیغمبر بن کے آئے ہیں اور کبھی قرآن کہتا ہے "واذکر فی الکتاب ابراہیم انہ کان صلیقا نبیا" (سورہ مریم آیت ۴۱) قرآن شریف میں ان کو کبھی کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام سنایا کریں وہ بڑے سچے اور زبردست پیغمبر تھے "واذکر فی الکتاب اسمعیل انہ کان صادق الوعدہ کان رسولا نبیا" (سورہ مریم آیت ۵۴) اسماعیل علیہ السلام بھی بڑے منبوط پیغمبر تھے وعدے کے پکے اور اللہ کے یہاں پسندیدہ اور سچے پیغمبر تھے "کان یامر اہلہ بالصلوۃ" اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم فرماتے تھے یہ انبیاء کی تاریخ اور ان کی شان تھی۔

انبیاء کرام بھی مشکل میں اللہ ہی کو پکارتے تھے

مزید خدا تعالیٰ فرماتے ہیں "وایوب اذا نادى ربه" حضرت ایوب علیہ السلام کو یاد کرو کہ انہوں نے ہمارے سامنے فریاد کی "الی مسمعی الضر وانت ارحم الراحمین" خدا لیا سخت پریشان ہوں تکلیف برداشت سے باہر ہوگی آپ رحم فرمائیے "فاستجبنا لہ فکشفنا ما بہ من ضرر واثبنا اہلہ ومثلہم معہم رحمۃ من عندنا واذکری للعلین" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پیغمبر! دعا کو ہم کب رد کرتے ہیں حضرت روپڑے کے خدا لیا بے بس ہو گیا نبیوں، دعا قبول ہو گئی، تکلیفیں ختم ہو گئیں، خاندان کے خاندان جو دنیا سے گزر چکے تھے بحال کر دیئے گئے "واذکری للعلین" اور عبادت گزاروں کے لئے بھی اس میں نصیحت ہے کہ جب ہمیں پکارو گے اور ہمیں مشکل کشا سمجھو گے تو ہم مدد کے لئے حاضر ہوں گے "واستمعی وادریس وذا الکفل کلی من الضرین" حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت ذی الکفل علیہ السلام مضبوط لوگ تھے، سابر عربی میں کہتے ہیں خدا کے دین پر ڈنکے اور جتنے والے کو "واذکر فی الکتاب ابراہیم فی رحمۃ من سب کو ہم نے اپنی رحمتوں سے نوازا تھا انہیں من الصالحین" (سورہ انبیاء آیت ۸۶ تا ۹۳)

کبھی قرآن ایک پیغمبر کا نام شروع کرتا ہے "واذکر فی الکتاب ابراہیم" پچھلے والے پیغمبر کو یاد کریں جب قوم سے مارا نہ ہو کر چل پڑے ذنون حضرت یونس علیہ السلام کا نام رکھا، پچھلی والا ایسے پیار محبت میں آپ کسی کو کہتے ہیں ٹوپی والے جیسے عرف میں شفقت کا ایک تلمیح پڑھایا جاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کا معاملہ پیغمبروں سے خوب عظمت اور محبت کا ہے ایک اور

جگہ ارشاد ہوا کہ ”فما صبر لِحاکمہم ریک ولا تمکن کما صاحب الحوت اذا لاذی وھو مَکْظُومٌ“ (سورہ قلم آیت ۴۸) ”پھلی والا ذنوں ہمارے پھلی والے پیغمبر کو کبھی یاد کریں“ اذ ذھب مغاضباً ”جب وہ قوم کو چھوڑ کر دوسرے ملک روانہ ہوئے ناراض ہو کر لفظن ان لن نقدر علیہ“ (سورہ انبیاء آیت ۸۷) انہوں نے خیال فرمایا کہ اس طرح بغیر اجازت کے جانے سے ہم ان کے ساتھ سختی نہیں کریں گے۔ ان کی قوم مانفرمان اور سرکش تھی تو حضرت نے خیال کیا کہ مانفرمان اور سرکش قوم کو چھوڑ کر جانے سے اللہ تعالیٰ کچھ نہیں کہیں گے، لیکن نبیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اور طرح کا ہوتا ہے کیونکہ وہ تو ہر لحہ وحی کے پابند ہوتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے ان کیساتھ اس معاملہ میں باز پرس فرمائی کہ میری اجازت کے بغیر نہیں جانا تھا اور یوں کو جب تنبیہ ہوتی ہے تو اس کی کیفیت بھی مختلف ہوتی ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کشتی میں بیٹھ گئے قوم کو چھوڑ کر کہیں اور جا رہے تھے کہ کشتی اچانک بھنور میں پھنس گئی، اس زمانے میں یہ مشہور تھا کہ اگر کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر چل پڑے تو کشتی ڈوب جائے گی لوگوں میں دیانت اور سچائی اتنی تھی کہ ایک آقا کی اجازت کے بغیر غلام سفر نہیں کر سکتا تھا۔

تکوینی معاملہ اور اس کی ایک مثال

یہ تکوینی معاملات تھے اس میں انسان تکوینی طور پر اس کا پابند ہو جاتا تھا۔ اس کی ایک مثال دینا ہوں، بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ امّ مطہ جارحی تھیں ان کا بھراں کی چادر میں پھنس گیا اور وہ گر گئیں تو یکدم انہوں نے کہا کہ نفعس

مسطح ”میرا کتا مسطح جاہ ہو جائے تو جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو ان سے کہا کہ ”انسین رجلاً قد شہد بدراً“ ”آپ ایسے آدمی کو بد دانا دیں جو بدر میں شریک ہوا ہے، بدری صحابی ہیں، اگرچہ آپ کا بیٹا ہے تو اس نے کہا کہ ”ای حسناہ المہ تسمعی ما قالوا“ (بخاری ج ۱ ص ۶۴، مسلم ج ۲ ص ۶۵) آپ کو معلوم نہیں کہ وہ آپ کے بارے میں بے احتیاطی کی باتیں کرنے لگا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ابھی تک پتہ نہیں چلا تھا کہ ان کے پیچھے کیا کیا باتیں مشہور ہو رہی ہیں۔

محدثین لکھتے ہیں کہ جب امّ مطح کا پاؤں پھسل گیا تو وہ سمجھ گئی کہ یہ جو بچے نے کوئی مالاتقی کی ہے شاید اس کی سزا مجھے مل رہی ہے لوگوں میں صدق تھا اور غیرت تھی اس لئے ان کو اپنی یا اپنی اولاد کی ہر غلطی کا اندازہ ہو جاتا تھا۔

حضرت یونس علیہ السلام جب کشتی میں بیٹھ گئے تو وہ کشتی بھنوروں میں پھنس گئی اور کشتی بان نے اعلان کیا کہ کوئی شخص اگر اپنے آقا کی اجازت کے بغیر آیا ہے تو وہ کشتی سے اتر جائے ورنہ کشتی ڈوب رہی ہے ”فسما ہم“ ”قرآن کہتا ہے قرء ذالاً“ ”فسکان من الممد حصین“ (سورہ طہ آیت ۱۴۱) حضرت یونس علیہ السلام کا ہی نام نکل آیا، حضرت یونس علیہ السلام سمجھ گئے کہ مجھے اجازت کے بغیر سفر نہیں کرنا تھا۔

ہر پروگرام میں شریعت کا لحاظ ضروری ہے

آج کا دور آپ خود دیکھ رہے ہیں کے کسی کو کسی قسم کی اجازت کی ضرورت ہی نہیں ہے، لوگ بڑے بڑے کام کرتے ہیں لیکن شریعت سے اس میں کوئی راہنمائی نہیں

لیتے کہ ہماری شریعت ہمارے اس پروگرام میں ہم سے کیا تقاضہ کر رہی ہے۔ ہزاروں میں کوئی ایک خوش قسمت مسلمان ملے گا جو جائز و ناجائز حرام و حلال کا فرق کرنا ہوگا۔ ورنہ تو جس طرح آج کل شریعت پر پتھر چلائے جاتے ہیں وہ ایک دردِ غم کا افسانہ ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پریشان ہیں، مہنگائی بڑھ گئی ہے، حکمران ظالم ہیں میں کہتا ہوں کہ قیمت ہے کہ ابھی تک آسمان سے پتھروں اور آگ کی بارش نہیں ہوئی ہے ورنہ ہمارے اعمال کا جو حال ہے وہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ اتنی زندگی جہالت میں گزارنا یہ بہت بڑا ترمیم ہے اور بہت بڑا ناکارہ گناہ کا ارتکاب ہے۔ ولادت پہ ہمارے پاس آجاتے ہیں کہ نام رکھ دیں، نام رکھ لیتے ہیں لیکن یہ کسی کو بھی فکر نہیں ہوتی کہ یہ کام کیا کریگا، اس کو کلامِ اسلام کا پڑھواتے ہیں اور پھر اسے انگریزی سکولوں میں انگریز بنانے کے لئے ڈال دیتے ہیں۔ صبح ساڑھے چھ اور چھ بجے ننھے ننھے بچے راستوں میں کھڑے رہتے ہیں اپنی بسوں کے انتظار میں، اسلام کا کوئی ہو جو قوم کی اس ذریت پر رحم کرے۔ اور ان کو ان کے نبی کی تعلیمات کے بارے میں بتائے۔ ان معصوموں کی یہ قرآن پڑھنے کی عمر ہوتی ہے اور یہ انہیں A, B, C, D یاد کرواتے ہیں۔ اسلام کا کوئی ہوتا تو ان کا احتساب کیا جاتا۔

حضرت یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈالا گیا اور ان کو مچھلی کھا گئی، وہ مچھلی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی گئی تھی جس نے ایک پیغمبر کو پیٹ میں لے لیا یہ خدا کے کام ہیں کہ ایک پیغمبر اجازت کے بغیر چند قدم لے چکے ہیں تو قرآن بھی ان کا انکلا، کشتی سے بھی انہیں گرا لیا اور پانی میں بھی ڈبو یا مگر ہے تو لا ذلا پیغمبر اس لئے مچھلی کو پہلے سے تیار رکھا تھا کہ میرا پیغمبر پانی میں آ رہا ہے خیال رکھو اور اسے پوری حفاظت سے لے لیا۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور ان کی حکمتیں

یہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے جیسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی کربلا میں اندرون میں فرمائی اور وہ سب شہید ہو گئے لیکن بعد میں یزید اور اس کے اعداؤں و انصار میں ایسی آفت آئی کہ کبھی انہوں نے آرام کے دن نہیں دیکھے اور نہ ہی چین کی نیند سوسکے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی قوم جب ان کے قتل کی درپے ہوئی تو انہوں نے درخت کو کہا کہ "اعزونی" مجھے پناہ چاہیے تو درخت کو کم ہوا جگہ دے دو، لیکن جب قوم درخت پر آرا چلائے آئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب فرما نہیں سنوں گا جس درخت سے پناہ مانگی ہے اسی سے کہو پہلے مجھے کیوں نہیں یاد کیا؟ یہ اللہ تعالیٰ کی تدبیریں اور انتظام ہے کہ مخلوق کو اس کی حیثیت کے مطابق ہی رکھا جائے۔ دنیا میں اگر ایک آقا ناراض ہو جائے تو تنخواہ بند، گھر سے خارج، نوکری ڈس مس آپ خود سوچیں کہ خدا تعالیٰ اگر ایسا ناراض ہو جائے تو لوگ کہاں جائیں گے۔

اس لئے گمراہ اور بے دینوں کو سورہ رخص میں کہا ہے کہ میری خدائی کی سرحدوں سے باہر ہو سکتے ہو تو ہو کر دکھاؤ "يَسْمِعُ الْجِنَّ وَالْانْسَ اِنْ اَسْمَعْتُمْ اَنْ تَذَلُّوا مِنْ اَعْيَانِ"

المسموعات والارض فذلوا" پھر خود فرمایا "لَا تَذَلُّوْنَ اِلَّا بِاِذْنِ" (سورہ رخص آیت ۳۳) اتنا زور اور غلبہ کہاں ہے کہ آپ اللہ رب العزت کی سلطنت سے باہر جائیں گے "فياي الااء ريكم اذ تكلذبون" پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری کس کس نعمت اور احسان کو تم نظر انداز کرو گے اور جھٹلاؤ گے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی عاجزی و انکساری

حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ میں قرآن کہتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے پیٹ میں بھی خدا کا ذکر کر رہے تھے اور لوگ دفتر جا کے نماز چھوڑ دیتے ہیں، اور معمولی سی تکلیف ڈرائیج سے اوپر ہو جاتی ہے تو یہ سارا نام ٹھیل غلط کر دیتے ہیں قرآن اسی کو ذکر کرتا ہے ”فنادی فی الظلمات“ حضرت نے نچلی کے پیٹ میں سے آواز لگائی ”ان لا الہ الا انت“ آج بھی آوازیں لگائیں جاتی ہیں کوئی کہتا ہے یا حسین کوئی کہتا ہے یا علی اور کوئی آواز لگاتا ہے کہ یا شیخ عہد لاتا درجیانی اور

زمین و آسمان تیری معین الدین تبریزی

دیکھنا یہ ہے کہ نبیوں کے طریقے پر کون ہے؟ وہ ہیں جو صرف اللہ ہی کو پکارتے ہیں دیکھو نبی نے مشکل وقت میں صرف اللہ ہی کو پکارا ”لا الہ الا انت سبحانک“ اے اللہ آپ کے سوا کوئی بھی حاجت روا نہیں، کوئی بھی مشکل کشا نہیں، کوئی بھی قریب اور دور سے سننے والا نہیں اور کوئی بھی کارساز نہیں ہے، تیری ذات پاک ہے کہ تیرے سوا کوئی بھی ہو نہیں پاویں کسی کے کام نہیں آسکتا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ ”نسب الحسنک“ خدا یا تیری ذات پاک ہے تمام عظمتیں اور بھلائیاں آپ میں جمع ہیں ”انسی کنت من الظالمین“ بے شک مجھ سے اپنے بارے میں نامناسب فعل سرزد ہو گیا، مجھے آپ کی اجازت سے آنا چاہئے تھا، ایک اجازت نہیں لی گئی تو نچلی کے پیٹ میں معافی مانگ رہے ہیں، خدا یا معاف فرما، مجھ سے خطا ہو گئی اگر آپ سے پوچھ لیتا تو کچھ نہ ہوتا، ایسی دل و جان سے دعا

مانگی کہ فرش تا عرش پورا نا حول سازگار ہو گیا ”فماستجبنا لہ“ اللہ فرماتے ہیں ہم نے ان کی دعا قبول کی ”ونجیناہ من الغم“ اور ہم نے ان کو اس بڑے غم سے نجات دی ”وکذلک ننصیحی المؤمنین“ اور اسی طرح اگر مسلمان بھی صرف ہم سے مانگیں تو نجات دینے والے ہم ہی ہیں۔ (سورہ انبیاء آیت ۸۷، ۸۸)

یہ قرآن اس نبی معصوم کے قصے کو اس لئے بیان کر رہا ہے کہ لوگ بیروں سے مانگنے لگے ہیں اور قبروں پہ جا کے چادر میں تپڑا خانے لگے ہیں یہ سب ہوش میں آجائیں اور اپنے بنانے والے سے مانگنا شروع کر دیں۔ قرآن نبیوں کے یہ قصہ اس واسطے بیان کرتا ہے تاکہ پتہ چلے کہ خدا کی ہر مخلوق خدا کے سامنے ہے پس ہے جو جتنا بڑا ہے اتنا خدا کے سامنے بچر اور بندگی بجا لانے والا ہے اور جس کرب اور درد میں بھی ہو فریاد صرف ایک کے سامنے ہوگی۔

واقعہ کا چھوڑ ! تین باتیں

”وکذلک ننصیحی المؤمنین“ مسلمانوں کو بھی ہم اسی طرح پہنائیں گے۔ اس کے تین مطلب ہیں۔

پہلا مطلب تو یہ ہے کہ مسلمان اسے کہتے ہیں کہ وہ مشکل کشا اور حاجت روا صرف ایک اللہ کو مانے، جس کے خداؤں کی تعداد ہی نامعلوم ہو، ہر ملک کی درگاہ الگ اور ہر قبر جس پر چھنڈا ہے اس کو دانا نہ لایا ہوا ہے، وہ مسلمان نہیں ہے، حضرت یونس علیہ السلام کا پورا قصہ اس کا شاہد عدل ہے۔

دوسرا یہ کہ مسلمان، مسلمان تب ہوگا جب اس کی زندگی، اس کے عقیدے کے

مطابق ہو۔ آپ غور کریں کہ کتنی تکلیف اور صدمے کا وقت ہے لیکن حضرت یونس علیہ السلام سوائے خدا کے کسی اور کا نام بھی لب پر نہیں لائے۔

تیسرا یہ کہ اس کلمے میں بھی تاثیر ہے: ”لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین“ کہ جب یہ کلمہ کثرت سے پڑھا جائے تو اللہ غم و مہم سے اور پریشانوں سے نافیق نظر فرماتے ہیں۔

”لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین“ کی تاثیر

پیغمبر تو خالی رہتے ہیں ان کا ایک دفعہ کہنا زمین و آسمان سے بڑھ کر ہے، حضرت یونس علیہ السلام خدا کے پیارے نبی ہیں پچھلی کے پیٹ میں ذکر کر رہے ہیں۔

لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ”سوال یہ ہے کہ تو کتنا ذکر کر؟ ہم کتنا کریں؟ ایک نبی کی امت کا بڑے سے بڑا فرد جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لے لیجئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، تابعین میں سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ لے لیں، محدثین میں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لے لیں اور اولیاء اللہ میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ لے لیں، اگر ایک نبی کی قوم کا امت ان کے سامنے دیکھنی ہو تو ایسا سمجھیں کہ جیسے یہ ایک، ایک سوالا کہ ہوں اور نبی اکبر ہو تو یہ سوالا کھل کر ایک نبی کے برابر نہیں گئے۔ اس لئے مفسرین نے لکھا ہے کہ امت سوالا کہ بار پڑھے تو تجربہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ پریشانی اور وہ تکالیف جو درپیش ہو اس کے حل کرنے میں اور دور کرنے میں اپنے بندے کی مدد فرماتے ہیں۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ نے مخرجات میں نقل کیا ہے کیونکہ حضرت

یونس علیہ السلام کی قوم ”نبیو“ کی تعداد سوالا کھنچی اور انہوں نے بھی استغفار کیا تھا ان سے بھی وقتی طور پر بائبل گئی تھی۔

میرے بھائیوں درگاہوں پہ جانے کی ضرورت نہیں ہے، عرسوں کی مختلف رسوم کی بھی کوئی حاجت نہیں، مختلف اوقات میں صرف دو کام کرو ایک تو استغفار کا کلمہ اپنی زبان پر جاری رکھو ”استغفر اللہ الذی الا الہ الا هو الحي القيوم واتوب اليک“ کیونکہ استغفار سے اللہ فرماتے ہیں بخشش بھی ہو جائے گی، بارش بھی ہوگی بیٹے بھی ہونگے باغات بھی بھال ہو جائیں گے مال بھی مل جائے گا جنت بھی مل جائے گی۔ سورہ نوح میں ہے کہ ”مالکم لا تضر جونہ للہ وقاراً“ تمہیں کیا ہوا ہے؟ تمہارا عقیدہ ہی نہیں بننا اللہ سے رجوع کرنے کا۔

لوگوں کی ایک غلط عادت اور اس کی اصلاح

اللہ خود فرماتا ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا مسلمان جو یہ مضمون سنے اور عمل کرے کبھی بھی ناکام نہیں ہوگا۔ لیکن مسلمانوں کا حال تو کاغذ سے زیادہ باریک ہو چکا ہے، یہ مرد و کر عورتوں کی طرح کچی باتیں کرتے ہیں۔ جب بھی انکو کسی مرد یا وطنہ کے بارے میں بتایا جاتا ہے تو یہ اس وطنہ کو بنی اسرائیل کی گائے بنا دیتے ہیں ”کتنا پڑھیں“ ”کب پڑھیں“ ”کیسے پڑھیں“ ”کون کون پڑھے“ ان میں اتنی عقل نہیں ہوتی کہ اگر اس قسم کی بندشیں ہوتیں تو بتانے والا خود سب کچھ بتا دیتا، بس جیسے کہا گیا ہے اس طرح عمل کرو نادمہ ہوگا، میں اس لئے کہتا ہوں کہ اس قوم نے مغربی تعلیم پا کر اپنا مذہبی تقدس اور اطمینان کھو دیا ہے۔ یاد

رکھیں یہ اتنے سارے سواٹ اس بات کی دلیل ہیں کہ اسے اب بھی اسلام کی تعلیمات پر عدم اطمینان ہے۔ آج کل تو ذہن اتنے پر اگندہ ہو گئے ہیں کہ اعمال مشکل ہوتے جا رہے ہیں اس دور میں عمل کرنا جب کہ ہر طرف اغتری پھیلی ہوئی ہے اور سب سے زیادہ مسلمانوں کے عقائد و اعمال نشانہ بن رہے ہیں بہت مشکل کا وقت ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

محرم الحرام اور ہمارے ملک کی بد قسمتی

محرم الحرام کے مہینے میں آپ نے دیکھا کہ ہمارا ملک بالکل ایسا منظر پیش کر رہا ہے جیسے اس ملک میں صرف ایک قوم آباد ہو، دشمنان صحابہ اور دشمنان خدا اور رسول جیسے اور کوئی مسلمان اس ملک میں ہے ہی نہیں۔ ساری ایجنسیاں ان کے امام باڑوں میں ان کی خدمت میں لگا دی گئیں، پورے ملک کا سرمایہ ان پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ وہ کام جو قرآن و سنت کے سوا فیصد منافاتی ہے اور بغاوت ہے۔

یاد رہے اس قوم کا نو۔ (۹۰) فیصد تو اہل سنت و الجماعت سنی مسلمان ہیں، دس فیصد میں قادیانی بھی ہیں اور زرتشت بھی ہیں، یہودی بھی ہیں اور عیسائی بھی ہیں، تقریباً پورا ملک صحابہ کی تعظیم اور تکریم ماننے والا ہے مگر خدمت دشمنوں کی ہو رہی ہے اور وہ بھی صحابہ کے دشمنوں کی۔

صرف اس سے کہ ہم نے صاف کہہ کر پٹے ہیں اور بے اوڑھے ہیں کچھ نہیں ہوگا ہمیں اپنا عقیدہ درست کرنا ہوگا اور ان سب دشمنان خدا اور رسول کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

آخر ان کا اپنا ملک بھی تو ہے وہ یہ سب تماشے وہاں جا کر کیوں نہیں کرتے وہاں

پر کیوں طغیانی اور بغاوت کے جلوس نہیں نکلتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو اپنے ملک میں امن چاہیے۔ ان کے ملک میں تمام ماتم گھروں پر ہوتے ہیں اور تمام واولیہ امام باڑوں کے اندر ہوتا ہے باہر کوئی نہیں نکل سکتا ہے۔ دنیا میں صرف ایک ایسا ملک ہے جس میں پدر آزادی ہے اور ان سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، جن علماء نے اور جن لوگوں نے ان کے خلاف تحریکیں چلائیں وقتاً فوقتاً سب کو سزا نہیں دی گئیں اور ایسے بھی ہمارے ملک میں ہیں جو اپنے آپ کو اہلسنت و الجماعت سمجھتے ہیں لیکن اس مہینے میں ان کا حال روافش سے بدتر ہوتا ہے ایسے ظالم بھی آپ کو ملیں گے۔

اس لئے صرف کارخانہ پلائیڈ وکان آنا جانا یہ کوئی امن نہیں ہے، جنہوں نے بہت زیادہ پیسہ کمایا ہے ان کا حال آپ سب مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جاوہر دست مال و دولت جسے دنیا سمجھتی ہے سو فیصد غلط ہے۔ عزت اور تسکین اسے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے عقائد و اعمال کو عزت اور عظمت حاصل ہو۔ اس لئے اللہ رب العالمین قرآن میں فرماتے ہیں کہ پیغمبروں کے قصے پڑھو پیغمبروں نے ماگفتہ بہ حالات میں اللہ کے دین کا کلمہ بلند کیا "فلمنہن جنت والہ و نحبہن من الغم و کذلک نفعی المؤمنین" کثرت سے استغفار اور کثرت سے آیہ کریمہ پڑھو۔

اورادو و وظائف کے سلسلے میں ایک اہم بات

خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنی زندگی صحیح نفع پر ڈالیں، آپ خود سیدھے ہو جائیں، زبان اور سینے پر اسلام کا کلمہ جاری کریں، اہل خانہ کو کلمہ خیر سمجھائیں بال بچوں سے

پڑھو انہیں دفتر بند کریں، کاروبار دو چار دن چھوڑ دیں، جب آپ اس کو کام سمجھیں گے تب یہ آپ کو فائدہ دیگا۔ لوگوں کو جمع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا مسئلہ آپ کا ہے جب تک آپ خود غمگین نہیں ہو گئے اس وقت تک کچھ بھی نہیں ہوگا،

ہاتھ اٹھائے ہیں مگر لب پر دنا کوئی نہیں

کی عبادت بھی تو وہ جس کی جزاء کوئی نہیں

کسی کے پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک آپ پوری کوشش خود نہ کر لیں۔ دیکھو حضرت زکریا علیہ السلام سو سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ سے اولاد مانگ رہے ہیں "وَزَكْرِيَا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا"۔ خدا یا مجھے تنہا نہ چھوڑ، وانت خیر السورۃ النبیاء آیت ۸۹) ویسے بہترین وارث تو سب کے آپ ہیں، سو سال عمر ہو چکی ہے بیٹا نہیں ہے اور خدا سے بیٹا مانگ رہے ہیں۔ کیونکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے ایک مقام دیکھا تھا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بے موسم پھل آرہے ہیں وہ حضرت زکریا علیہ السلام کی تربیت میں تھی۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی کرامات دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام سمجھ گئے کہ مانگنے میں دیر نہیں کرنا چاہیے اور فوراً اپنی عاجزی رب کے حضور پیش کی۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے پہلے بھی بہت مانگا ہوگا، مگر مانگنے کے بھی اوقات ہوتے ہیں۔ بزرگان دین کی کرامات اور ان کی برکات کا جب ظہور ہو تو خدا کی رحمتیں قریب آ جاتی ہیں۔

میں ایک زمانے میں ایک تکلیف کے لئے کچھ کلمات پڑھتا تھا مگر جیسا ہونا

چاہیے تھا ایسا آرام نہیں آیا، اچانک خیال آیا تو میں نے اپنے ایک استاذ سے ذکر کیا تو انہوں نے بھی ویسا کلام بتایا اور اب جب میں نے وہ کلام ایک دفعہ پڑھا تو تکلیف ختم ہو گئی

گفتہ او گفتہ اللہ بیاد

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بیاد

کچھ ایسے کم عقل بھی ہوتے ہیں کہ جب ان کو کوئی وطن دیا جاتا ہے تو فوراً کہتے ہیں کہ میں تو یہ پہلے ہی سے پڑھ رہا تھا۔ اس کا کچھ پتہ نہیں کہ کسی ٹیسٹ پیپر میں دیکھ کے پڑھ رہا تھا یا کسی بندو کی جنتی میں دیکھ کر پڑھنے لگا ہے۔ نہ موقع محل سمجھتے ہیں اور نہ اوقات کا لحاظ کرتے ہیں بس طوطے کی طرح پڑھتا سیکھ جاتے ہیں۔ خود اپنے چہرے سے اپنے آپ کو ذبح کرتے ہیں، اتنی عقل اور تہذیب نہیں ہے کہ خاموش رہیں اور کہیں کہ ٹھیک ہے آج آپ کے کہنے کے بعد دل سے پڑھوں گا تا کہ اثر ہو جائے۔

غور کریں کہ حضرت زکریا علیہ السلام خود پیغمبر ہیں لیکن پھر بھی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بے موسم پھل دیکھ کر خداوند تعالیٰ سے کہا کہ اب تو بیٹا دے۔ دیں، اللہ تعالیٰ نے جواب دیا "فَاَسْمِعْ هُنَا لَهُ" ہم نے ان کی بھی دعا قبول کی "وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ" اور ان کو بیٹا دے دیا اور اس کا نام بھی رکھ دیا "یٰۤاَيُّهَا الْمَرْءُ الْمَغْلُوبُ" اور ان کی بیوی بھی ٹھیک کر دی صحت مند ہو گئی، "اِنَّهُمْ كَانُوا يُسْـَٔرُونَ فَهِيَ الْمَغْلُوبَةُ" وَاَبَدُوْنَا رَغَبًا وَرَهَبًا " (سورہ انفیاء آیت ۹۰) کیونکہ یہ خیر میں آگے رہتے تھے اور ہر حال میں صرف ہمیں (اللہ) پکارنے والے تھے، معلوم ہوا کہ شرک اور بدعتی کی کوئی دنا، دنا نہیں ہے اور نہ قبولیت کا درجہ رکھتی ہے "يٰۤاَبَدُوْنَا رَغَبًا وَرَهَبًا" کیونکہ خوشی میں بھی اور تکلیف کے

وقت بھی ہمیں ہی آواز دے رہے ہیں۔ قرآن کریم مشرک اور بدعتی کی جڑیں کاٹ رہا ہے پہلے یہ بتایا کہ ”وَنُكْرِبُكَ اِذْ نَادٰى رَبِّهٖ“ ”ذکر یا علیہ السلام کو یاد کرو جب اپنے اللہ کو پکارنے لگے، کراتیں مریم کے کمرے میں دیکھی تو مریم کو نہیں کہا کہ بیٹا دیں، اللہ کے حضور التجا کی۔ مشرک اور بدعتی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم ہے

یہ مشرک اور بدعتی ایسے ہیں کہ مُردوں سے مانگ رہے ہیں، پیغمبر کو دیکھو زندہ سے نہیں مانگا مانگنے کی جگہ صرف ایک ”وَاللّٰهُ هُوَ الْمُسْتَعٰن“ ”مذکور کی جگہ صرف ایک ہے کوئی نہیں آسمان وزمین میں جو کسی کو کچھ بھی دے سکے سوائے ایک اللہ کے۔ پتہ چلا کہ کرامات برحق ہے، کرامات کی وجہ سے استحباب دعا برحق ہے، مقام کرامات اور غیر کرامات میں فرق بھی برحق ہے مگر یاد رکھنا مانگنے کی جگہ صرف اللہ کی ذات ہے۔ قرآن یہ قصے اس لئے بیان کرتا ہے تاکہ لوگوں کا ایمان بے اور اللہ سے مانگنے کا طریقہ اور ادب سیکھ لیں پھر قرآن کہتا ہے ”وَكٰنُوْا لِنٰسٍ خٰشِعِيْنَ“ صرف ہم سے ڈرنے والے تھے اور کسی سے ڈرتے نہیں تھے۔ یہ بے دین غیر اللہ سے ڈرتے ہیں اور ڈر کے ان کو پکارتے ہیں وہ بڑا بابا ڈبو دے گا، کام روک لے گا، وہ کارخانہ بند کرادے گا، قرآن کو دیکھو اللہ فرماتے ہیں ہاں میرے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے اور ان کا فائدہ اس لئے قرآن میں پڑھو تاکہ تم میں خدا کا خوف آئے اور خداوند تعالیٰ کے علاوہ اوروں کا خوف اور خطر تیرے دل سے نکلے۔

ایک دل میں اور سینے میں دو کی محبت یا دو کا خوف ایک ہی وقت میں کبھی جمع نہیں ہوگا جب غیر اللہ کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنے لگے تو خدا کی قدرت اور سلطنت دل سے

نکل گئی۔ اس لئے آج ادھر جا رہے ہیں آج ادھر مانگ رہے ہیں۔ آپ کو ایک جگہ معلوم نہیں ہے کہ نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے روئے کہ خدا یا تو ہی مشکل کشا اور حاجت روا ہے، کتنا آسان دین ہے جس سے انبیاء بھی مانگ رہے تھے اولیاء بھی مانگ رہے تھے۔ سارا جہان مانگ رہا ہے ”يَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ“ ”اللہ فرماتا ہے آسمان وزمین کی ہر مخلوق مجھ ہی سے مانگتی ہے“ ”کل يوم هو فى شان“ (سورہ رحمن آیت ۲۹) ہر دن اللہ اپنے غنائی کے انتظام میں مصروف ہے۔

اسلامی عقائد اور تعلیمات کی حفاظت سب سے اہم فریضہ ہے

تحفظ حدود و شرع اور اسلامی عقائد اور تعلیمات کی حفاظت سب سے اہم فریضہ ہے۔ برادریوں کا لحاظ، خاندانوں کا خیال، دوستوں کا خیال، قوم کا خیال اور زبان کا خیال یہ سب چھوٹی چیزیں ہیں اس سے انسان کی عزت اور آبرو کبھی بھی محفوظ نہیں ہوگی ”لَيْسَ مَعْنٰى عِزِّهِمْ الْعِزَّةُ“ ”کیا ان کی وجہ سے آپ کو عزت ملے گی“ ”فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا“ (سورہ نساء، آیت ۱۳۹) عزت کے شرف انے صرف اللہ کے یہاں ہے اور کہیں سے نہیں ملے گی، اس لئے دوستوں اس فتنے کے دور میں عقائد اسلام پر تو حید کے عقیدہ اور سنت کی اتباع کا سخت خیال رکھو۔ کسی مسلمان سے ملو تو پہلے یہ تعلیم دو، کہیں وہ بابوں سے مانگے والا نہ ہو بابوں سے اور درگاہوں سے لوگوں کو چھڑاؤ اور اسے ایک خدا کی عظمت کی تعلیم دیں۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت

شیخ سعدی رحمہ اللہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کہیں شکار کے لئے جنگل

کی طرف نکلا اور دو رنگل گیا، گرمی کا موسم تھا تھوڑی دیر کے لئے وزیر اور سامان سب کچھ پیچھے رہ گئے۔ بادشاہ کی زبان پیاس سے ٹھننے لگی، اچانک دیکھا کہ ایک پہاڑ کے نیچے ایک جھوپڑی بنی ہوئی ہے اندر جا کے دیکھا تو ایک ملنگ، عبادت میں مشغول ہے خدا کا نیک بندہ، بادشاہ نے پانی مانگا، اس نے ٹمکے سے پانی پالیا تھوڑی دیر بعد اور پالیا بادشاہ دم بخود ہوا، اتنی دیر میں پیچھے سے قافلہ بھی پہنچ گیا۔ بادشاہ نے اس ملنگ سے کہا کہ آپ نے میرے ساتھ بڑا احسان کیا ہے اس جنگل کے باہر جو شہر ہے میں اس کا بادشاہ ہوں کبھی آجانا اس نے کہا ہم ملنگ لوگ ہیں سست ہیں ہماری یہی بادشاہت ہے شہر میں کیا کرنا ہے۔

خدا کا کرنا تھا کہ ملنگ کسی کام سے شہر آگیا خیال آیا کہ اس بادشاہ سے ماننا چاہئے جو میرا دوست بنا تھا، آج دیکھتا ہوں کہ مجھ سے ملتا بھی ہے یا نہیں بادشاہ کے محل میں پہنچا اور چوکیدار سے کہا کہ مجھے بادشاہ سے ماننا ہے اس نے اوپر نیچے سے دیکھا اور ملنگ کو ہوگا نے لگا تو ملنگ نے کہا کہ آپ بادشاہ سے کہو کہ جنگل سے ایک ملنگ آیا ہے وہ آپ سے ماننا چاہتا ہے۔ بادشاہ رحم دل اور نیک آدمی تھا فوراً اجازت دے دی۔ ملنگ کو اندر لے آئے جب یہ اندر چلا گیا تو بادشاہ نماز سے فارغ ہو چکا تھا اور دعا میں مصروف تھا، جب وہ دعا سے فارغ ہوا تو بادشاہ اس ملنگ سے انگلیں ہوا اور ملنگ کی بڑی خاطر تواضع کی اور کہا کہ بس ملنگ! باچا جو مانگتا ہے مانگو یہ سارا شہر میرا ہے۔ ملنگ ہمارے زمانے کے پیروں کی طرح نہیں تھا کہ بس جو مرید بھی ہاتھ آئے اس کی جیب خالی کر دے۔ وہ تو خدا کی محبت کا طاہر گار تھا اس نے کہا بادشاہ سلامت کچھ دینے سے پہلے مجھے ایک بات سمجھاؤ جب میں محل میں داخل ہوا تو آپ قبلہ رخ بیٹھے ہوئے تھے اور ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے آپ کس سے کیا مانگ

رہے تھے؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ دعا کر رہا تھا؟ تو ملنگ نے کہا کہ دعا کا کیا مطلب آپ تو خود بادشاہ ہیں کیا مانگ رہے تھے، بادشاہ نے جواب دیا کہ رنایا کو امن ہو، ملک سلامت رہے، کوئی دشمن حملہ آور نہ ہو جائے، بیماریاں اور تکلیفیں نہ آئیں۔ تو ملنگ نے کہا کہ کیا کوئی ایسی ذات بھی ہے جس سے بادشاہ مانگتا ہے، تو بادشاہ نے جواب دیا کہ ہاں اس کو خدا کہتے ہیں۔ ملنگ نے جواب دیا کہ بس تو پھر میں بھی اسی سے مانگوں گا جس سے بادشاہ مانگتا ہے، آپ تو خوشنماج ہیں تو محتاجوں سے نہیں مانگا جاتا جو واقعی بادشاہ ہو وہ ہی حق دار ہے کہ اس سے مانگا جائے۔

اللہ رب العزت ہماری امت مسلمہ کے عقائد و اعمال کی حفاظت فرمائے اور ہر قسم کے شرک و بدعت سے محفوظ فرمائے۔

والآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

ettings\Muneeb\Uektop\Ahsa-
Khutbat headings\8.tif not
found.

الحمد لله حمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ
بما لله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهتد الله فلا مضل له ومن يضلله
فلا هادي له واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ونبينا
محمدا عبده ورسوله ارسله الله تعالى الي كافة الخلق بين يدي الساعة
بشيرا ونذيرا وادعيا الي الله باذنه وسراجا منيرا صلى الله تعالى عليه وآله
واصحابه وبارك وسلم اما بعد

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم
وَآتَزَلُ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط
وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (سورہ نساء آیت ۱۱۴)
وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى قَبَسْنَا رَحْمَةً مِّنَ اللَّهِ لِقَوْمٍ هَدَيْنَاكُمْ قَطَا عَلِيًّا
الْقَلْبَ لَا تَقْضُوا مِنْ حَوْلِكَ ص (سورہ آل عمران آیت ۱۵۹)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (سورہ انبیاء آیت ۱۰۷)
اخرج الامام القسامة امير المؤمنين في الحديث محمد بن اسماعيل
البخاري رحمه الله عليه عن ابي هريرة قال قال النبي صلى الله عليه وسلم ما من

الانبياء نبي الا اعطى ما مثله امن عليه البشير او كما قال صلى الله عليه وسلم)
بخاري شريف ج ۲ ص ۷۲۲)

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم
وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد
اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم
وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد

مجزء - لائے ہیں جتنے بھی رسولان کرام

آپ کے نور نبوت کی وہ کرنیں ہیں تمام

فمبلغ العلم فيه انه بشر وانه خير الخلق كلهم

وہ بشر ہیں حد یہی ہے میرے علم و فہم کی

سب سے مخلوقات میں افضل عظیم القدر بھی

قابل قدر بزرگوں کو محترم بھائیو اور عزیز دوستو! رسول اللہ ﷺ کے مقامات اور آپ
ﷺ کے مبارک رتبے اور مرتبے اتنے زیادہ ہیں جتنا اس کائنات کا طول اور عرض، اس میں
خلقتیں ہیں، اللہ کی قدرت کی نشانیاں اور دلیلیں ہیں۔ ان تمام سے جناب رسول اللہ ﷺ
کے مجزئات زیادہ ہیں۔

تمام پیغمبروں کو مجزئات دیئے گئے تھے

السنن والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر نبی اور رسول کو کم از کم ایک عجزہ دیا گیا
ہے کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں جس کا کوئی عجزہ نہیں تھا۔ ایک سے زیادہ عجزات ایک ایک

تبشیر کے ہوئے ہیں قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا "وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ نَسِيعَ الْإِثْمِ بَيْتَ" (سورہ اسراء آیت ۱۰۱) حضرت کو ہم نوہرے ہجرات دے چکے ہیں اور مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ نو (۹) ہجرات تورات کے علاوہ ہیں تورات آسمانی کتاب تھی جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور رسالت کی دلیل و برہان کے طور پر حضرت کو دی گئی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ "وَأَبْرَأَ الْاَكْمَسَ وَالْاَبْرَصَ وَاحْصِيَ الْمَعْرُوفِ بِاِذْنِ اللّٰهِ" اکمہ مادرزاد اندھے کی بینائی واپس کر دینا اور برص کے مریض کو دم کر کے اس کا ٹھیک ہو جانا بنیے کی روشن کا واپس آ جانا اور "وَالنَّسْكَمَ بِمَا تَاْكُلُوْنَ" جو کچھ تم کھاتے ہو "وَمَا تَدْعُوْنَ فِیْ بَیْتِكُمْ" (سورہ آل عمران آیت ۴۹) اور جو گھروں میں چھوڑ آئے ہو میں وہ سب بتا سکتا ہوں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مرد کو زندہ کرنا "وَاحْصِيَ الْمَعْرُوفِ" تو ایک سے زیادہ ہجرات ہوئے انجیل اس پر مستزاد ہے وہ ایک مستقل سجزہ ہے۔ حضرت عیسیٰ مسیح کی درخواست پر اللہ اکمل الحاکمین نے اسراکیلوں کی تسلی طبع کے لئے آسمان سے پکا پکلا کھانا "مَعَاذَةُ مِنَ السَّمَاءِ" وہ نزول فرمایا تھا، یہ حضرت عیسیٰ کا ایک اور سجزہ تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا ایک سجزہ یہ تھا کہ کسی چیز کے بارے میں بھی ان سے پوچھا جاتا تو حضرت بتا دیتے کہ یہ فلاں کام آنے والا ہے، کیونکہ اللہ نے ضروریات دین کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ اس وقت جو انسان پیدا ہو رہے تھے انہیں چیزوں کی ضرورت تھی کہ یہ پلیٹ ہے اس میں سالن لینا ہے، یہ کاسہ ہے اس میں پانی

پینا ہے، یہ تو اے اس پر روٹی پکتی ہے، یہ کوئڈا ہے اس میں آنا کوئڈا جانا ہے مفسر ابن جریر نے لکھا ہے کہ

"الْاَسْمَاءُ النَّبِیُّ یَعَارِفُ بِهَا النَّاسَ الْاِنْسَانَ وَ ذُرَابَ وَ سَمَاءَ وَ اَرْضَ وَ سَبِیلَ وَ بَحْرَ وَ خَبْلَ وَ حِمَارَ وَ اَشْیَاءَ ذَلِکَ مِنَ الْاَسْمَاءِ وَ غَیْرُهَا" (تفسیر طبری ج ۱ ص ۷۰ ابن کثیر ج ۱ ص ۷۰) ایسی ضروریات جو انسانی زندگی میں کام آتی ہیں حضرت آدم علیہ السلام کو مسلسل یہ سجزہ عطا کیا گیا تھا۔ ملائک سے ان کا جو متا بلا کر لیا تھا ان چیزوں کے بارے میں، ملائک تو نہ کھاتے ہیں اور نہ ہی پیتے ہیں اور نہ ہی بشری نقائص ان کو لاحق ہوتے ہیں اس لئے ان کو ان چیزوں سے کیا سروکار، چنانچہ ان کو کچھ یاد ہی نہیں ہوا "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا" (سورہ بقرہ آیت ۳۱) حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے تمام اشیاء کے نام اور ان کی خاصیات اور تاثیرات کی تعلیم فرمائی تھی۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں "اول من درس ادریس" حضرت ادریس علیہ السلام درس دینے کے بڑے ماہر تھے۔ ایک تقریر ہوتی ہے، بیان ہوتا ہے اور ایک درس ہوتا ہے۔ بیان اور تقریر میں کوئی خاص موضوع ہوتا ہے اور درس مدرس اپنے نقائص کے مطابق دیتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت عہد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ فرماتے تھے۔ (مسلم ج ۱ ص ۷۳) علماء لکھتے ہیں کہ یہ تفسیر واری بیان جمعہ، اس سے ثابت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے درخواست کی تھی کہ آپ کے تشریف لانے سے پہلے لوگ جمع ہو جاتے ہیں اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اس دوران ان کو کچھ حدیثیں سنایا کروں؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

فرمایا کہ سچ سچ حدیثیں سناؤ اس کے ناواہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے بھی اجازت مانگی تھی جمعہ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبے سے پہلے تقریر کرنے کی۔

اس کے ناواہ حضرت ادریس علیہ السلام کے محزرات میں سے یہ بھی تھا کہ حضرت کپڑا سینے میں بہت ماہر تھے یعنی درزی کا کام بھی جانتے تھے۔ آج کل ریاضی میں جو الجبرا (Aljebra) اور جیومیٹری (Geomaty) ہیں یہ بھی حضرت ادریس علیہ السلام کے محزرات میں سے ہیں۔ (نقص الانبیاء حضرت ادریس کے حالات میں)

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے درمیان میں ایک پیغمبر گزرے ہیں ان کے بارے میں ہے کہ وہ خط کھینچتے تھے اور اس خط کے ذریعے مختلف احوال معلوم ہو جاتے تھے۔

کاہن اور نجومی پر آنحضرت ﷺ کی ماراضگی

رسول اللہ ﷺ نے جب ارشاد فرمایا کہ نجومی اور کاہن بالکل بے کار لوگ ہیں ان کی کبھی تصدیق نہ کی جائے اور ارشاد فرمایا کہ جس آدمی نے نجومی پر اعتماد کیا یا اس سے قسمت کا حال پوچھا اور آنے والی خبریں دریافت کیں اس کو کہو کہ وہ محمد کی امت میں سے نہیں ہے، میری امت سے خارج ہے اور مجھ پر اس کا ایمان ختم ہو چکا ہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۹ مکتبہ دارالقرن والحدیث) ایک اور روایت میں ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کبھی معاف نہیں فرمائیں گے ان کے ساتھ گفتگو نہیں فرمائیں گے اور ان پر نظر رحمت نہیں فرمائیں گے، ان میں ایک وہ شخص ہے جو نجومی اور کاہن سے معیبات پوچھتا ہے دوسرا وہ

شخص ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ غیر فطری طریقے سے ملتا ہوا اور تیسرا وہ شخص ہے جو اپنے باپ کی نسل بدلتا ہے۔ جب حضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تو ایک صحابی نے درخواست کی اور پوچھا کہ حضرت بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ ایک خط کھینچتے ہیں اور اس خط کے ذریعے کچھ چیزیں پتہ چل جاتی ہیں تو حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں ”کان نبی من الانبیاء یخط“ بعض پیغمبروں کو خط کا تجزہ دیا گیا تھا۔ ”من والفقہ خطہ فلماک“ (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۳۲) اتفاق سے جب یہ لکیر اسی طرح کھینچ جاتا ہے تو کچھ سمجھ میں آ جاتا ہے اب لوگوں نے عجیب بات کہی ہے کہ اس کے باوجود آپ سمجھ گئے کہ اس میں کچھ صدق رہا ہے اس کے باوجود آپ نے اتنا سخت حکم کیوں لگایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ایک خط کے بہانے روزانہ لوگ سچاس ہزار خط کھینچ لیں گے تو علم اس کو نہیں کہتے جس میں جہل ہو بلکہ علم اس کو کہتے ہیں جس میں روشنی ہو قطعیت پائی جاتی ہو ظلمات اور خیالات سے کبھی بھی کسی کو ہدایت نہیں ملتی۔ ”ان المظلم لا یغنی من الحق شیئاً“ ظن اور خیال دین کے مقابلے میں اور حق کے مقابلے میں کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اسلام نام ہے تحقیق کا اس میں شکوک اور شبہات نہیں پائے جاتے۔

شریعت میں باپ اور سرس کا فرق

اسی حدیث میں آپ نے اس شخص کے بارے میں بھی فرمایا جو اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا باپ کہے۔ آج لوگ باپ کو چھوڑ کر سرس کو اپنا باپ کہتے ہیں اور باپ در بدر ہوتے ہیں اور یہ سرس کی گود میں بیٹھے رہتے ہیں، بخاری جلد ثانی میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا کرنے والے پر جنت حرام ہے ”من ادعی علی غیر ابیہ وہو یعلم انه غیر ابیہ

فما لجنۃ علیہ حرام“ (بخاری ج ۲ ص ۶۱۹، ۱۰۰۱) دوسری روایت میں ہے کہ ایسا کرنا کفر ہے ”لا ترغبوا عن اہائکم فمن رغب عن اہیہ فہو کفر“ (حوالہ بالا)

دیگر انبیاء کرام کے معجزات

حضرت نوح علیہ السلام کے معجزات میں سب سے بڑا معجزہ حضرت نوح علیہ السلام کا اتنی طویل عمر تک اللہ کی توفیق بیان کرنا ہے۔ تقریباً ایک ہزار ساٹھ سال حضرت کی کل عمر ہوئی ہے (اس کے علاوہ بھی روایات موجود ہیں) طوفان سے پہلے اور طوفان کے بعد ساڑھے نو سو سال قرآن نے ان کی تبلیغ ذکر کی ہے۔ آج لوگ چار مہینے اور ایک سال لگا کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے فرض ادا کر دیا حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک تبلیغ کرنے کے بعد دعا فرماتے ہیں ”فقد عاربہ انی مغلوب فانتصر“ (سورہ قمر آیت ۱۰) بخدا لیا عاجز آگیا ہوں میری امداد فرما۔ امداد کہاں سے مانگی جاتی ہے اللہ سے مانگتے والا کون ہے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کرنے والا پیغمبر۔ آج یہ درگاہوں میں جا کر مانگتے ہیں قبروں سے اور مردوں سے، جو خود دناؤں کے محتاج ہیں ان سے جا کر مرادیں مانگتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ عقائد سب کے سب کفر کے ہیں۔ اللہ نے قرآن میں نبیوں کے قصے اس لئے سنائے ہیں تاکہ لوگوں کو ہدایت ملے اور لوگ اپنے عقائد و اعمال نبیوں کی تعلیمات کی روشنی میں بنائیں اور یہ کوئی ایسی اور بھنوں کے انسا نے نہیں ہیں، جو وقت گزرنے کے لئے لوگ سنتے سناتے ہیں اللہ فرماتے ہیں ”ان ھذا الھو القصص الحق“ یہ بیان ہم دونوں کو اس لئے کرتے ہیں ”وما من الہ الا اللہ“ سوائے

اللہ کے کوئی حاجت روا مشکل کشا نہیں ہے۔ یہی وہ اصل مسئلہ ہے جو لوگوں کو سمجھانا تھا۔

قرآن کریم میں انبیاء کرام کی عاجزی کا ذکر

اس کے بعد اللہ اپنی وحدانیت اور توحید کا مسئلہ بڑے زور شور سے سمجھاتے ہیں، کبھی پیغمبروں کی دعائیں ذکر کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ پیغمبر اللہ سے مانگتے تھے اور پیغمبر سب کے لئے نمونہ عمل ہے تو مسلمان وہ ہوگا جو صرف اللہ سے مانگے گا۔

کبھی قرآن پیغمبروں کی پہاریاں ذکر کرتا ہے اور کبھی ان کی پریشانیاں اور کبھی ان پر آنی ہوئی تکالیف اور مصائب بیان کرتا ہے کہ دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام کیسے آنسوؤں سے روتے تھے اور کنعان میں حضرت یوسف علیہ السلام پر سونے ہوئے ہیں لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کو غیب دانی نہیں ہے، کچھ معلوم نہ کر سکے مصر شام سے اتنا زیادہ دور نہیں تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر چند سال تکالیف گزر گئی ہے لیکن یعقوب علیہ السلام رو رو کر فریاد کر رہے ہیں قرآن کہتا ہے ”وقال یٰٰسلفیٰ علیٰ یوسف“ ”یٰٰسلف کا فریق و جدائی“ ”واہمضت عینہ من الحزن فہو کظیم“ (سورہ یوسف آیت ۸۴) اور غموں کے اندر گھٹ رہے تھے پھر قرآن کہتا ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو کہا کہ جاؤ و صومؓ و ذی وقت یہ بھی کہا ”قال انما اشکوا بشی و حزنی الی اللہ واعلم من اللہ ہالانعلیون“ (سورہ یوسف آیت ۸۶) میں اپنا درد و غم صرف اللہ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ پیغمبر رو رہے ہیں آنسو ٹپک رہے ہیں، اتنا رہے ہیں کہ چپائی جاتی رہی لیکن یہ نہ جان سکے کہ انکا بیٹا یوسف زندہ و تاجندہ مصر کے اندر وزارت عظمیٰ پر فائز ہے۔ یعقوب پیغمبر شام سے مصر کا حال نہیں جانتے تو شیخ عبد القادر

جیانی بغداد سے پاکستان کے بدعتیوں کی گیارہویں اور ان کی نیاز کو کیسے جانتے ہیں، اس بے ہدایت اور بے رشد قوم کو کون سمجھانے آئے گا مگر آن کریم نے تو سارا بیان مکمل کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ شیخ عبد القادر جیانی رحمۃ اللہ علیہ اور قیامت تک آنے والے تمام اولیاء اللہ کسی ایک صحابی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے اور تمام صحابہ کسی بھی ایک نبی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے اور سارے انبیاء علیہم السلام جناب نبی کریم ﷺ کے مقام اور مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے یہ اہلسنت کا اتفاق عقیدہ ہے۔ ابو اسحاق اسفرائینی نے اور سب لوگوں نے نقل کیا ہے۔

حضرت امیر اہم علیہ السلام کا معجزہ

علماء لکھتے ہیں کہ کوئی ایک نبی بھی ایسا نہیں گزرا جس کا ایک واضح معجزہ نہ ہو حضرت امیر اہم علیہ السلام کو سینے میں لکھے گئے تھے اور حضرت کو اپنے والد اور سرود اور ظالم اور مشرک قوم کے ساتھ توحید کے مسئلے پر بار بار مناظرہ کرنا پڑا اور اللہ فرماتے ہیں ”وَمَا لَکَ لَیْسَ اِبْرٰهیمَ مَلِکُوْنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیْکُوْنُ مِنَ الْمَوْقِیْنِ“ (سورۃ النعام آیت ۷۵) ہم نے حضرت امیر اہم علیہ السلام کو آسمان و زمین کے نقاب کھول کر دکھائے تاکہ وہ پختہ یقین کے ساتھ اپنی قوم کو سمجھا سکیں اور جب تمام معجزات میں حضرت کو کامیابی نصیب ہوئی تو اللہ فرماتے ہیں کہ ”وَمَا لَکَ حِجَّتُ الْبَیِّنٰتِ اِبْرٰهیمَ عَلٰی قَوْمِهِ“ (سورۃ النعام آیت ۸۳ کا حصہ) یہ دین کے غالب ہونے کے دلائل تھے جو ہم نے امیر اہم کو سمجھائے اور اس کے علاوہ حضرت کا ایک اور معجزہ یہ بھی تھا کہ انہوں نے اپنے ایک بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کو بیت المقدس

کے جوار میں ذبح کیا اور ایک بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مسجد الحرام کے جوار میں اسے کعب بنانے کے لئے وہاں ذبح کرنے لے گئے۔ اسحاق بھی ذبح ہیں لیکن بیت المقدس میں جو کہ دس ہزار بیٹے ہروں کا قبلا رہا ہے۔ امام اعصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے فیض الباری میں یہ قاعدہ ذکر کیا ہے کہ کوئی گھر خدا کا قبلا اور کعب اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کے جوار میں ایک ذبح نہ ہو یا قربان نہ ہو۔ اسی لئے ایک روایت میں جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”اَنَا اَبْنُ الْمَذِیْبِیْنِ“ میں دو ذبیحوں کی اولاد میں سے ہوں۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۱۳۲، ج ۲ ص ۳۴)

پختہ ہونے کے امتحان بھی سخت ہوتے تھے، آپ ذرا غور کریں کہ کس قدر سخت امتحان ہے کہ ایک باپ کے ہاتھوں سے اس کا بیٹا ذبح کروایا جا رہا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں ”وَ اِذَا بَلَغَ الْبِرَّ اِجْرَہٗمَ وِہٖ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّہٗنَ ط“ (سورۃ بقرہ آیت ۱۲۳) ہم نے حضرت امیر اہم علیہ السلام کا کچھ کلمات کے ساتھ امتحان لیا تھا ”الابن سابع“ سات امتحانات قرآن میں موجود ہیں اور دس امتحانات احادیث میں ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ کل سترہ امتحانات ہوئے ہیں حضرت امیر اہم علیہ السلام کے

(۱) قوم سے مقابلہ (۲) بادشاہ سے مقابلہ

(۳) والد سے مقابلہ (۴) حالات سے مقابلہ

(۵) بیٹوں کو اللہ کے حکم کی تعمیل میں قربانی کے لئے پیش کرنا

(۶) آگ میں ڈالے گئے (۷) بیوی بچے کو انسان جنگل میں چھوڑ کر جانا

اس کے علاوہ بھی مفسرین نے بہت ساری روایات نقل کی ہیں۔

نبوت کے بعد سب سے اہم منصب امامت کا ہے

جب تمام مقابلے اور امتحانات ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر — مستقل مزاج ثابت ہوئے تو اللہ فرماتے ہیں ”فقال انبی جماعلک للناس اماما“ (سورہ بقرہ آیت ۱۲۴) اب میں آپ کو لوگوں کا امام بنانا چاہتا ہوں۔ امامت کا منصب اتنا مبارک ہے اور اتنا نازک ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کتنی قربانیوں کے بعد اس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے، آج لوگ ہر ایک شخص کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ بدعتی کے پیچھے، فقہ اور آئمہ کے منکرین کے پیچھے بھی نماز پڑھتے ہیں بلکہ اب تو یہ حال ہو گیا ہے کہ لوگ داڑھی منڈوں کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیتے ہیں اور بڑے آسان لفظوں میں کہتے ہیں کہ ”صاحب نماز تو ہو جاتی ہے“۔ مجھے ایک شخص نے کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہوتی میں تو پڑھتا ہوں اور ہو جاتی ہے تو میں نے اس سے کہا کہ نیو کراچی میں ایک مقتدی تھا وہ کہتا تھا ہم تو مندروں کے پیچھے بھی پڑھتے تھے۔ جب نماز اور امامت کی قدر دل و دماغ میں نہ ہو تو امامت کی کیا حیثیت رہ گئی اتنا نازک مقام ہے کہ اللہ اکرم الحاکمین نے تمام امتحانات کے آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ اب آپ اس مقام پر ہیں کہ آنے والی نسلیں آپ کی روشنی میں زندگی بسر کریں، آپ امام ہیں۔ امام کسے کہتے ہیں؟ اور امام کا کتنا بڑا مقام ہے ذرا غور فرمائیں کہ ابو حنیفہ کے ساتھ جب ابو امام کہہ دیا تو کسی اور لقب کی اب ضرورت نہیں رہی، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں تمام کی تمام تالیفیں جمع ہو گئیں، امام میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علم حدیث کے تمام مرتبے

جمع ہیں، ہر ایک کو امام نہیں کہا جاتا۔ بڑے بڑے اولیاء اللہ اور بزرگان دین تو آپ کہہ سکتے ہیں، مگر امام نہیں کہہ سکتے، وہ امام نہیں ہیں وہ خود مقلد ہیں۔ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ، امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کے مقلد تھے، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ نظام الدین اولیاء اور حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہم حضرت اقدس امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے صریح و سحرے قسم کے مقلدین تھے۔

منصب امامت کے تقدس کا لحاظ کرنا بہت ضروری ہے

بہت زمانے گزرنے کے بعد ہندوستان میں دو آدمی ایسے آئے ہیں جن کو امام کہا گیا۔ ایک تو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو امام الہند کہا گیا اور دوسرے حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری کو امام العصر کہا گیا۔ اس لئے کہ اس زمانے میں لوگوں میں دین تھا اور علم کی قدر تھی وہ لوگ القاب کو استعمال کرتے وقت تمام شرائط کا لحاظ کرتے تھے۔ انہی جماعلک للناس اماما ”آج مساجد میں دین بیاں نہیں ہو رہا بس فرضی چند باتیں ہوتی ہیں وقت پورا کرنے کے لئے امام صاحب آگے منبر پر بیٹھ جاتے ہیں ایک قندہ یا واقعہ شروع کر لیتے ہیں اور ختم بھی ہو جاتا ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ واقعہ سنانے کی وجہ کیا تھی اور ہمیں اس سے کیا سبق ملتا ہے۔ اس لئے ہم اور آپ جگہ جگہ دیکھتے ہیں کہ کالج کے لوندے اور اٹھکے تفسیر ہاتھ میں لے کر بیٹھ جاتے ہیں اور درس دیے گئے ہیں۔ کوئی بھی یہ نہیں دیکھتا کہ درس دیئے والے کی شکل و صورت، سیرت و اخلاق صاحب تفسیر کے مطابق ہے بھی یا نہیں، وہ آداب تفسیر پر پورا اترتا ہے یا نہیں۔ ان کا مقصد دین کی خدمت اور لوگوں

کو معلومات مہیا کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس کام کی بنیاد ہی بے دینی پر ہے اور اس کا مقصد مساجد اور علماء کی امانت کرنا ہے۔

ایک واقعہ

ایک زمانے میں، میں ایک مسجد میں مہمان ہوا، وہاں نماز بھی میں نے پڑھائی جب میں وہاں سے روانہ ہوا تو ایک طرف کچھ نوجوان جمع ہو گئے میں سمجھا کہ شاید تبلیغی بھائی ہیں اور فضائل انہما کی تعلیم ہو رہی ہے۔ میں نے دیکھا تو ان میں سے ایک نوجوان نے ایک تفسیر کھولی تو میں نے اس نوجوان سے پوچھا کہ یہ تفسیر کون پڑھاتا ہے اور آپ نے کس سے پڑھی ہے تو اس نے کہا کہ میں پڑھاتا ہوں لیکن میں نے کسی سے پڑھی نہیں ہے۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ آپ نے فجر کی نماز پڑھی تھی تو اس نے کہا کہ نہیں تو میں نے کہا کہ ظہر میں کیوں آئے ہو تو اس نے کہا کہ آج درس دینا میری ذمہ داری تھی اس لئے آنا پڑا۔ تو میں نے مسجد کے ذمہ داروں سے کہا کہ آپ کی مسجد میں درس قرآن کے نام پر جو قرآن کریم سے مذاق ہو رہا ہے اس کا جواب عند اللہ آپ ہی کو دینا ہوگا۔ میں نے اس لڑکے کے ہاتھ سے تفسیر لی اور مسجد کے امام صاحب کو کہا کہ اگر آپ نے اس کا اہتمام کیا ہوتا تو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا کہ آپ کسے ہوتے ہوئے ایک جاہل قرآن کا درس دے رہا ہے۔

کون سنتا ہے کہانی میری اور پھر وہ بھی زبانی میری

میں تو کہتا ہوں کہ تمام آنے اور خطباء کے لئے ایک نصاب ہونا چاہئے تھا جیسا کہ ہمارے اکابرین نے رکھا تھا کہ سند یافتہ ہو، کسی مدرسہ کا مدرس بھی ہو، اعلیٰ دینی ادارے

سے امتیازی نمبرات میں کامیاب بھی ہوا ہو یہ سب جائزہ لینے کے بعد پھر اس کو امامت اور خطابت کے منصب پر فائز کیا جانا تھا تب وہ عوام کی صحیح رہنمائی کرتے تھے اور مکمل دین ان کو سمجھاتے تھے۔ جب ہم نے اس طریقے کو چھوڑ دیا تو ہمارے مشوروں اور مخریوں پر ایسے لوگ بیٹھ گئے جن کو خود کچھ نہیں آتا، جو خود کچھ نہیں جانتا وہ لوگوں کی کیا اصلاح کریگا

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

امامت پر ہمارے استاذ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب رحمہ اللہ (سابقہ ہتتم بنوری ناہن) کی غیرت کا ایک واقعہ

میری یادداشت میں ہے کہ دہلی سوسائٹی میں ہمارے استاذ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام تھے۔ اسی محلے میں ایک شخص کے گھر مودودی صاحب مہمان کی حیثیت سے آ رہے تھے، تو اس مسجد کے لوگوں کی یہ خواہش ہوئی کہ جمعہ کی نماز مودودی صاحب پڑھالیں وہ مہمان ہیں ان کا اکرام بھی ہو جائے گا۔ اس پر حضرت مفتی احمد الرحمن صاحب نے کہا کہ میں خود عالم ہوں اور اس مسجد میں کافی عرصہ سے امام ہوں میرے ہوتے ہوئے مودودی صاحب کو کیا حق ہے کہ وہ یہاں آکر جمعہ کی نماز پڑھائیں اور پھر فرمایا کہ میں ان سے دس منٹ بات کروں گا کہ آپ کے عقائد اور عبارات میں یہ یہ گمراہی ہے اور یہ بات شریعت کا مقابلہ کر رہی ہے آپ ان گمراہیوں اور غلط عقائد سے تو بہ کر لیں تو اس کے بعد شوق سے جمعہ پڑھا سکتے ہیں۔

چنانچہ مودودی صاحب کو اس بات کا پتہ چلا تو وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوئے اور

اس مسجد سے کافی دور ایک مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ یہ جرات تب ہو سکتی ہے جبکہ علم راسخ ہو اور نبوت اور رسالت پر مکمل اعتقاد ہو تب ہی انسان اپنے اور شریعت کے عطا کردہ منصب کی پاسداری کر سکتا ہے۔ ہمارے استاذ حضرت مفتی احمد الرحمن صاحب رحمہ اللہ کو یہ پتہ تھا کہ ایک ایسا آدمی جو کہ دین و عقائد کی غلط تشریح لوگوں کو کرنا ہے اور اس کی وجہ سے لوگوں کا عقیدہ شراب ہوتا ہے، جب مصلیٰ پر کھڑا ہوگا تو یہ اسلام کا خون ہوگا۔

نماز جنازہ امام الحنفی کا حق ہے! مسئلہ کی وضاحت

یہاں ہمارے محلے میں ایک زمانے میں ایک شخص فوت ہو گیا، وہ ہماری مسجد کا بیٹا وقتہ نمازی تھا بالکل سچا عقیدہ شخص تھا اور میرا اچھا جاننے والا تھا۔ جنازے سے پہلے مجھ سے کہا گیا کہ جنازہ آپ کی مسجد میں ہی ہوگا لیکن یہاں ایک پروفیسر صاحب آئیں گے یا ڈاکٹر صاحب، اور وہ جنازہ پڑھائیں گے تو میں نے ان سے کہا کہ ”کھاؤ کھاؤ آسمان نیچے آ سکتا ہے اور زمین اوپر جا سکتی ہے لیکن میرے ہوتے ہوئے کوئی پروفیسر یا ڈاکٹر نماز جنازہ پڑھائے یہ ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ امام الحنفی کی اقتداء میں بیٹا وقتہ نماز جس نے پڑھی ہے وہی امامت کا حق رکھتا ہے فقہاء کرام نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر اس وقت مردم کا بیٹا یا باپ بھی عالم دین ہے اور اس کے محلے کا امام متعین ہے تو امام پڑھائے گا باپ یا بیٹا نہیں پڑھائے گا ولی کا مرتبہ امام الحنفی کے بعد ہے تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ

”اولی الناس بالصلاة علیه السلطان ان حضر فان لم يحضر فالقاضي ثم امام الحنفی ثم

الولی هکذا فی اکثر المتنون“ (فتاویٰ نانگیہ ج ۱ ص ۶۳ ارشیدیہ)

اس سے کافی پہلے ایک بار ہمارے دوست مولانا قاری مشائخ اللہ صاحب مدظلہ کے محلے میں ایک جنازہ تھا تو اسے پڑھانے کے لئے ایک پیر صاحب آئے تھے، قاری صاحب بھی بہترین عالم ہیں اور اس وقت کے بہترین قاری اور امام القراء ہیں انہوں نے اس میں رکاوٹ ڈالی تو لوگوں نے اعتراض کیا تو حضرت قاری صاحب نے اس سلسلے میں مجھ سے استفتاء کیا کہ آپ فقہی جواب دیں۔ میں نے ان کے سوال کے جواب میں آٹھ صفحوں پر مشتمل جواب لکھا تھا اور اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور سے لیکر کے فقہاء کے زمانے تک ثابت کیا تھا کہ امام کی اجازت کے بغیر قطعاً زمانے کا غوث اور قطب بھی آجائے تو وہ امامت کے لئے آگے نہیں ہو سکتا، جب امام مہمان کے اکرام میں اجازت دے تو وہ اور بات ہے۔ وہ فتویٰ یہاں سے ہمارے بعض دوست لے گئے فوٹو اسٹیٹ کرا کے ان لوگوں کو بھی دکھایا اور بابت دیا کہ مولانا کے ہوتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نہیں پڑھا سکتے، جس وقت یہاں صفیں کھڑی ہو گئیں تو ڈاکٹر صاحب نے مجھے کہا ”حضرت یہ فتویٰ آپ کا ہے“ میں نے کہا ”ہاں“ تو اس نے کہا کہ ”اس میں لکھا ہوا ہے کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں پڑھا سکتا ہوں“ تو میں نے کہا کہ ”یہ تو ساری بات ہے کہ آپ کو اجازت ہی نہیں دینی ہے“ کہنے لگا ”یہ کیوں؟“ تو میں نے کہا ”اس لئے کہ تم نا اہل ہو پانچ وقت کے امام اور ایک عالم کے ہوتے ہوئے آپ کو اس بات کا شوق کیوں ہے کہ آپ امامت کریں آپ کو تو کہنا چاہئے تھا کہ یہ علماء کا منصب ہے، یہ ان ہی کا کام ہے ان کو خدا نے سمجھ دی ہے۔ جب میں نے یہ کہا تو وہ خاموش ہو گیا۔ جب لوگوں میں غفلت ہوتی ہے اور علماء کا احترام ہوتا ہے تو وہ اس بات کا خیال رکھتے ہیں۔ ایک بار ہماری مسجد میں جمعہ کی

نماز میں وفاقی محتسب نشان علی شاہ صاحب آئے، میں نے دیکھا تو میں ان کو زبردستی اگلی صف میں لایا تو انہوں نے مجھے کہا کہ "ہماری شان پہلی صف کی نہیں ہے یہ علماء اور طلباء اور جو مشرّع حضرات ہیں ان کی شان کے لائق ہے ہم تو کسی پلر کے پیچھے بیٹھ جائیں گے۔" جن کو خدا نے سمجھ اور صلاحیت دی ہے وہ علماء کا پورا احترام کرتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ

حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور دی گئی تھی اور حضرت داؤد علیہ السلام کو ایسی خوبصورت آواز اور تلاوت کی شان دی گئی تھی کہ جب حضرت زبور کی تلاوت فرماتے تھے تو پہاڑ بھی ساتھ ساتھ جھومتے تھے اور آواز نکالتے تھے اور پرند۔ فضاء میں رک کر نیچے اتر جاتے تھے۔ محاورہ ہے کہ "فلاں کی خوش آوازی پر پرند۔ اکھٹے ہو جاتے ہیں" یہ فخر و شرف اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو دیا تھا۔ اس کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام زبور کی تلاوت اتنی جلدی اور سرعت کے ساتھ فرماتے تھے کہ اپنے خادم کو ارشاد فرماتے تھے کہ گھوڑا۔ پر زین ڈالو اور حضرت داؤد علیہ السلام زبور شروع فرماتے تھے جتنی دیر میں گھوڑا تیار ہوتا حضرت ایک زبور ختم فرماتے تھے اتنا تیز پڑھتے تھے۔

قرآن کریم تیز پڑھنا بھی معجزات میں سے ہے

جب کوئی حافظ صاحب تراویح میں جلدی پڑھتے ہیں تو بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ بڑا اگناہ ہو رہا ہے یہ کم عقلی کی بات ہے جس طرح صدر ہے، تڑپیل ہے اس طرح صدر الحمد للہ بھی قراء کے یہاں معروف ہے بہت تیز پڑھنا اور صاف پڑھنا سمجھ میں آجائے یہ بھی

قرآن کریم کا معجزہ ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ روزانہ ساٹھ قرآن مجید ختم فرماتے تھے۔ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ رمضان شریف میں تیس قرآن مجید دن میں اور تیس رات میں اور ایک حافظ کے ساتھ تمام مسلمانوں کی جماعت میں، کل ملا کر آٹھ قرآن مجید رمضان شریف میں ختم فرماتے تھے کردری نے مناقب کے اندر اور خیرات الحسان^۱ میں سب نے لکھا ہے۔ دس دس، بیس بیس اور چالیس چالیس قرآن مجید دن رات میں ختم کرنا تو حافظ ابن کثیر نے اس پر رسالہ لکھا ہے فضائل القرآن کے نام سے بے شمار محدثین فقہاء اور اولیاء کے نام دیئے ہیں۔ یہ چند گھڑیوں میں قرآن پورا کر لیتے تھے ایک ایک سانس کے ساتھ سورۃ سین پڑھتی گئی ہے ایک سانس کے ساتھ ختم کی گئی۔ یہ دین ایسے ہی نہیں آیا ہے، معجزات اور کرامات کی بارش میں آیا ہے۔ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ جیسے محدث بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں

”وبحکى عن ثقة ان الشاه اسماعيل ختمه بعد العصر الى

الغروب مع الترتيل“ (فيض الباری ج ۴ ص ۱۹۸)

ہمیں "عزیز ذرائع سے یہ بات پہنچی ہے کہ مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ عصر سے مغرب تک ایک قرآن مجید ختم فرماتے تھے۔" وہو بین یدى الناس " علماء کرام سب موجود ہوتے تھے قرآن ہاتھ میں لئے ہوئے یہ بات مشہور ہو گئی کہ شاہ اسماعیل رحمہ اللہ علیہ ہر روز عصر سے مغرب تک ایک قرآن پڑھتے ہیں تو دہلی کے علماء کو تعجب ہوا یہ کیسا ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی مسجد میں سب جمع ہو گئے حضرت نے عصر کی نماز پڑھائی

اور قرآن مجید رطل میں رکھا ہوا تھا۔ تمام علماء کرام جتنے آئے تھے وہ سب قرآن شریف لے کر بیٹھ گئے اور حضرت نے الحمد للہ سے شروع کیا مغرب کی اذان کے لئے جب مؤذن جانے لگا تو حضرت آخری معوذتین پڑھ رہے تھے۔ یہ دنیا تھی اور یہ دین کا نصاب تھا اور یہ کرامات ہجرات کی بارشیں تھیں قرآن کا ہجرہ ہے اور شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے اور کتنے دنیا کے اندر کرامات و ہجرات صادر ہوتے ہیں۔

جناب نبی کریم ﷺ کے ہجرات

یہ سب رسول اکرم ﷺ کی وجہ سے ہے، آپ منبع البرکات اور منبع المنجات ہیں اور ساری کائنات کو جو خیر ہدایت و رشد ملی ہے جناب نبی کریم ﷺ اس کا چشمہ فیاض ہیں اور چشمہ سیال ہیں۔ چار دانگ عالم، ہر ملک اور ہر کونے اور ہر زمانے میں عجائب و غرائب، کرامات رسول کریم ﷺ کے ہجرات ہی کی جھلک ہے۔ اصلاً تو آپ ﷺ کے ہجرات لاتعداد اور لاتقصی ہیں لیکن لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ہیں تو ایک لاکھ چوبیس ہزار تو آپ ﷺ کے فقہ ہجرات ہوئے۔

بعض ہجرات بہت ہیں جیسے قرآن آپ ﷺ کا ہجرہ ہے، خود آپ ﷺ کا خلق و سیرت، اخلاق و کردار یہ ہجرہ ہے۔ تمام انبیاء کو سات کمال سعادت دی جاتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے بارے میں صحابہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ایسے حیاء کرتے تھے جیسے کنواری لڑکی۔

”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشد حیا من العذراء“

(شامل ترمذی ص ۲۶)

آپ ﷺ کا معراج پر تشریف لے جانا بھی ایک ہجرہ ہے جو دنیا سے بڑھ کر ہجرہ ہے۔ سموات کو اس میں شامل کیا ہے۔ سارے وہ ہجرات جو اس زمین پر دیئے جاسکتے تھے جب وہ مکمل ہوئے تو پھر وہ ہجرات دیئے گئے جن کے لئے آسمانوں پر جانا ضروری ہے اور وہ تین حصوں میں ہے ایک تو ایک ہی رات کے کچھ حصے میں کعبہ شریف سے بیت المقدس جانا جہاں تین مہینے کی مسافت ہے ”سبع مہین الہدی اسری بعبدہ لبعلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی“ (سورہ اسراء آیت اکا حصہ) اور پھر مسجد اقصیٰ سے ساتویں آسمان تک جانا۔ کہتے ہیں مسجد اقصیٰ تک جانا یہ ”اسری“ ہے ساتویں آسمان تک جانا یہ ”معراج“ ہے اور ساتویں آسمان سے ملا، اعلیٰ تک جانا یہ ”اعراج“ ہے۔ اسی طرح ہجرات آپ کی ولادت کے وقت بھی ظاہر ہوئے جیسے امیرہ کی فوج کا تہس نہس ہونا اور پھر کعبہ کی حفاظت فرمادی گئی ابانیل کے ذریعے اور اسکے ٹھیک پچاس دن بعد آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ مورخین نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ جس دن جناب نبی کریم ﷺ اس عالم ماسوت میں متولد ہوئے اس دن پوری کائنات کے اندر جتنے بت تھے وہ اتفاق سے ٹوٹ گئے کسی کا سر نیچے گر گیا کسی میں دراڑیں پڑ گئیں یہ بھی آپ کی ولادت کے وقت کا ہجرہ تھا۔ اسی طرح فارس کے آتش کدوں میں آگ خود بخود بجھ گئی جو تین تین چار چار ہزار سال سے بجھی نہیں تھی۔ پھر اس کے بعد جس گھر میں آپ پیدا ہوئے جس خاتون کے بطن سے پیدا ہوئے جہاں آپ کی پرورش ہوئی اتنے ہجرات ہیں کہ زرتانی وغیرہ نے اس پر مستقل مجاہدات لکھے ہیں۔ یعنی اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ سن دس ہجری میں جس وقت جیہ الوداع آپ ﷺ نے فرمایا اور سر کے بال مونہ۔ گئے۔ (واضح رہے کہ حج و عمرہ۔

میں افضل و بہتر یہی ہے کہ سر کے بال مؤنثہ لئے جائیں، لوگ یہاں سے ساٹھ ستر ہزار اور ایک لاکھ روپے خرچ کر کے چلے جاتے ہیں اور پھر وہیں آ کے وہی انگریزی بال سر پہ کھڑے ہوتے ہیں اور وہاں لوگوں کو دیکھ کے ایک قینچی کا کٹ یہاں لگایا ایک یہاں لگایا جی عمرہ ہو گیا۔ امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ شخص بدستور حرم ہے اس کا کپڑا پہننا آنا جانا سارا گناہ کبیرہ ہے۔ احرام کی حالت میں ہے بیوی سے مناسبت کچھ حرام ہو رہا ہے، بال اتارے ہی نہیں ہیں۔ جب تک ایک ہفتہ چار کل سر کے بالوں کا نہ لیا جائے تب تک احرام نہیں کھلتا۔ جناب نبی کریم ﷺ نے خود عمرہ اور حج کے موقع پر بھی اپنے سر کے بال بال اکل منڈوائے ہیں۔ آپ نے سر منڈوانے والوں کے لئے تین بار دعا فرمائی ہے، اس لئے اس کی مخالفت کرنے والے بھی حضرت ﷺ کی دعا کے مستحق نہ ہوں گے۔ حضرت ابو طلحہ آپ ﷺ کے حلاق تھے وہ آئے اور استرے سے آپ کے بال لئے، جب بال اتر گئے تو جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ بال لے جا کر بانٹ دو۔ وہ تمام بال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تقسیم فرمائے۔ ان میں سوا لاکھ صحابہ کرامؓ تو معلوم و معروف ہیں جن کے نام موجود ہیں اور مورخین لکھتے ہیں کہ پانچ لاکھ داری اور اعراب تھے۔ چنانچہ دنیا کے کونے کونے میں ان بالوں کی برکات پہنچی ہیں۔

یہاں ہمارے ایک دوست ہیں، اتفاق سے ان کے خاندان، نسل و نسب میں بھی وہ بال چلے آئے ہیں۔ بلا دھرب میں ان کے بڑوں کو کسی نے دیئے ہیں۔ ایک بار جمعہ کی نماز کے بعد سوال و جواب کی نشست میں میں نے ان کا نام لیا تھا اتفاق سے وہ بیٹھے تھے۔ یہ سن کر وہ حضرت ﷺ کے تین بال "موئے مبارک" لے آئے۔ اس زمانے میں ہم

نے تمام طلبہ کو ان کا دیدار کروایا تھا اس میں ایک بڑا بال ہے اور اس کے ساتھ باقاعدہ چھوٹے چھوٹے بال آگئے ہیں اور پھر وہ خود بخود ٹوٹ جاتے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بالوں میں بھی حیات موجود ہے، اللہ رب العالمین نے پیغمبر کے ایک ایک بال کو بھی محفوظ فرمایا ہے۔

یہ سارے آنحضرت ﷺ کے معجزات ہیں جو کہ تاقیامت چار دانگ عالم میں مختلف ملکوں میں موجود ہیں۔ موئے مبارک کا ذکر خیر لوگ سنتے ہیں اور علماء نے لکھا ہے کہ یہ اگرچہ ظنی ہے لیکن تبرک کا مقام یہی ہوتا ہے اس کے ساتھ ادب و احترام کا برتاؤ کیا جائے۔ اس سے فائدہ بھی ہوتا ہے اور سوائے ظن سے نقصان ہو سکتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حصے میں جو بال آئے تھے وہ انہوں نے ٹوپی میں رکھے تھے اور ہر جہاد میں وہ ٹوپی سر پہ ہوتی تھی جس کی وجہ سے ضرور فتح ہوتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حصے میں جو بال آئے تھے وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے ایک ایک بال تین تین لاکھ اشرفی کا خرید لیا وہ بھی تین بال تھے اور وفات کے وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ دو بال میرے دائیں آنکھ میں اور ایک بال بائیں آنکھ میں رکھ دئے جائیں۔ جناب نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک جہاں موجود ہو وہاں اللہ تعالیٰ احسان والا فرماتے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

ettings\Muneeb\Desktop\Ahsa
Khutbat headings\9.tif not
found.

الحمد لله جل وعلا و صلى الله وسلم على رسوله المصطفى و نبيه
المجتبى و امينہ على و حى السماء و على آله النجباء و اصحابہ الاتقياء الفضل
الخالق بعد الانبياء و من يهديهم اقتدى و بآثارهم اقتفى من المفسرين
و المحققين و الفقهاء الى يوم الجزاء اما بعد!

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَمَلَّوْا مِنْ صَيِّبَتِ مَا رَزَقْنَكُمْ وَ اشْكُرُوا لِلَّهِ اِنْ كُنْتُمْ
إِنَّا نَعْلَمُونَ ۝ اَللّٰهُ حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَ مَا أَهْلَ بِهِ لغير
اللّٰهِ ۝ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَ لَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝
(سورہ بقرہ آیت ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴)

اخرج الامام المصنف محمد بن اسماعيل البخاري في جامعه عن
النعمان بن بشير رضى الله عنه قال قال النبی صلى الله عليه وسلم الحلال بين
و المحرام بين و بينهما امور مشبهة (بخاری ج ۱ ص ۲۷۵)

اللهم صل وسلم على سيدنا و مولانا محمد و على آله و اصحابه

و بارک و صل وسلم عليه

انسانی زندگی میں تین چیزوں کا اہتمام

دنیا مومن کے امتحان کی جگہ ہے امتحان پابندیوں کا نام ہوتا ہے کچھ کام جو
پسندیدہ ہوتے ہیں ان میں بھی پابندیاں رہتی ہیں اور کچھ امور جو نا پسند ہوتے ہیں اور
امتحان کے لائق نہیں ہوتے، ان پر سخت قسم کی پابندی ہوتی ہے۔ حقیقت میں انسان کی
انسانیت اس وقت سامنے آتی ہے جب اسے امتحان سے دوچار کیا جاتا ہے۔ امتحان کے
بغیر انسان کی زندگی بے لطف اور بے لذت ہے۔ حیوان میں اور انسان میں واضح فرق یہ
ہے کہ حیوان کی زندگی میں بظاہر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جہاں چاہے بیٹھے، کھڑا ہو جائے
، کھائے پینے، آئے جائے۔ لیکن انسان کی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے احتیاط کا مجموعہ بنایا ہے اور
یہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر احسانات میں سے ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس ماریش اور فانی
زندگی کی قدر و قیمت سمجھانے کے لئے حضرات انبیاء اور مرسلین مبعوث فرمائے ہیں۔ انبیاء
اور مرسلین کے ذریعے جو احتیاط بتائی گئی ہے اور جو پابندیاں سمجھائی گئی ہیں اس سے تین
باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

(۱) عقائد کا اہتمام (۲) اعمال کا اہتمام (۳) مادات کا اہتمام

حقیقت میں اسلامی عقیدہ اور اسلامی تعلیم ان تین چیزوں پر نظر رکھتی ہے کہ
انسان کا عقیدہ اور اس کا ایمان مستحکم اور مضبوط ہو۔ اللہ بزرگ و برتر کے وجود اور اس کے علم
و قدرت ذات، صفات اور اس کے افعال کو کبریائی اور عظمت کے ساتھ تسلیم کرے اور اس کا
ثانی اور شریک کسی کو نہ مانے، نہ عقیدتا اور نہ علما۔

انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد عقیدہ تو حید کی وضاحت ہے

عقیدہ تو حید ان مسائل میں سے ہے جن کی تعلیم دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کم و بیش سوالا کھ اور ایک روایت کے مطابق ڈھائی لاکھ انبیاء کرام بھیجے ہیں۔ اسی عقیدہ تو حید کی وضاحت کے لئے ”والہیٰ سمود اخاہم صالحا“ صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی جانب بھیجا گیا انہوں نے بھی یہی عقیدہ بیان کیا ہے کہ عبادت صرف ایک اللہ کی کرو۔ ”والہیٰ عداد اخاہم ہودا“ نادوں کی طرف حضرت ہود علیہ السلام بھیجے گئے اسی عقیدے کے بیان کے لئے ”والہیٰ مدین اخاہم شعیبا“ مدینوں کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا گیا انہوں نے بھی یہی عقیدہ بیان کیا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو نمرود زمانہ کو اسی عقیدہ کے لئے لاکھ رات رات کریم اس واقعہ کو بیان کرتا ہے کہ ”السم قرئ الی الہی الذی حایج ابراہیم فی ربہ ان اللہ اللہ الملک“ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقابلہ ہوا تو ایسے شخص کے ساتھ ہوا ہے جو اپنے آپ کو خدا کہتا تھا ”اذ قال ابراہیم ربی الذی یحیی و یمیت“ حضرت نے فرمایا کہ خدا تو اس کو کہتے ہیں جو حیات اور ممات کا مالک ہے ”قال انا احی و امیت“ اس ظالم نے کہا کہ یہ تو میں بھی کرتا ہوں ”قال ابراہیم فان اللہ ہاتمی بالشمس من المشرق فانت بیما من المغرب“ حضرت نے فوراً گفتگو تبدیل کی اور سمجھ گئے کہ مخاطب حد درجہ لائق اور سمجھنے والا ہے (جب مخاطب قیبنی بات نہ سمجھے تو مشکل اس کوشش میں ہوتا ہے کہ اس سے آسان بات کی جائے کیونکہ کلام کا مقصد مخاطب کو سمجھانا ہوتا ہے) تو حضرت ابراہیم علیہ

السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ روزانہ سورج مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں ڈوبتا ہے اگر آپ کو یہ خیال ہے کہ آپ خدا ہیں تو آپ آج کا نظام تبدیل کر لیں ”فیہت الذی کفر“ ہکا بکارہ گیا وہ کافر ”واللہ لا یصلی القوم الظالمین“ (سورہ بقرہ آیت ۵۸) اللہ تعالیٰ ظالم اور شرک لوگوں کو اتنی سمجھ نہیں دیتا۔ کیونکہ وہ ظالم یہ کہہ سکتا تھا کہ یہ نظام تو میرا ہے آپ اپنے رب سے کہیں کہ وہ مغرب سے نکالے اور مشرق میں ڈوبے لیکن اتنی سمجھ شرک اور کافر کو نہیں ہوتی اس کی سمجھ جیہ ان کے برابر ہوتی ہے کچھ چیزیں جانتا ہے لیکن اکثر چیزیں نہیں سمجھتا۔ تمام مشرکین اور کفار بے عقل ہوتے ہیں ان کی عقل ختم ہو چکی ہوتی ہے اگر عقل ہو تو وہ اللہ اور اس کے نبی کی شان میں کیسے گستاخی کریں گے اور یہ ان پر ان کی بد اعمالیوں کی سزا ہوتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے بھی سب سے پہلے عقیدہ تو حید کی دعوت دی

ہمارے رسول جناب نبی کریم ﷺ نے پہلا خطاب جو قوم سے فرمایا ہے وہ یہی ہے ”قولوا لا الہ الا اللہ“ بس تو حید کا حکم پڑھو ”لا الہ الا اللہ“ اس کلمے کی تشریح میں وقت لگتا کیونکہ اس کے نتیجے سے تشریح جلدی سمجھ میں آتی ہے۔ اللہ کا اطلاق مشکل کشا پر ہے، حاجت روا پر ہے، کارساز پر ہے، خالق پر ہے، مالک پر ہے، معزز پر ہے، منزل پر ہے، مکی و ممیت پر ہے جو سارا نظام پیدا کر چکا ہے اور پلارہا ہے وہ اللہ ہے، اس لئے یہ کلمہ تمام انبیاء کا مشترک کلمہ ہے، لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ مشرکین اس کلمہ کو فوراً سمجھ گئے حضرت ﷺ نے ابھی تشریح نہیں فرمائی تھی جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کلمہ پڑھو تو مشرکین

سب ناراض ہوئے اور انہوں نے پتھر برسانا شروع کر دئے کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ لا الہ الا اللہ کا مطلب کیا ہے اور اگر یہ نافذ ہو گیا تو مخلوق کو مشکل کشا اور حاجت روا کار ساز ماننا حرم ہو جائے گا۔ تو انہوں نے سوچا کہ اسی کلمہ پر پابندی لگانی چاہیے اگر یہ کلمہ انسان نے صدق اور دیانت کے ساتھ پڑھ لیا تو وہ کبھی بھی مخلوق کی پوجا نہیں کرے گا۔ تو انہوں نے سوچا کہ ہم نے جو ۳۶۰ بت نصب کئے ہیں بارش برسانے کا امگ، اولاد کے لئے نیکو عملہ بت تھا، عزت بڑھانے کے لئے اور دشمن کو ذلیل کرنے کے لئے نیکو عملہ بت تھے

”افرايتم اللات والعزىٰ ومنورة اللات الاخرى“ (سورہ شمس آیت ۱۹، ۲۰)

یہ ان کے بتوں کے نام تھے یہ سارے ختم ہو جائیں گے کیونکہ لا الہ الا اللہ کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ سوائے اللہ کے کسی کی پوجا نہ کی جائے۔

”لا تدعون الہینکم“ ”معبودوں پر جم جاؤ“ ”ولا تدعون ودا ولا

سواہا ولا یغوث وبعوق ونسرا“ (سورہ نوح آیت ۲۳)

ہر زمانے کی درگا ہیں امگ امگ ناموں سے یاد کی جاتی تھیں یہ ساری حقیقت میں درگا ہیں تھیں اس زمانے کے نیک لوگوں کی یاد میں بنائی گئیں تھیں اور ہر ملک کے اندر ٹٹائی شکل کی مورتیاں کھڑی کی گئیں تھیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ بس پتھر تھے، پتھر نہیں تھا اصل میں یہ ”سما نوا عبادا صالحین“ بخاری ج ۱ ص ۶۱ پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ اسی طرح جن پانچ بتوں کا ذکر سورہ نوح میں ہے یہ حضرت شیث علیہ السلام کے صلیبی بیٹے تھے ”اولئک الذین اذا مات فیہم رجل صالح“ جب یہ مر گئے ”بنوا علی قبرہ مسجد“ ان کی قبروں پر درگا ہیں، بنائیں آنحضرت ﷺ نے درگا ہٹانے والوں کو

”اولئک شرار الخلق عند اللہ“ کہا ہے۔ یہ کائنات میں بدترین انسان ہیں دین و ایمان کے بدترین دشمن ہیں ”اولئک شرار الخلق عند اللہ“ یہ درگا ہوں والے، انہیں پوجنے والے، ان پر نیاز اور چادر چڑھانے والے کائنات کے بدترین لوگ ہیں۔

درگا ہوں کی بیخ کنی کو آنحضرت ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد فرمایا ہے

ہمارے زمانے کے حکمران بھی عجیب ہیں جب دیکھو تو اخبار میں آ جاتا ہے کہ کورز چادر چڑھانے جائے گا، عرس کا افتتاح کرنے جائے گا، یہ کوئی کورز ہے یہ تو خاص جناب نبی کریم ﷺ کا کوئی دشمن معلوم ہو رہا ہے۔ کورز کا تو فریضہ منہی یہ ہے کہ درگا ہوں کو ڈھائے۔ قبر کو قبر کی شکل میں، بنانا یہ نبوت کا منصب ہے اور ہر زمانے کے مسلمانوں کا طریقہ ہے۔ حضرت ﷺ نے تو درگا ہوں کے بارے میں عجیب ارشاد فرمایا ہے، ترمذی میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک کورز سے فرمایا کہ میں آپ کو اس کام کے لئے بھیج رہا ہوں جس کام کے لئے آنحضرت ﷺ نے مجھے بھیجا تھا ”ابعثک علی بسا بعننی النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ آپ کو اس مہم پر بھیج رہا ہوں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا ہے ”ان لا تدع قبراً مشرفاً الا سويته“ کوئی قبر بھی اونچی نہیں چھوڑنا مگر اسے زمین کے ساتھ ملانا ”ولا تمسکوا الا طمسہ“ (ترمذی ج ۱ ص ۲۰۳) اور مورتی اور بت کو بھی مت چھوڑنا مگر اسے توڑ دینا۔ آپ لوگ ذرا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جملہ پر غور فرمائیں کہ آپ کو اس کام کے لئے بھیج رہا ہوں جس کام کے لئے اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ حضرت ﷺ نے نمازیں پڑھیں تو یہ نہیں فرمایا کہ

حضرت ﷺ کی بعثت کا مقصد تھا، حج فرمایا تو بھی نہیں فرمایا کہ حج حضرت ﷺ کی بعثت کا مقصد تھا، عمر بھر حضرت ﷺ نے رمضان کے روزے رکھے تو یہ نہیں فرمایا کہ یہ حضرت ﷺ کی بعثت کا مقصد ہے۔ وہ تو عبادات ہیں بنیادی کام عقائد کی تربیت اور پرورش ہے نبی کے ہر کام سے پوری کائنات کو فائدہ ہوتا ہے اور درگاہوں اور مندروں کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ سے کٹ کر انسانوں کے غلام بن جاتے ہیں۔ ان غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کے لئے انبیاء اور مرسلین مبعوث فرمائے جاتے ہیں قرآن پاک میں بے شمار قصے ان باتوں کی نشاندہی کرتے ہیں کہ غلامان نبی نے یہی مسئلہ بیان کیا ہے اور یہ کام حق ہے، کلمہ تو حید ہے جس پر تمام انبیاء آئے ہیں۔

عقائد میں بنیادی عقیدہ، عقیدہ تو حید ہے

سب سے پہلی اور بنیادی چیز عقیدہ ہے اور عقیدہ نام ہے لا الہ الا اللہ کا اور اس کا معنی یہ ہیں کہ الذات میں بھی کیلنا ہے، قدرتوں کا مالک بھی وہ اکیلا ہے، عالم الغیب بھی صرف وہی ہے، تصرف بھی اس کا ہے افعال بھی اس کے جاری و ساری ہیں اور ساری خلقت کا تادیر مطلق وہ اکیلا ہے۔ اگر لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ صرف لائق عبادت تو اللہ ہے باقی مانگو درگاہوں سے، چادریں درگاہوں پر چڑھاؤ، نیازیں دیاں لے جاؤ، مرادیں دیاں سے مانگو اور غیر اللہ کے نام کو ہمیشہ خدا کے ساتھ لیتے رہو پھر تو اس کلمہ سے مشرکین کو کوئی اختلاف ہی نہیں ہوتا اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ کلمہ کے مشرکوں نے لا الہ الا اللہ کا جیسا مطلب سمجھا تھا ایسا تو بڑے بڑے رضا خانیوں نے بھی نہیں سمجھا اور حضرت

ﷺ نے جب کوہ منقاسے انا ان کیا ”یا اہل مکہ“ اے مکہ والوں! یا نبی فہد یا بنو تمیم، بنو عدنان، بنو ہاشم آپ ﷺ نے ایک ایک قبیلہ کا نام لے کر آواز دی کیونکہ ان کا مزاج بہت سخت تھا اور جس قبیلے کا نام نہ لیا تو اس قبیلہ کا آدمی نہیں آتا تھا۔ حضرت ﷺ کی آواز ایسی موثر تھی اور ایسی صدق اور دیانت سے بھری ہوئی تھی کیونکہ آپ ﷺ پہلے سے ان کے یہاں ایمن اور صادق مشہور تھے سب کے سب آگئے اور جو خود نہیں آ سکتا تھا تو اس نے اپنے بڑے مہتمم کو بھیج دیا کہ محمد ﷺ آواز دے رہے ہیں فوراً پہنچو۔ جب میدان بھر گیا اور سب جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”لو کو مجھے خدا نے دین اسلام دیکر بھیجا ہے اسے مان لو اور بنوں کی پوجا کرنا چھوڑ دو میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں میری اطاعت کرو۔“

(بخاری ج ۲ ص ۷۰۲، ۷۰۳)

مشرکین میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ حضرت آپ اپنی اطاعت کیوں کراتے ہیں کیونکہ حضرت ﷺ کی اطاعت تو وہ پہلے سے کرتے تھے مشرکین نے حضرت ﷺ کے کردار اور گفتار پر کبھی بھی حرف گیری نہیں کی انہیں جھگڑا صرف پہلے جڑ سے ہے کہ لا الہ الا اللہ کیسے ہو گا یہاں تو ہم نے کعبہ کو مورتیوں سے بھر دیا ہے ان کے ہر کام کا خدا الگ تھا یہ خدا کا تصور بھی محبت میں نلو کی وجہ سے شروع ہوا ہے وہ اپنے نیک بندوں کو محبت اور نیکی سے یاد کرتے کرتے جب حدود شرع سے آگے نکل جاتے تھے تو پھر ان کا نام بھی خدا کے نام کے ساتھ رکھ لیتے تھے، انہیں مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ لیتے تھے، ان کی نیاز اور نذرمان لیتے تھے، انہیں دور اور قریب سے آواز دینے لگتے تھے۔ بزرگوں کو بزرگ ماننا یہ اسلام کا امتضاء ہے اس کا کوئی بھی مخالف نہیں ہے۔

اولیاء کرام اور بزرگان دین کی کرامات برحق ہیں

بزرگان دین اور اولیاء کے فیوض و برکات ان کی کرامات ان کے جلیل القدر فرمان
انہر من الشمس ہیں۔ ان کی کرامات، برکات اور خدمات کا انکار کرنا یہ آسان کام نہیں ہے
اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے لیکن کرامات کی وجہ سے ان کو بالکل خدا تعالیٰ کے
برابر کھڑا کر دینا بے دینی اور گمراہی ہے۔ میں تو اس کی مثال کبھی کبھی درس والوں کو دیتا ہوں
کہ ولی اللہ کا معنی ہے خدا کا دوست یہ تو بہت بڑا نام ہے قرآن کریم میں تو ایک اونٹنی کا ذکر
آیا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کے زمانے میں حضرت کے جنوزے کے طور پر ایک اونٹنی
پیرا ہو گئی تھی تو قرآن اس کا ذکر کرتا ہے ”هَذِهِ نَافِثَةُ اللَّهِ“ یہ اللہ کی اونٹنی ہے ”وَلَا
تَمْسُوهَا سَوْءٌ“ اسے تکلیف مت پہنچاؤ ”فَبَاغَضَكُم عَذَابٌ قَرِيبٌ“ (سورہ ہود آیت
۶۴) ورنہ دردناک عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ آپ ولی اللہ کی بات کرتے ہیں قرآن
میں تو اللہ کی اونٹنی کا ذکر ایسا و الہانہ ہو رہا ہے۔

انبیاء کا معاملہ قطعی اور یقینی ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ آئینہ کے سامنے ایک
آدمی کھڑا ہے واقعی آدمی ہے اور ولی کی مثال ایسی ہے جیسے آئینہ میں اس کا عکس نظر آتا ہے
بس یہی فرق ہے نبی اور ولی میں، دونوں انسان ہوتے ہیں دونوں بشر ہوتے ہیں دونوں
کھاتے پیتے ہیں۔ نبی کے پاس جو علم آتا ہے وہ قطعی اور یقینی ہوتا ہے وحی کا علم ہوتا ہے اور
ولی کے پاس جو علم آتا ہے وہ ظنی اور خیالی ہوتا ہے اس لئے اولیاء ہمیشہ بلند اعمال میں
مشغول رہتے ہیں کہ ہمارا دل صاف ستھرا رہے اور اس میں داغ دھبہ نہ لگے کیونکہ آئینہ

جب میلہ ہوتا ہے تو آدمی کا چہرہ اس میں نظر نہیں آتا جب اسے صاف کر دیں گے تو سب
کچھ نظر آئے گا ولی کا قلب بخلی اور مصفی ہوتا ہے اور اس میں خداوند تعالیٰ کے خزائن غیب
سے نیک اثرات اور نیک خیالات صادر ہوتے رہتے ہیں۔

دل کی غذا اللہ کے ذکر میں ہے

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ ”ان للقلوب صدأ كصدأ النحاس“ یہ
انسانوں کے دل بھی زنگ پکڑتے ہیں ”و جلا نسا المستغفرا“ اور یہ روشن ہوتے ہیں
استغفار سے (شعب الایمان ج ۱ ص ۴۴۱)۔ دل ایک اندرونی کیفیت کا نام ہے، اللہ تعالیٰ
نے جسم انسانی میں ایک گوشت کا ٹکڑا پیدا کیا ہے اور پورے جسم کو اس کے ماتحت بنایا ہے دل
ایک حقیقت ہے صرف کیف نہیں ہے حدیث میں ارشاد فرمایا ”فی الانسان مضغۃ“ جسم
انسانی میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ آگے فرمایا ”اذ صلیحت صلیح لہ سائر جسده“
جب وہ ٹھیک رہتا ہے ہر تو سارا نظام اور جسم ٹھیک چلتا ہے ”واذا سقم سقم لہ
سائر جسده“ اور اگر اس میں فساد پیدا ہو جائے تو سارا جسم شراب ہو جاتا ہے ”وہی
القلب“ وہ دل ہی ہے (شعب الایمان ج ۱ ص ۴۷۵)۔ دل بھی ایک اندرونی حصہ
جسم ہے اور لا الہ الا اللہ کے بھی دو حصے ہیں ایک عقیدہ جو باطنی کیفیت راخ کا نام ہے اور
دوسرا ظاہری اس کا اعتراف و اقرار ہے۔ جب لا الہ الا اللہ عقیدت کے ساتھ پڑھا جائے تو
دل کا زنگ اتر جائے گا اور انسان کی زندگی نورانی کیفیات سے منور ہو جائے گی اور اگر لا الہ
الا اللہ زبان پر ہو اور دل میں اس کی عزت و احترام نہ ہو تو پھر

برزبان تسبیح و در دل گھاؤ شر

این چنین تسبیح کجا مانند اثر

آپ اللہ کی تسبیح پڑھتے ہیں اور دل میں اس کے برعکس خیالات ہیں، اس قسم کی تسبیح اور ذکر کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

شیخ المشائخ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

اس لیے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ المشائخ احمد السادات الاولیاء صاحب الکشف والکرمات التواترہ اور ان جیسے بہت سے اولیاء ذکر و اذکار پر زیادہ توجہ فرماتے ہیں۔ آپ لوگوں کو پیران پیر کا حال سنانا ہوں تاکہ آپ کو بھی پتہ چل جائے کہ پیر آخر کہتے کسے ہیں۔ آپ لوگوں نے تو آج کل کے ٹھگ پیروں کو دیکھ کر یہی سمجھ لیا ہے کہ پیر ایسے ہوتے ہیں۔ حضرت والا کے حالات میں اتنا کہی نے ”انجوم الظاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ“ میں لکھا ہے کہ ”کسان عالماً عاملاً قطب الوجود“ مجتہد درجہ کے عالم تھے اور زمانے کے قطب تھے۔ آگے لکھتے ہیں

”کسان امام اہل الطریقۃ قبلوۃ المشائخ فی زمانہ بلا مدافعة کان من جمیع بین العلم والعمل، الفنی و درس و وعظ و کان محقق صاحب اللسان فی التحقیق“ (انجوم الظاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ جلد ۳ جز ۶ ص ۷۷)

حضرت والا اس زمانے کے امام تھے اور سب کے بڑے۔ تھے وہ مفتی بھی تھے و عطا بھی فرماتے تھے اور اعلیٰ درجہ کے مدرس بھی تھے اور اس زمانے کے محقق عالم تھے اور ہر فن کے امام تھے۔ پیران پیر آج کل کے ملگوں کی طرح نہیں تھے جو کنز امین اور افانکین آج

کل پھر رہے ہیں اور اس زمانے کے دوکاندار اور تاجر ٹھگ پیروں کی طرح نہیں تھے۔ وہ تو خالص و مخلص عالم دین تھے اور اعلیٰ درجہ کے فقیہ اور محدث تھے اور موجدین کے سر تاج و سرخیل تھے۔ ۱۱۵۰ھ میں غزنی کے راستے میں ایک جگہ بے گیان وہاں حضرت کی پیدائش ہوئی اور ۱۱۵۵ھ میں فوت ہوئے ہیں ٹھیک ۹۰ سال کی عمر میں حضرت کی ۲۸ اولادیں ہوئی ہیں ان میں سے ۲۴ حضرت کی وفات کے وقت موجود تھے اور ۲۴ حضرت کی زندگی میں فوت ہوئے۔ حضرت کے ۱۲ بیٹے حضرت کے سامنے ہی شہرہ آفاق محدثین تھے شیخ عبدالوہاب اور شیخ عبدالرزاق اور شیخ عبدالوسع وغیرہ۔ جب یہ سب حضرت کے ساتھ بیٹھتے ہوتے تھے تو حضرت میں اور ان کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔ بادشاہ وقت بڑے درجہ کا متعصب قسم کارا نسی تھا اور فوج کے تمام جنرل رانسی تھے اور وہ دن رات اس کوشش میں رہتے تھے کہ اہل سنت کو تہ تیغ کر دیں لیکن پیران پیران کے مقابلے میں اکیلے ڈھال جٹے ہوئے تھے اسی لئے حضرت کے حالات میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ ”کسان بخلاف منہ الملوک“ بادشاہان زمانہ بھی حضرت سے ڈرتے تھے۔

اہل سنت اور اہل روافض کے درمیان مشہور مناظرہ

۱۱۴۲ھ میں جر جان میں ایک مناظرہ طے ہوا اہل سنت اور روافض کے درمیان اس میں بادشاہ اور تمام فوجی جنرل خود موجود تھے اور سب کے سب روافض کی طرف تھے اور اہل سنت کی طرف سے صرف پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی اکیلے تھے لیکن علماء لکھتے ہیں کہ پیران پیر کے میدان میں آنے کے بعد بادشاہ کے رنگ میں سیاہی پھیل گئی اور اس پر خوف

طاری ہو گیا۔ عبدالرحمن بن ابوزئی مناظرہ کے حکم مقرر کردئے گئے۔ مناظرہ اس بات پر تھا کہ صحابہ میں افضل کون ہے۔ تفصیل سے پہلے ایک بات یاد رکھیں کہ یہ مسائل جنگڑے کے نہیں ہیں لیکن جاہل لوگ ان کو بڑھا دیتے ہیں اور بادشاہ اور سلاطین جب شرارت کرنے پر اتر آئیں تو چھوٹا مسئلہ بھی بڑا ہو جاتا ہے۔ اہلسنت والجماعت میں یہ متفق مسئلہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بعد الانبیاء کائنات میں سب سے افضل ہیں۔ ابوبکر اور عمر آیاتان من آیات اللہ ہیں بقرآن کریم کی آیتوں کی طرح بڑے اور معتبر سمجھے جاتے ہیں اور اس سلسلے میں ایک نہیں بے شمار احادیث ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عذیفہ کی روایت بھی بخاری میں آئی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی ابوبکر اور عمر سے بڑا کسی کو نہیں سمجھا جاتا تھا اور روایات میں ہے کہ حضرت ﷺ جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو آپ کی خواہش ہوتی تھی کہ دائیں بائیں ایک طرف ابوبکر ہوں اور ایک طرف عمر ہوں۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم ان کی جگہ خالی رکھتے تھے۔

میں نے عمر سے پر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس پر بھی ذرا غور کریں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ میں سے صرف دو صحابہ حضرت ﷺ کے پہلو میں موجود ہیں۔ دنیا میں انسان کی عزت و ناموس بیوی بچی سمجھی جاتی ہے لیکن حضرت کی تمام ازواج مطہرات کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی ہے۔ آنحضرت ﷺ دین کی عزت و ناموس ابوبکر و عمر کو سمجھتے تھے اور آپ ﷺ بغیر استنبوت سمجھ گئے تھے کہ اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے لوگ انہی کو کچھ کہیں گے تو ان کو اپنے پہلو ہی میں لیتا ہوں تاکہ امت کو سمجھانا آسان ہو جائے اور یہ بات بعد حضرت ﷺ کے اشارات سے ہوا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیر ان تخرین

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور انہیں غسل دیا جا رہا تھا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص اچانک دما ئیں کرنا ہوا آیا کہ اللہ تعالیٰ عمر کا مقام بلند فرمائے جب بھی سنا تو حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) یہی فرماتے تھے ”سکت و ابوبکر و عمر“ ”فعلت و ابوبکر و عمر“ یہ بات میں بھی کہتا ہوں اور ابوبکر اور عمر کی بھی یہی بات ہے ”انطلقت انا و ابوبکر و عمر“ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاں ہم حضرت عمر کو غسل دے رہے تھے وہاں ایک شخص یہ کلمات کہہ رہا تھا کہ واقعی آپ حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بہت عزیز تھے اور حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہت قریب تھے فرمایا کہ جب میں نے مڑ کر دیکھا تو ”فاذا علسی بن ابی طالب“ (بخاری ج ۱ ص ۵۱۹، ۵۲۰ مسلم ج ۲ ص ۶۷۴) تو وہ حضرت علی فرما رہے تھے۔ اسی طرح شیعوں کی معتبر کتاب ”منہج البلاغہ“ جو ان کے یہاں بخاری شریف کے برابر سمجھی جاتی ہے اس کی پہلی جلد کے آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ ہے جو سب سے معیاری خطبہ سمجھا جاتا ہے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے خطبہ میں کہا ہے ”اللہ بلاد عمر“ ملک تو سارے عمر کے ہیں انہوں نے فتح کئے ہیں ”فانہ اقام المسنة“ انہوں نے سنت نبوی کو ہر جگہ نافذ کیا ہے ”وقمیع البهدة“ اور بدعت کی جڑیں کاٹی ہیں ”وماتوک بعد خیر منہ“ اس کے بعد اس جیسا بہتر انسان کوئی نہیں ہے اور دوسری جلد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کام خط ہے جب ان سے اختلاف ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی

اللہ عنہ کو کہا کہ اختلاف مت کرو اور مجھے مان لو مجھے انہی لوگوں نے غیبتہ بنایا ہے جنہوں نے ابوبکر اور عمر کو غیبتہ بنایا تھا جب وہاں کوئی اختلاف کرنے والا نہیں تھا تو آج بھی کوئی نہیں ہوا چاہیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسا سمجھتے ہیں جیسے قرآن کریم کی دو آیتیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے بارے میں فتیح اور نامناسب بات سنی ہی نہیں جاسکتی اور یہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہونا چاہیے یا درکنہ اگر صحابہ پہ پختہ ایمان نہ ہو تو پھر نبی پر بھی ایمان پختہ نہیں رہتا۔

مناظرہ کا فیصلہ

تو مناظرہ میں جب فیصلے کا وقت آیا تو وہاں فیصلہ کرنے کے لئے بادشاہ نے حضرت عبدالرحمن ابن ابوجری کو طلب کیا تھا کیونکہ اس زمانے میں ان سے بڑا عالم روئے زمین پر کوئی نہیں تھا۔ حضرت والا ایک ہزار کتابوں کے مصنف تھے جن میں چودہ (۱۴) تو صرف قرآن کریم کی تفسیر ہیں۔ سب سے چھوٹی تفسیر نو (۹) جلدوں میں ہے اور سب سے بڑی تفسیر ۱۸۰ جلدوں میں۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے میں فیصلہ کروں گا لیکن میری دو شرطیں ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ اہل سنت ایک طرف ہو اور روافض دوسری طرف اور درمیان میں فوجیں کھڑی ہو جائیں تاکہ فساد نہ ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ فیصلہ سنانے کے بعد میں سیدھا گھر جاؤں گا میرا راستہ نہ روکا جائے اور نہ ہی مجھ سے کچھ پوچھا جائے گا۔ بادشاہ نے شرائط تسلیم کر لیں اور فریقوں کو بھی

منوائیں۔ اب مناظرہ کا حال یہ ہے کہ دونوں فریقوں کے ہاتھوں میں تلواریں ہیں اور فساد کے لئے تیار ہیں کہ اگر ابوبکر کو کچھ کہا تو ہم خون بہا دیں گے اور روافض تیار تھے کہ اگر علی کو کچھ کہا تو یہ قتل و غارتگری کریں گے۔

عبدالرحمن ابن جوری نے فیصلہ سنایا

”افضل العالمین بعد النبیین من کانت ابنہ تحتہ“

کائنات کا افضل ترین انسان پیغمبروں کے بعد وہ شخص ہے جس کی بیٹی اس کے پاس ہے۔ اہل سنت اس بات پر خوش ہو گئے کہ ابوبکر کی بیٹی حضرت ۱؎ کے پاس ہے اور شیعہ خوش ہو گئے اس لئے کہ حضرت ۱؎ کی بیٹی علی کے پاس ہے۔

فیصلہ سنا کر ابن ابوجری سیدھا گھر روانہ ہو گئے اور دونوں فریق بھی روانہ ہو گئے۔ تین دن گزرنے کے بعد بادشاہ نے پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی سے پوچھا کہ ابن ابوجری نے فیصلہ کیسا کیا ہے تو حضرت نے کہا کہ بہت اعلیٰ فیصلہ کیا ہے بادشاہ نے کہا کس طرح اعلیٰ ہے پتہ ہی نہیں چل رہا دونوں فریق خوش ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ خون روکنے کے لئے اس وقت اس سے بہتر اقدام نہیں تھا اور فرمایا کہ فیصلہ حضرت ابوبکر کے حق میں ہوا ہے اور جاؤ پوچھ کے آؤ۔ بادشاہ اپنے جرنیل کے ساتھ حضرت ابن ابوجری کے گھر گئے اور فرمایا کہ حضرت یہ جس کی بیٹی اس کے پاس ہے بات کچھ سمجھ نہیں آئی تو ابن ابوجری نے فرمایا کہ مجھ سے سوال کیا ہوا تھا تو بادشاہ نے کہا کہ ”افضل کون ہے؟“ تو حضرت نے فرمایا کہ ”من کانت ابنہ تحتہ“ میں ”من“ جو ہے وہ افضل کے قائم مقام ہے اور حضرت نے فرمایا کہ ”بسنہ“ کی ضمیر کیا راجع ہوگی تو کہا کہ اسی کی طرف تو حضرت نے فرمایا کہ کس

کی بنی حضرت ﷺ کے نکاح میں تھی تو بادشاہ نے سر پکڑ لیا حضرت نے فرمایا کہ ابو بکر کی بنی حضرت ﷺ کے نکاح میں تھی اور فضیلت ابو بکر کی ہے۔ روافض تو عربی ہی نہیں جانتے جاہل ہیں اور باتیں کیا جائیں گے۔ میں نے یہ واقعہ درمیان میں ایسے ہی تعلقاً سنایا بتانا یہ چاہتا ہوں کہ پیران پیر آج کل کے ٹھگ پیروں کی طرح نہیں تھے پیران پیر تو اسلام کے فخر اور ناموس کے معیار پر فائز تھے۔

یہ لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ ”آپ پیروں کو نہیں مانتے“ تو میں ان سے کہتا ہوں کہ ”آپ پیروں کو نہیں جانتے“ مجھ سے زیادہ پیروں کو ماننے والا دنیا میں اور کون ہے۔ ماننا اس کو نہیں کہتے کہ ان کے نام پر اپنی دوکانداری چلاؤ ماننا اسے کہتے ہیں کہ ان کے کئے ہوئے کاموں کو آگے بڑھاؤ۔ وہ تو ایسے پیر تھے کہ رفتی دنیا تک ان کی تعلیمات قائم رہیں گی۔ ان پیروں نے تو صرف اور صرف توحید کا درس دیا تھا کسی کی مجال نہیں تھی کہ ان کے زمانے میں ان کے سامنے کوئی شرک یا بدعت کرے اور آج کل کے پیروں کے پاس سوائے بدعتوں سلوں کے اور کچھ نہیں ہے ان کا سارا کام بدعات اور جعل سازیوں سے چلتا ہے۔

یاد رکھیں انسانی زندگی میں سب سے اہم چیز عقیدہ ہے، تمام امور اس کے بعد ترتیب دئے جاتے ہیں۔ انبیاء کرام نے مسلمانوں کے عقیدہ کو پختہ کرنے کی ہمیشہ جدوجہد فرمائی ہے۔ عقیدہ ایمان کو کہتے ہیں اور ایمان میں ایک دارغ اور دھبہ بھی برداشت نہیں ہے۔ اس لئے انبیاء کرام کے عقائد اور ان کا ایمان اور اعمال سب اللہ تعالیٰ کی وحی اور نظر الوہیت میں ہوتے ہیں آئی لئے انبیاء کرام خود معصوم عن المعاصی والخطیئات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”انک فی اعینینا ووحینا“ آپ ہماری نگاہ اور وحی کے سامنے ہیں اور

ہماری نگرانی میں ہیں۔

جیسے میں نے شروع میں کہا تھا کہ تین چیزیں اصل الاصل ہیں اور پھر ان کا ویشیں انہی تین چیزوں کو سدھارنے کے لئے ہوتی ہیں
(۱) عقائد (۲) اعمال (۳) عادات

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بہادر کی کا ایک واقعہ

عقائد میں جب خرابی آتی تو جنوں کی پوجا شروع ہوگئی۔ جناب نبی کریم ﷺ کو اطلاع ملی کہ ایک بت ایسا ہے کہ اس سے آوازیں آتی ہیں اور جو اس کو نہ مانے وہ اس کو ثورا اسی وقت ہلا کر رکھ کر دیتا ہے اس کے مجاور اسے ”عزنی“ کہتے تھے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کی طرف دیکھا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اٹھو اور اسے توڑ کر آؤ اتنی خطرناک بات سننے کے بعد بھی کوئی صحابی اس بات سے ڈرا نہیں کیونکہ حضرت ﷺ نے ان کے ایمان کی تربیت ہی ایسی کی تھی اور اسے منبوط بنایا تھا۔ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو وہاں دنیا جمع تھی اس کے پجاری اور مجاور سب جمع تھے۔ وہ بت ایک جنگل کی شکل میں تھا اوپر اس کا سر نکلا ہوا تھا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نیچے سے اسے مارا تو کہتے ہیں کہ اس میں سے خاتون کے شکل کی ایک صورت نکلی اس کے بڑے بڑے بال تھے ناخن تھے ڈرانے کے لئے منہ میں جھاگ لے آئی اور شرکین چاروں طرف کھڑے ہو گئے اور نعرے لگانا شروع کر دیے کہ بس یہی وقت ہے کہ آپ اپنا زور دکھائیں اور سب کو بتائیں کہ آپ ہی خدا ہیں۔ حدیث میں ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دیکھا اور پھر بت کی طرف دیکھا اور آنکھیں بند کر کے پھر اس کے اوپر حملہ آور ہو گئے۔ اس دفعہ

وہاں صرف بدبودار پانی رہ گیا اور کوئی چیز باقی نہ رہی۔ اس طرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کا خاتمہ کیا۔

آج لوگ اپنے گھر میں بیوی اور رشتہ داروں کو نہیں کہہ سکتے کہ شرک و بدعت کے کام مت کرو پیغمبر کے صحابہ کو دیکھیں لاکھوں مشرکین کے درمیان میں ان کے معبود اور معبود کو تمہیں نہس کر کے رکھ دیا۔ حضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور پورا واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم پیغمبر اسی کام کے لئے دنیا میں بھیجے گئے ہیں کہ شرک کے اڈے ویران کر دیں اور حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ عزائی تھی۔

(دیکھیں سورہ نجم آیت نمبر ۱۹ کے ذیل میں تفسیر ابن کثیر اور تفسیر روح المعانی)

پیغمبر اس لئے طاقت اور توانائی کے ساتھ ایمان بنانے کے لئے مبعوث فرمائے گئے۔ ہزار ہا بیویوں کے باوجود آج کی عرب قوم جیسی توحید دنیا میں کسی کی نہیں ہے آپ خود سوچیں کہ اگر ان کو درگاہیں پوجنا ہوتیں تو وہاں پر قدم قدم پر درگاہیں ہوتیں کیونکہ وہاں تمام صحابہ کے اثار موجود ہیں ان کے گھر ہیں ان کی مساجد ہیں۔ صحابہ سے بڑھ کر دنیا میں اولیاء اور کون ہو سکتا ہے، لیکن وہاں معاملہ بالکل صاف ستھرا ہے۔ اگر کوئی درگاہ ہے کوئی مزار ہے جو خدا کی رحمتوں کا مرجع اور مرکز ہے تو وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر ہے اور وہ اتنی پاک جگہ ہے کہ آپ نے اعلان کیا بخاری میں ہے

”ما بین بیتي ومنبري روضة من رياض الجنة ومنبري على حوضي“

(بخاری ج ۱ ص ۲۵۳)

میرے گھر اور منبر کے درمیان یہ جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے۔ وفاء

الوفاء میں امام سمعونؒ لکھتے ہیں ”ہمنا حصل علی الحقیقة“ یہ حقیق بات ہے اس میں کوئی توجہ کی ضرورت نہیں ہے اس لئے چاروں آنحضرتؐ کی تشریح موجود ہے

”بقعة ينسبها جسد رسول الله صلى الله عليه وسلم الفضل من

المسوات والارضين بل من اللوح والعرش والكروسي“

روئے زمین کا وہ ٹکڑا جو حضرت ﷺ کے جسد اطہر کو چھو رہا ہے وہ کل کائنات سے افضل ہے آسمان و زمین کی ہر مخلوق سے افضل ہے یہی بات حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم نے بھی کہی ہے۔ لیکن اللہ کا کتاب بڑا افضل اور کرم ہے کہ بڑے سے بڑا بدعتی بھی وہاں جا کر بالکل سیدھا ہو جاتا ہے، سرکاری فوج اور علماء ہر وقت تیار کھڑے رہتے ہیں کوئی بھی غلط کام یہاں نہ ہو۔ لوگوں کی آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں اور عقل ختم ہو چکی ہے۔ نوے اور سو سال کا مشرک بدعتی قبر پر سر جھٹنے والا ابھی وہاں جا کر سیدھا ہو جاتا ہے۔ یاد رکھیں یہ اصول دین ہے کہ کہیں اور سجدہ کرنا اور اللہ کے سوا کسی اور سے مانگنا یہ کفر ہے۔

مجھ سے بجز خدا کے کسی کے حضور میں

اپنا سر نیاز جھکایا نہ جائے گا

عقائد کے بعد اہم مرحلہ اعمال کا ہے

جب عقیدہ مضبوط ہو تو دوسرا نمبر آتا ہے اعمال کا، ختم جب اعلیٰ ہو تو بہترین درخت نکلتا ہے۔ جب آپ دور کھات نماز پڑھتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں تو فرش تا عرش سارے حجابات اٹھ جاتے ہیں کیونکہ ختم صحیح ہے اور اگر اللہ اکبر کہتے وقت آپ نے کسی اور کا خیال کیا ہے، کسی اور کو شکل کشا اور حاجت روا سمجھا ہے اور کسی نیاز کا خیال کیا ہے تو یہ

آپ نے اپنے دل کے آستانے میں کیکر کا بیج ڈالا ہے اس سے صرف کانٹے نکلیں گے جس سے آپ کا جسم چھلنی ہو جائے گا۔ آپ کب میں حاضر ہو گئے تو بھی کوئی مزہ نہیں آئے گا کیونکہ ایمان نہیں ہے۔ مومن کا سب سے پہلا اور اہم مرحلہ توحید کا ہے اور یہ انبیاء کرام کی بعثت کا اولین مقصد تھا۔ عقیدہ توحید مستحکم ہونے کے بعد محاسن اعمال شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر ہر عمل میں اتنی پابند رہنا ہے کہ مجھے اپنے نبی کا کہیں بھی خلاف نہیں کرنا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسرتشریف لے گئے کورز نے دعوت کی تھی مسرتشریف کے شاہنشاہ تشریف فرما تھے اول تو مصری بچے حضرت عمر سے چٹ گئے کیونکہ وہ جگہ جگہ لپک رہے تھے۔ کورز کو بہت برا لگا لیکن ان کو کون کیا کہہ سکتا تھا۔ جب دربار میں داخل ہو رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے تم سے تمبیوں کی بو آ رہی ہے۔ کھانا بیچ گیا تو کھانے کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اتفاقاً ایک نوالہ دسترخوان پر گر گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے اٹھانے لگے تو کورز نے آہستہ سے کہا کہ ”ان الاعاجم یعبونہ“ یعنی لوگ اس بات کا پسند نہیں کرتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نوالہ لیکر دسترخوان پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ لقمہ جب گر جائے تو دوبارہ اٹھانا سنت ہے ”ہذہ سنت رسول اللہ ﷺ“ یہ تو حضرت ﷺ کی سنت ہے ”اترك سنت رسول الله ﷺ لا هنو لا الحسناء“ اپنے پیغمبر کی سنت میں ان بیوقوفوں کے لئے چھوڑوں۔

اس نادمے کو دیکھیں اور پھر آج کل کے دور کو دیکھیں، لوگ کہتے ہیں کہ میں داڑھی رکھنا چاہتا ہوں لیکن بیوی اجازت نہیں دیتی۔ اس سے پوچھو کہ داڑھی بیوی کی ہے یا رسول اللہ کی سنت ہے کچھ کہتے ہیں کہ افسر سے پوچھنا پڑے گا اس سے پوچھو کہ وہ تیرا افسر

ہے یا خدا ہے کچھ کہتے ہیں کہ تھوڑا رک جائیں کچھ دن بعد رکھ لوں گا۔ اس سے پوچھیں کہ آپ کا اپنی زندگی کا کیا پتہ ہے اگر کل سے پہلے پہلے مر گئے تو بغیر سنت کے قیامت کے دن نبی کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا۔ البحر المراق، ائہر الفائق، فتح القدر تمام معجزات میں ہے کہ جس نے سنت کو مکدہ قصد ترک کی ”لن تبدل شفاعتی“ حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس کی شفاعت نہیں کروں گا۔ ہمیں تو آپ کی شفاعت کی فکر ہے اس لئے ناراض ہوتے ہیں۔ خود سوچیں کہ ایک گرا ہوا نوالہ کھانا سنت ہے اور اس کے خلاف کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برداشت نہیں کیا کہ لوگوں کے لحاظ میں ایک سنت ترک ہو جائے اور آج ہم اور آپ دیکھتے ہیں کہ جتنی بے دردی سے سنت پر چھریاں چلائی جاتی ہیں اس طرح تو پھل اور سبزی بھی نہیں کاٹی جاتی سب نے سنت کا مذاق بنایا ہوا ہے اور اس میں عوام کے ساتھ ساتھ ہمارے خطباء بھی برابر کے شریک ہیں کیونکہ انہیں تقریر میں صرف اپنا وقت پورا کرنا ہوتا ہے۔ کسی بھی مقرر کا آپ مؤاخذہ کر لیں اور دریافت کریں کہ اس نے جمعہ میں کن کن مسائل کو بیان کیا ہے آپ کو حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔ خطیب منبر پر بیٹھ جاتے ہیں موسیٰ اور خضر کا واقعہ شروع ہوتا ہے اور ختم بھی ہو جاتا ہے اور کسی بھی سننے والے کو نہیں پتہ چلتا کہ واقعہ کا مقصد کیا تھا، اس سے کیا نتائج نکلے اور قرآن نے اس واقعہ کو کیوں بیان کیا ہے۔ یاد رکھیں جو سنت کو مہیب سمجھتے ہیں وہ پرلے درجے کے بیوقوف ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب عقیدہ منبوط ہوتا ہے تو عمل خود بخود دکھ جاتا ہے اور سنت کا اجتماع تو کہتے ہی اس کو ہیں کہ اس کا نفاذ ہر جگہ ہو دیکھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شاہی دسترخوان پر بھی خلاف ورزی برداشت نہیں کی اور کورز کو معزول کر دیا۔ اسی لئے جناب نبی

Settings\Muneeb\Desktop\Ahsan Khutbat
headings\ayat 2.tif not found.

کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ عمر دین کے معاملہ میں بہت سخت ہے۔

عمل جب مستحکم ہو جائے اور اس میں سنت کا اہتمام آجائے تو پھر نادات کی اصلاح بہت آسان ہو جاتی ہے۔ نادات کی تمام تعلیم سنت میں موجود ہے جب عمل میں سنت آجائے گی تو نادات اپنے آپ درست ہو جائیں گی۔

حفاظد جب پختہ ہوں اور ان میں توحید کی پھر مار ہو تو اعمال میں نکھار آ جاتا ہے اور اعمال کو سنت کے مطابق ڈھالنا بھی آسان ہو جاتا ہے اور جب اعمال انسان کے کنٹرول میں آجائیں تو نادات کی اصلاح خود بخود ہو جاتی ہے کیونکہ نادات تو اعمال کے تابع ہوتی ہیں۔ جب ایک چیز انسان کے عمل میں ہوگی اور وہ اس پر مداومت اختیار کرے گا تو وہی چیز پھر انسان کی عادت میں بھی شامل ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو عتیدہ توحید پر پختہ فرمائے اور اپنے پیغمبر ﷺ کی سنت اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

والآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

dings\Muneeb\Desktop\Ahs.
Khutbat headings\10.tif not
found.

الحمد لله حمده نستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ
بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل الله
فلا هادي له واشهدان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ونبينا
محمد عبده ورسوله ارسله الله تعالى الى كافة الخلق بين يدي الساعة
بشيرا ونذيرا وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا صلى الله تعالى عليه وآله
واصحابه وبارك وسلم اما بعد

فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم
أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا
وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ لَيْسَ الْبَشَرُ فِي السَّحَابِ الْمُنِيَّةِ ۝ فِي الْآخِرَةِ ط لَا تَبْدِيلَ
لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ط ذَلِكَ هُوَ الْقَوْلُ الْعَظِيمُ ۝ وَلَا يَحْزَنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ
جَمِيعًا ط هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (سورة يس آیت ۶۵-۶۶)

وقال النبی ﷺ ”لو كان جريح فقيها لا جاب أمه“ (الدر المنثور
للسيوطي ص ۱۳۶)

مدعی گو پرو و نکته به حافظ مه فروش

كلك معاني ز زبانی و بیانی دارد

بنمائی بصاحب نظر گوهر خود را

عیسیٰ نتوان گشت بتصدیق خرے چند

اللهم صل على محمد و على آل محمد كما صليت على ابراهيم و على آل

ابراهيم انك حميد مجيد

اللهم بارك على محمد و على آل محمد كما باركت على ابراهيم و على آل

ابراهيم انك حميد مجيد

قابل قدر بزرگو! محترم بھائیو! اور دوستو! رنج الاول کامیاب پورا ہو چکا ہے اور
رنج الثانی شروع ہو چکا ہے۔ رنج الاول میں جناب نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ کی
حیات جاوداں سے متعلق ضروری اعتقادی اور عملی بیانات ہو چکے ہیں کیونکہ عقیدے اور عمل
پر بہتہ رہنا یہی اصل ایمان ہے۔ دونوں چیزوں کی تربیت اللہ نے انبیاء علیہم السلام کے
ذریعے کروائی ہے جناب نبی کریم ﷺ امت کے عقائد و اعمال مستحکم اور مستحسن کر کے دنیا
سے تشریف لے گئے۔

عقیدے میں توحید اور اعمال میں سنت مؤمن کی اصل نشانی ہے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اور پورے جہان کے لوگوں میں یہ ایک
واضح فرق ہے کہ ان کا عقیدہ اور عمل انتہائی مستحکم تھا دنیا کی چیزیں اسباب و ذرائع اور
وسائل ہوں یا نہ ہوں۔ سب سے بڑی دولت جو مؤمن کو اللہ بزرگ و برتر کے یہاں سے

عطا ہوتی ہے وہ استحکام ایمان ہے اور استحسان اسلام ہے۔ اس کو تو حید و سنت کہتے ہیں اور اس کے کاربند مسلمانوں کو اہلسنت والجماعت کہتے ہیں، اس کے خلاف جہاں عقیدہ میں کمزوری آتی ہے تو شرک پیدا ہوتا ہے اور جہاں سنت کے نظریے میں اور عمل میں فروگزاشت واقع ہوتی ہے وہاں بدعتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

رنج الاول میں جہاں سیرت طیبہ کے بیان مسلمان سنتے ہیں اور پورے سال اس کے مطابق اپنی زندگیاں گزارتے ہیں وہاں ایک فریق ایسا بھی ہے جن کا تمام تر کارخانہ محدثات اور خالص شرک و بدعت پر قائم ہے، مسلمانوں پر فرض ہے کہ جیسے حلال و حرام کے درمیان تمیز کرنی ہے، دودھ اور موت میں فرق کرنا ہے اسی طرح تو حید کے عقیدہ میں اور شرک کے نظریے میں امتیاز کرنا اور ان کی سرحدات کی حفاظت کرنا، پیغمبر ﷺ کی سنن مقدسہ جو روح و اعمال کی پرورش اور غذا کا عظیم سرمایہ ہے اسے اپنانا اور اس کے خلاف یا بدعات اور محدثات سے یکسر اجتناب کرنا واجبات میں سے ہے۔

رنج الثانی میں بھی ان کی بدعات چلتی رہتی ہیں اور یہ لوگ اپنے خیال اور وہم سے بعض بزرگان دین اور اولیاء اللہ کی برسیاں مناتے ہیں اور ان سے بڑی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ اول تو یہ واقعات اور انسا نے تمام بے بنیاد ہوتے ہیں اور پھر اس پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھتے ہیں۔

خسست اول چوں نہد معدنار کج

تا ثریا می رود دیوار کج

فارسی والے کہتے ہیں کہ جب غارت کی بنیاد میں ہی اینٹ نالا رکھی گئی ہے تو دیوار

اور تک میز ہی جائے گی۔

پیغمبر کی جمیع تعلیمات پر ایمان لانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلی جماعت جو مصطفوی جماعت ہے اور محبوبی جماعت ہے وہ انبیاء علیہم السلام کی ہے دونوں جہاں کی عزت سب سے زیادہ ان کو عطا فرمائی۔ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جمیع انبیاء، جمیع ملائک سے افضل ہیں اور پھر جمیع ملائک جمیع مومنین سے افضل ہیں لیکن خواص مسلمین عموم ملائک سے بھی افضل ہیں جیسے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، عشرہ مبشرہ اور بدرین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ نام ملائک سے افضل ترین ہیں اور صحابہ کے بعد جو حضرات ہیں یعنی جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل کی دولت عطا فرمائی ہے خواہ وہ تابعین ہیں یا اتباع تابعین ہیں، حضرات فقہاء کرام ہیں، مجتہدین یا مفسرین و محدثین ہیں یا قیامت تک آنے والے ان کے مقلدین اور قیامین ہیں یہ سب کے سب اللہ کے دوست ہیں اور نیک بندے ہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "اللہ والی المؤمنین اصحاب" اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے دوست ہیں۔ امام الامام الامام الاکظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے شرح عقیدہ طحاویہ میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ "المؤمنون کلہم اولیاء المؤمنین" (العقیدۃ الطحاویہ ص ۱۰۰ قدیمی) مومن اللہ کی دوستی میں پکا ہوتا ہے اور کفار اور شرکین اللہ کا بدترین دشمن ہے، کو یہ ولایت کی اساس اور بنیاد ایمان سے شروع ہوتی ہے۔ بخدا اور اللہ تعالیٰ کی دوستی میں جب بندہ داخل ہوتا ہے تو ایمان کے ذریعے سے ہی ہوتا ہے۔ ایمان کل کائنات کا

ایک جیسا ہوتا ہے مثلاً پیغمبر کا جن چیزوں پر ایمان ضروری ہے ایک امتی کو بھی ان ہی چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ”امن المؤمنون بسما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون“ (سورہ بقرہ آیت ۲۸۵ کا حصہ) رسول اللہ ﷺ کا بھی اس پر ایمان ہے کہ جو کچھ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے وہ برحق ہے اور تمام مسلمانوں کا بھی یہی ایمان ہے۔

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معیارِ حق و ایمان ہیں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جن چیزوں پر ایمان ہے بعد میں آنے والے لوگ بھی پابند ہیں کہ وہ ان چیزوں پر ایمان لائیں۔ ایمانیات میں اتحاد ہوتا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کو ایمان کی دعوت دی ہے اور حضرات صحابہ کرام کو ان کے لئے معیار کے طور پر پیش کیا ہے ”امنوا اکموا امن الناس“ ایسا ایمان لاؤ جیسے یہ لوگ ایمان لائے ہیں۔ مفسرین کا اتفاق ہے کہ ”الناس“ میں الہامِ عہد کے لئے ہے اور مراد موجود فی الخارج مسلمان ہیں، اور وہ صحابہ تھے کوئی اور نہیں تھے، اس لئے قرآن نے کہا کہ صحابہ کی طرح ایمان لانا ہوگا اگر ان جیسا ایمان تم نہیں لاؤ گے تو نفاق پیدا ہوگا، معلوم ہوا کہ ایمان کا معیار صحابہ ہیں اور کل کائنات کو پابند فرمایا ہے کہ ان جیسا ایمان لے آئیں۔ اب دو صورتیں بنتی ہیں ایک اطاعت کی اور دوسری مافرمانی کی۔ جہاں بھر کے مسلمان وہ مطیع ہیں اور صحابہ کرام کو اپنا مقتدا مانتے ہیں اور تن لوگوں نے صحابہ کے معیارِ حق ہونے میں، معیارِ ایمان و اعمال ہونے میں کچھ بھی کمی کی اور ذرہ برابر بھی شک کیا یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اگر کوئی ذرہ برابر اونچ نیچ کا

عقیدہ رکھتا تو یاد رکھنا کہ وہ شخص مؤمن نہیں مرا ہے کا فر مرا ہے۔ خداوند تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ صحابہ کے دشمنوں کو جنت نہیں جانے دیں گے، آپ خود اندازہ لگائیں کہ اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ فرمایا، ایمان خب مانوں گا جب ان جیسا ہوگا ورنہ ایمان کو قابل قبول ہی نہیں سمجھا گیا۔

ایمان کی دعوت میں اختلافی مسائل کے بیان سے پرہیز کریں

بظاہر تو ایک درجہ آگے ہونا چاہیے تھا کہ ایمان ایسا لے آؤ جیسے محمد رسول اللہ ﷺ کا ایمان ہے۔ مگر اس میں کچھ پیچیدگی تھی اس کے سمجھنے میں دیر لگ گئی تھی اور ایمان کی دعوت ہمیشہ صاف ستھری ہوتی ہے۔ آپ بھی جب ایمان پر کام کریں گے تو صاف نظریات میں کریں گے الجھتے ہوئے مسائل ایمانیات میں بیان کرنے سے علماء نے منع فرمایا ہے۔

اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو ایمان کی دعوت دی جائے تو اسے اس موقع پر تھریر کا مسئلہ بالکل نہ سمجھایا جائے یہ اندرونی مسائل ہیں جنہیں گھر کے اندر کے مسائل کہا جاتا ہے۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غیر مسلم کو اسلام قبول کرنے کے بعد یہ کہنا کہ اب آپ کا ختمہ بھی کیا جائے گا یہ حرام و گناہ کبیرہ ہے، اس لئے حضرت امام صاحب نے ختان الرجال کو مکروہ کہا ہے کہ بالغ کا ختمہ منع ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ختانِ سنت ہے اور پردہ فرض ہے اور سنت اور فرض کا جب تضاد آتا ہے تو فقہاء اس پر متفق ہیں کہ ترجیح فرض کو دی جائے گی۔ ایک مسئلہ یہ بھی فقہاء نے لکھا ہے کہ آدمی کو اگر سنت استنجا کرنا ہے لیکن جگہ ایسی ہے کہ نہیں کر سکتا تو فقہاء کہتے ہیں کہ ترک کر۔ کیونکہ

اسے جسم کو لوگوں کے سامنے کھولنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ وضو کر کے نماز پڑھ لے یہ نماز بغیر کراہت کے درست اور صحیح ہوگی۔

تو اسلامی تعلیمات جو دوسروں کو پیش کی جاتی ہیں وہ صاف اور ستھری ہونی چاہئے۔ آپ جب کسی کی کوئی دعوت کریں گے تو صاف ستھری چیزیں پیش کریں گے تاکہ آپ کے مہمان کو اس میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اس لئے اجلہ آئمہ نے یہ کہا ہے کہ جب بھی اسلام کی دعوت دیں تو صاف ستھرے اور احسن طریقے سے بات کریں۔ اسلامی عقائد سارے کے سارے صاف ستھرے ہیں کسی ایک عقیدے میں بھی کوئی ابہام نہیں ہے اور جتنے مسائل ایسے ہیں کہ وہ دلائل و تفاسیر کے محتاج ہیں تو لکھا ہے کہ ان کو علماء کے حوالے کریں، جب ایک آدمی مسلمان ہو جائے گا تو اس کے بعد خود اس کو یہ چہتو ہو جاتی ہے کہ اب مجھ پر اور کیا کیا باتیں لازم ہیں تو اب وہ سب چیزیں انہیں آہستہ آہستہ بتائی جائیں گی۔ اس لئے یہ دعوت نہیں دی گئی کہ تم ایمان ایسا لاؤ جیسا جناب نبی کریم ﷺ کا ایمان ہے کیونکہ یہ تو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کا ایمان وحی کا ایمان ہے، براہ راست ملائکہ کی آپ کے پاس آمد و رفت ہے، آسمان و زمین سب سواات و ارضیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھوں کے سامنے رکھے ہیں اور پھر آپ ﷺ پر معجزات اور اپنی خصوصی خیرتوں اور رحمتوں کے بارش برساتی ہے۔

صحابہ کرام، پیغمبر علیہ السلام کے علوم کے امین تھے

لیکن ایک جماعت ایسی ہے جنہوں نے پیغمبر ﷺ کے تمام علوم و اعمال کو ضبط کیا اور

وہ صحابہؓ کی جماعت ہے۔ ظاہر ہے کہ جب آپ کسی کو تھن میں کوئی پودہ دیں گے تو آپ ہی کے گھر کا کوئی پودہ ہوگا لیکن اس کا جو اصل بیج اور پودہ ہے وہ آپ ہی کے پاس محفوظ رہے گا۔ اس لئے اللہ رب العالمین نے ایک دوسرے مقام پر کہا کہ "فان امنوا بعملى ما امنم به" اگر یہ لوگ ایسا ایمان لے آئیں جیسا تم لاکچھے ہو (صحابہؓ) تو "فقد ائمنوا" یہ مگر اسی سے سچ جائیں گے اور ہدایت پائیں گے "وان تولوا فانا معہم فی شقاق" (سورہ بقرہ آیت ۱۳۷ کا حصہ) اگر انہوں نے اس میں کوئی لیت و لعل کیا یا منہ موڑا تو یاد رکھنا کہ یہ ایسے اختلاف میں پڑ جائیں گے کہ واپس نہیں آسکیں گے۔ شقاق عربی میں اس اختلاف کو کہتے ہیں جس سے دن بدن دشمنی کے شعلے اگستے ہوں، ایک اختلاف ایسا بھی ہوتا ہے کہ کُل تھا آج نہیں ہے ایک سال پہلے آپ کا اختلاف تھا اور اب بالکل گھل مل گئے اس کو شقاق نہیں کہتے ہیں، شقاق اس اختلاف کو کہتے ہیں کہ جس کے شعلے عداوت دن بدن تیز سے تیز تر ہوتے جاتے ہیں۔ اس سے ایک اور بات پتہ چلی کہ دشمنان صحابہؓ جو کہ روافض ہیں یہ کبھی بھی اہل ایمان کے صحیح دوست نہیں ہو سکتے کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ صحابہؓ پر اعتماد کرنے کی وجہ سے وہ ایسی دشمنی میں مبتلا ہیں اور ان پر ایسا اختلاف ڈال دیا گیا کہ اب وہ دن بدن پھیلتا جاتا ہے اب کبھی بھی ہمنے گا نہیں اور نہ یہ اس سے اتحاد کی طرف آسکیں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علوم و اعمال کو فقہاء کرام نے ضبط کیا ہے اور محدثین نے نقل کیا ہے۔ اس لئے صحابہؓ کی جماعت کے بعد فقہاء اور محدثین کی جماعت پر سب سے بڑا اعتماد ہوتا ہے۔ اسی طرح درجہ بدرجہ جس زمانے اور جس دور میں مسلمان زندگی بسر کرتے ہیں وہاں کے علماء، حق، فقہاء، ربانیین اور مفتیین متین پر اس لئے اعتماد کیا جاتا ہے کہ یہ سارا سلسلہ جڑا ہوا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ اختلاف

ایسی چیز ہے کہ جس کے نتیجے میں آدمی بڑوں کی احاطت سے بالکل محروم ہو جاتا ہے۔

دو جماعتیں! انبیاء کرام اور اولیاء کرام

اس لئے دو جماعتیں ہیں ایک انبیاء کی اور دوسری اولیاء کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سرخیل اور تاجدار جناب نبی کریم ﷺ ہیں اور کل کائنات کے اولیاء کے سرخیل اور تاجدار حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ بقیہ جتنے اولیاء، متقین اور پرہیز گاران ہیں قیامت تک کے لئے وہ سب ان کے تابع ہیں، اب بعد میں بڑے بڑے اولیاء اور بزرگ کائنات میں ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ لیکن اس ضمن میں ایک قاعدہ یاد رکھو کہ کسی بھی ولی کا ماننا اور ایسا ماننا کہ اس سے شریعت کی مافرمائی ہو یہ ولی کا ماننا نہیں ہے بلکہ اس کی مخالفت ہے، اولیاء کرام کے بارے میں کوئی ایسا عندیہ اور نظریہ نہیں بن سکتا ہے جس کی شریعت اجازت نہ دے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ چار سو اکیتر (۴۱۲) میں پیدا ہوئے ہیں اور پانچ سو اسی (۵۶۱) میں فوت ہوئے ہیں اور حضرت کی نوے سال کی عمر ہوئی ہے، حضرت افغانستان کے ایک شہر جیلان کے رہنے والے تھے بعد میں بغداد میں اور مختلف علاقوں میں حضرت نے علوم و فنون پڑھے ہیں اور حضرت بہت بڑے عالم، محقق، مفتی، مدرس، واعظ اور اپنے زمانے کے ماننے ہوئے خطیب تھے، حضرت کو تمام خصال حمیدہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے تھے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن اب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک فرقہ ایسا ہے جس نے حضرت کو بالکل الوہیت کا درجہ دے دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار کراماتیں عطا فرمائی تھیں اور ہر زمانے میں اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے کرامات

عطا فرمائیں تھیں، جیسے ہر رسول اور نبی کو اللہ رب العزت نے تعزات عطا کئے۔

انبیاء کرام کے معجزات برحق ہیں

انبیاء علیہم السلام کا وجود مجزہ، ان کا اخلاق مجزہ، ان کا کام مجزہ، ان کی عبادات مجزہ، لوگوں کے ساتھ ان کے معاملات مجزہ ہیں، ان کی سخاوت و شجاعت بھی ان کے معجزات میں سے ہیں۔ نبی کا ہر دن اور ہر گھڑی مجزہ ہے، نبی کی موجودگی میں دوسرا کوئی ان جیسا نہیں ہو سکتا۔

مجزہ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا اس کی نظیر اور مثال پیش کرنے سے عاجز ہو جائے۔ سخاوت ہے تو بے مثال، شجاعت ہے تو ضرب المثل اور عبادت ہے تو یگانہ روزگار اور حسن ہے تو لازوال۔ اس کے علاوہ کامل الہیاء کامل النقل کامل العلم یہ سات خصال تمام انبیاء میں موجود ہوتی ہیں۔ پہلے بھی میں نے بیان کیا ہے اور آج پھر اس لئے بیان کیا تاکہ لوگوں کو یاد رہے۔ معجزات تمام انبیاء کو دئے گئے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو کل کائنات کا حسن دیا گیا تھا اور کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا حسن اتنا تھا کہ ملائکہ ان کے سامنے شرمندہ ہوتے تھے۔ تب تو ملائکہ سے کہا "اسجدوا لآدم" کہ سجدہ کرو آدم کا اور جملہ انسانوں کو جو حسن دیا گیا ہے اس کا آدھا حسن حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا گیا ہے اور بقیہ جہاں کو دوسرا آدھا دیا گیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حسن کے ۹۹ حصے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیئے گئے اور جو ایک باقی تھا وہ پوری دنیا پر تقسیم کیا گیا۔

جناب نبی کریم ﷺ کا حسن

وہ حضرت آدم علیہ السلام کو جو سو کے سو حصے حسن کے دیئے گئے اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو ۹۹ یہ سارے ملا کر جناب نبی کریم ﷺ کو دینے گئے تھے۔ اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے منظر سے فرمایا ہے کہ

لوائم زلیخا لو رأین جہینہ

لا ثرون بقطع القلوب علی الید

کہ وہ عورتیں جو زلیخا کو ملامت کرتی تھیں اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے کے بعد اپنی انگلیاں کاٹ بیٹھیں اگر وہ رسول اکرم ﷺ کو دیکھ لیتی تو بجائے ہاتھوں کو کاٹنے کے دلوں کو چیر کے رکھ دیتیں۔ شاکل ترمذی میں روایت موجود ہے کہ ”یوسف زاداد حسنا یوماً فیوماً“ آپ ﷺ کے حسن میں روزانہ اضافہ ہوتا تھا ”الحی ان یتوفی“ وفات تک یہ حالت رہی اس لئے اکثر صحابہؓ جب بیان کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ کا حسن بیان نہیں ہو سکتا، حضرت انس، حضرت علی رضی اللہ عنہما اور دیگر بڑے بڑے صحابہ جو آپ کا حسن و جمال بیان فرماتے ہیں تو ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم بیان کرتے ہیں لیکن بیان ہو نہیں سکتا ہے، بیان سے باہر ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ کی سخاوت

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا دوسرا مجزہ ہے کہ ان میں سخاوت بہت زیادہ ہوتی ہے وہ بھی بہت زیادہ ہوتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے کچھ

مانگا، اس وقت آپ ﷺ کے پاس کوئی چیز نہیں تھی تو وہ بڑا ناراض ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس کوئی چیز ہوتی ”لو کان لی عید... لا تجدونی بخيلاً“ تو آپ مجھے پھر بتیل نہ پاتے۔ اسی طرح ایک شخص نے حضرت ﷺ سے ایک مبریوں کا ربوڑ مانگا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جو پہاڑ کے دامن میں ایک ربوڑ چڑھا ہے یہ سارا آپ کا ہے اس نے اس ربوڑ کو پکڑا اور سیدھا اپنی قوم میں لے آیا ”فأعطاه فومه“ آپ اندازہ لگالیں کہ دنیا کا کوئی بادشاہ بھی سخاوت کرنا ہے تو ایک آدمی کو دیکھ کے دیتا ہے لیکن پیغمبر جب سخاوت کرتے ہیں تو اپنی شان کے مطابق دیتے ہیں۔ وہ شخص جب اپنی قوم میں پہنچ گیا تو تمام برادری کو جمع کیا اور جمع کرنے کے بعد اس نے کہا ”ای قوم اسلموا فواللہ ان محمد المبعوث علی عطاء“ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۴) باب فی اخلاق وشمائل صلی اللہ علیہ وسلم مکتبہ حقانیہ) اے لوگو! حضرت ﷺ جب دینے پر آجاتے ہیں تو ایسا دیتے ہیں کہ کوئی ماں کا بیٹا قیامت تک ایسا نہیں دے سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جو برکات ہیں وہ پوری مکمل جاتی تھیں تو پھر کسی قوم کے لئے اس کے انکار کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تافلے کے ساتھ ایک سفر میں تھے ایک جگہ ایسی آئی کہ پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں بچا اور نماز کا وقت قریب تھا، حیوان اور انسان سب کو پیاس لگی تھی تو آپ ﷺ نے تافلے کو روک لیا اور صحابہؓ سے کہا کہ اس پاس کہیں دیکھ لو کوئی پانی ہے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک خاتون اونٹنی پر پانی لاد کر چلی آ رہی ہے مشک بندھے ہوئے ہیں حضرت ﷺ کے کلم کے مطابق اس کو روک لیا اور جناب نبی کریم ﷺ کے پاس لے کے آئے اور الفاظ بخاری شریف کے اس طرح ہیں کہ انہوں نے کہا کہ آپ کو

پیغمبر باتے ہیں تو اس عورت نے کہا وہ جس کو صابی کہتے ہیں (جیسے یہ بدعتی آج موجدین کو واپائی کہتے ہیں اس زمانے کے وہ کافر بدعتی جو تھے وہ پیغمبر اور صحابہ کو صابی کہتے تھے صابی ایک جماعت گزری ہے ایک کہا کہ یہ ہے لیکن مشرکین اس کو لاندہب کے معنی میں لیتے تھے۔ اسی طرح واپائی کا معنی ہے اس لئے موجد جو واقعی قرآن و سنت کے علمبردار ہیں وہ ان کو دشمن نظر آتے ہیں ان کے ہاں واپائی بد مذہب کے معنی میں ہے) تو اس عورت نے صحابہ سے کہا وہ جو صابی کہلاتا ہے وہ مجھے بار بار ہے صحابہ نے کہا وہی ہیں چلیں یہ نہیں کہ آپ سے کوئی کہے آپ واپائی ہیں تو آپ ڈر جائیں دیکھو صحابہ کو ہر مسئلے میں اٹھنے کی ضرورت نہیں تھا صدر آدمی کام کر۔۔

حضرت ۱۱ کی خدمت میں لے آئے آپ ۱۱ نے ارشاد فرمایا اس عورت کے جو مشک ہیں ان کے منہ کھولو اور انہاں فرمایا کہ سب لوگ پانی لے لیں اور اونٹوں کو پلائیں، بالٹیاں بھریں اور جو بھی ضرورت ہے اس کو اس پانی سے پورا کر لیں۔ وہ خاتون حیران و پریشان کھڑی اس دوران حضرت ۱۱ نے اس عورت سے پوچھا کہ یہ پانی کہاں سے لائی ہو تو اس نے کہا کہ میں کل سے اس وقت واپس سے چلی تھی اور آج یہاں پہنچی ہوں، اتنا دور سے پانی لائی ہوں۔ وہ یہ دیکھ کر پریشان تھی کہ میرے پانی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے تمام بالٹیاں بھر گئیں سارے قافلے کے کئی اونٹوں نے پانی پیا انسانوں نے پیا اور بخاری میں ہے کہ ایک آدمی کو نہانے کی ضرورت تھی حضرت ۱۱ نے اس سے کہا کہ آپ بالٹی بھر کے لے جائیں جب سب کچھ پورا ہو گیا تو آپ ۱۱ نے فرمایا کہ مشک کے منہ کو واپس باندھو، منہ واپس باندھا گیا باندھنے کے بعد وہ عورت حیران رہ گئی کہ مشک پہلے جیسے بھرے ہوئے

تھے اور ان میں سے پانی کم نہیں ہوا تھا اور آپ ۱۱ نے ارشاد فرمایا کہ ”ما از لسان من مآک شیعنا“ ہم نے آپ کے پانی میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا ہے ”ولکن اللہ هو الذی اسقانا“ اللہ تعالیٰ نے یہ پانی ہمیں دیا ہے اور اس کے بعد آپ ۱۱ نے انہاں کیا کہ قافلے میں جس کے پاس جو کچھ ہے اس عورت کو دو ”فجمعوا الہا من بین عجمو قو دقبققة وسویقة“۔ ستوا مختلف چیزیں جمع ہونے لگیں اتنا سامان جمع ہوا کہ حضرت ۱۱ نے ایک گھڑیوں کی مشکوں کے درمیان میں لہو اڈایا اور فرمایا کہ اس کی وجہ سے اللہ نے یہ احسان فرمایا ہے۔

اب وہ خاتون جب اپنے قبیلے میں پہنچ گئی، تو لوگوں نے کہا کچھ زیادہ دیر ہو گئی تو اس نے کہا کہ راستے میں اس شخص سے واسطہ پڑا جس کو تم لوگ صابی کہتے ہو اور اس عورت نے کہا کہ اس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر اس جیسا ہا کمال انسان اور با اخلاق انسان نہیں ہوا۔ اس ایک عورت کے بیان پر بخاری میں ہے کہ پورا کا پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۹)

جناب نبی کریم ۱۱ کی شجاعت

شجاعت میں جناب نبی کریم ۱۱ بے مثال ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام میں یہ شان ہوتی ہے، پیغمبر کے بارے میں صحابہ ”کانیان ہے بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ۱۱ کو چالیس نو جوانان جنت کی طاقت دی گئی تھی اور جنت کا ہر نو جوان دنیا کے سو صحت مند طاقتوروں کے برابر ہے اس لئے آپ کی شجاعت تو بے مثال ہے۔ مؤرخین اور محدثین

نے کتاب المغازی اور حجاد کے ابواب میں اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ کسی ایک موقع پر بھی حضرت ﷺ میدان جنگ سے پیچھے نہیں رہے ہیں جب بھی آپ ﷺ میدان میں آئے ہیں اگر تمام کے تمام صحابہؓ بھی تھوڑی دیر کے لئے آپ ﷺ پھر بھی میدان میں رہے۔

غزوہ خبین میں بنو ہوازن کے تیر اندازوں نے جب تیروں کی بارش کی اور محدثین نے لکھا ہے کہ ایسی بارش کی کہ صحابہ کو اپنے ہاتھ تک نظر نہیں آئے، اپنے جسم نظر نہیں آئے اس قدر تیر برسائے گئے، صحابہ کرام کا بیان ہے کہ اس وقت بھی آپ اپنی سفید سواری پر تشریف فرما تھے ”لقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بغلہ الیمیناء وان اباعا سلیمان الخمد بن مامہا وهو یقول“ اور جب بہت زیادہ بوجھاڑ ہوئی تو بجائے اونٹ ہو گئے آپ ﷺ اونٹ سے میدان جنگ میں نیچے آئے۔ ”نزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی بغلہ“ اور فرمایا

”انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب“

(بخاری ج ۲ ص ۶۱۷)

میں خدا کا پیغمبر ہوں یہ کوئی جھوٹ نہیں ہے اور میں عبد المطلب کی اولاد میں سے ہوں میدان سے بھاگوں گا نہیں۔ بزدلی دعوہ سے آتی ہے یا حسب سے یا نسب سے تو آپ نے فرمایا کہ حسب تو میں پیغمبر ہوں وہ بہت ہی عالی مقام ہے اور نسب مطلبی ہاشمی اور قرشی ہوں عرب کے اندر سرفراز خاندان ہے یا تو انسان کی عبادات میں اور اخلاق میں کوئی نقص ہو تو درجہ اتنا ہے پایہ کہ نسب کمزور ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا دونوں کمال اللہ نے مجھے دئے ہیں ”انا النبی لا کذب“ انا ابن عبد المطلب“ میدان سے نہیں بھاگوں گا اور اس

جملوں کے ارشاد کے بعد کہتے ہیں کہ اللہ کی مدد و نصرت خصوصی طور پر متوجہ ہوئی قرآن نے کہا ہے کہ ”ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المؤمنین و انزل جنودا لم تدروہا“ (سورہ توبہ آیت ۲۶ کا حصہ) اللہ نے ایسے لشکر بھیجے کہ صحابہؓ کو نظر نہیں آ رہے تھے اور تمام صحابہ واپس جمع ہوئے۔ ہر موقع کا یہی حال ہوا ہے ہر میدان جنگ میں۔ حدیث میں ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ بہت زیادہ برداشت والے تھے لوگوں کی بڑی بڑی زیادتیاں اور ظلم آپ ﷺ بڑی خندہ پیشانی سے سہتے تھے، اگلا حیران ہو جاتا تھا کہ میری طرف سے کتنی زیادتی ہے اور یہ برداشت کر رہے ہیں لیکن جس وقت آپ ﷺ نے دیکھا کہ شرعی حد ٹوٹ رہی ہے حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ سے زیادہ مضبوط اور سخت کوئی نہیں تھا اور آپ ﷺ ایسے غضبناک ہو جاتے تھے جیسے رخسار مبارک کے اندر نار توڑے گئے ہیں ”فعضب رسول اللہ“ حدیث میں صفیئے آتے ہیں۔

آج ہم اپنے لئے بڑے زور آور ہیں لیکن جہاں دیکھا کہ شریعت کے خلاف ہو رہا ہے تو پھر خاموش ہو جاتے ہیں اس لئے کہ شریعت کو تو ہم اپنا سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ معاذ اللہ! حالانکہ چاہیے کہ اپنے معاملات میں بالکل نرم ہوں لیکن جہاں شریعت کے خلاف بات ہو وہاں مستحکم ہو جائیں۔

جناب نبی کریم ﷺ کی عبادت

انبیاء علیہم السلام عبادت میں بھی کامل ہوتے ہیں۔ پیغمبر کی طرح کوئی بھی عبادت نہیں کر سکتا۔ جناب نبی کریم ﷺ کی عبادت کی جو نہرست محدثین نے شائع کی ہے اسے

دیکھ کر تعجب ہوتا ہے اور یہ مجزہ ہے۔ آپ ﷺ قیام الیل میں اتنی عبادت فرماتے تھے کہ حدیث کے الفاظ ہیں کہ ”حتی انفسکھت قدماہ“ (شمالی ترمذی ص ۱۸) پھر مبارک سو جھ جاتے تھے زیادہ دیر تک کھڑے رہنے سے خون نیچے پیروں میں اتر جاتا تھا حضرت ﷺ کے بارے میں آتا ہے

”فصلی رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین

ثم رکعتین ثم اوتر“ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۶۰)

بارہ رکعات پڑھنے کے بعد پھر آپ ﷺ وتر پڑھتے تھے۔ وٹروں کے بعد آپ ﷺ نے جب بھی دو رکعات پڑھی ہیں وہ رکعتیں فجر ہیں فجر کی دو سنتیں ہیں، بخاری اور مسلم کی تصریح موجود ہے اور اس کے بعد جناب نبی کریم ﷺ جو فجر کی نماز پڑھاتے تھے تو اندازہ یہ ہے کہ سورہ بقرہ، سورہ آل عمران اور سورہ نساء کے برابرتلاوت پہلی رکعت میں ہوتی تھی۔ جن روایات میں حضرت ﷺ کی جلدی نماز کا تذکرہ ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کی طرف سے یہی جواب دیا جاتا ہے کہ چونکہ آپ ﷺ کی قراءت غیر معمولی ہوتی تھی اور یہ آپ ﷺ کا مجزہ ہے کہ آپ ﷺ گھنٹوں تلاوت فرماتے تھے نماز میں لیکن کوئی اکتانہ نہیں تھا۔ بعد کے لوگ اس شان اور مقام کے نہیں رہے تو فقہاء کرام نے کہا کہ اب نمازوں میں مختصر قراءت کریں تاکہ لوگ اکتانہ جانیں، اس کا اندازہ ایسے لگائیں کہ مرض الوفا کے ایام میں وفات سے کچھ پہلے جب طبیعت مسلسل ماساڑ رہتی تھی اور حدیث میں ہے کہ جسم مبارک بھی کچھ بھاری ہو گیا تھا اس وقت آپ ﷺ کچھ تواناں بیٹھ کر پڑھتے تھے رکوع کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے تو بخاری میں ہے کہ پھر بھی تیس چالیس آیتیں پڑھنے کے بعد

آپ ﷺ نے رکوع فرمایا۔

تیسرے ہر چیز میں اعلیٰ وارف ہوتے ہیں، عبادت تو ان کی روح کی غذا ہوتی ہے یہی حال عقل کا ہے یہی حال علم کا ہے اور حیا کا ہے اور یہی چیزیں کرناات کے طور پر اللہ رب العالمین نے صحابہ کو اور صحابہ کے بعد امت کے علماء اور اولیاء کو عطا فرمائی ہیں۔ اعمال کے اہتمام اور سنتوں کے نصاب کو پورا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کمال عطا فرماتا ہے، جن لوگوں نے بہت زیادہ محنت کی اور ان چیزوں کے حصول میں عمر بھر لگے رہے تو اللہ رب العالمین نے ان کو کرناات عطا فرمائیں۔ آج دنیا ان کے نظام حیات سے روشن ہے۔ جتنے اکابر اور بزرگان دین کے تذکرے ہو رہے ہیں ان کی وجہ سے دنیا آباد ہے ان میں سے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں حضرت بہت بڑے اور باکمال لوگوں میں سے ہیں لیکن ایسے بھی نہیں جیسے بدعتیوں نے کہانیاں بنائی ہیں۔ بدعتی کا سارا مذہب کہانیوں کا ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے اور گیارہ سال بعد ذوق ہوئی کشتی نکالی جس میں بارات جاری تھی اور ڈھول بج رہے تھے اور دولہا دلہن بیٹھے ہوئے تھے۔ اس قسم کے واقعات درست نہیں ہیں۔ یہ لوگ سوچتے نہیں ہیں اور ان کی عقل بھی نہیں ہے بدعات کی وجہ سے اور غیر اللہ کی نیا رکھانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی عقل ختم کر دی ہیں۔

نجاشی کا ماننا نہ قبول اسلام اور حضرت ﷺ کا اس کو خراج عقیدت

جناب نبی کریم ﷺ نے جو نجاشی کو عطا لکھا تھا وہ خط نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ لے کر گئے تھے اور اس کے دربار میں صحابہ نے تو حید و سنت پر پٹی تقریر

بھی کی تھی۔ (تفسیر کبیر جز ۱۶ ص ۶۸) وہ ۵۸ خطیں کر نجاشی اپنے علماء سمیت نانہانہ مسلمان ہو گیا تھا (قرآن کریم ساتویں پار۔ کے شان نزول میں ہے) اور اپنے شہزادے اور درباریوں کے ساتھ اس نے حضرت ﷺ کی خدمت میں ایک وفد ہدایا اور سوغات لے کر روانہ بھی کیا تھا۔ ایک بات اور سنو یہ نجاشی اتنا بڑا آدمی ہے کہ جب اس کا انتقال ہوا تو حضرت ﷺ نے اس کی نانہانہ نماز جنازہ بھی ادا کی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا جنازہ ملائک نے میرے سامنے لا کر رکھ دیا ہے اور خود حضرت ﷺ نے اعلان فرمایا کہ ”ان احباکم فدا مات فقوموا فصلوا علیہ یعنی النجاشی“ (مسلم ج ۳ ص ۳۰۹) اپنے اس نیک مسلمان بھائی کا جنازہ پڑھو۔ لیکن ہوا یہ کہ وہ شہزادہ اور درباریوں سے بھری ہوئی کشتی کہیں دریائی بھنور میں پھنس گئی اور اس کے بعد ڈوب گئی (معارف القرآن ج ۳ ص ۲۱۷)۔ حدیث میں ہے کہ اس واقعہ کا جہشہ میں بہت بڑا فتنہ مٹایا گیا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ حضرت ﷺ نے اس کشتی کو باہر نہیں نکالا نہ ہی حضرت ابو بکر نے نہ ہی حضرت عمر نے اور نہ ہی حضرت عثمان اور علی رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایسا کیا اور وہ بادشاہ زمانہ جس کو اللہ رب العالمین نے پیغمبر ﷺ پر صدق کے ساتھ ایمان کی دولت عطا کی یقیناً بعد میں آنے والے تمام اولیاء سے افضل اور بہتر ہے وہ بھی اپنے شہزادہ اور تجھے تحائف سے بھری ہوئی کشتی باہر نہ لاسکا، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بعد کے لوگ کشتیاں نکالیں اور صرف کشتیاں ہی نہیں بلکہ ہر سال اسی کشتی میں سوار ہو کر حلوہ کھاتے رہتے ہیں۔ سارا سلسلہ کہانیوں کا ہے، بدعت کے منہ کارہ آثار کی وجہ سے یہ لوگ احادیث اور آثار سے بالکل محروم ہو گئے ہیں۔

مقام ولایت

اللہ رب العالمین نے ان آیات میں جو میں نے خلیفہ میں پڑھی ہیں ولایت کا مقام ذکر کیا ہے۔ ”الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون“ (سورہ یونس آیت ۶۲) یاد رکھو خدا کے ولی اس لئے ولی ہوتے ہیں کہ ان کو کوئی خوف اور کوئی غم نہیں ہوتا کہتے ہیں کہ خوف کا تعلق جو ہے یہ آنے والی زندگی سے ہے یعنی آخرت سے، ہر وقت پریشان رہتے ہیں تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آخرت کے خوف میں ان کے لئے تسلی کا سامان مہیا کر دیا اور حزن کا تعلق ماضی سے ہوتا ہے گزری ہوئی زندگی سے کہ میں نے کیا کیا ہے مجھے ایسی زندگی نہیں گزرنی تھی۔ کیونکہ اولیاء نے اپنی زندگی اللہ کی رضا اور پیغمبر کے طریق کے مطابق گزاری ہے کبھی بھی وہ غمگین نہیں ہو گئے اور ان کو بچھتاؤ نہیں ہوگا اس کو ولایت کہتے ہیں، یہ نہیں کہتے ہیں کہ کشتیاں نکالی یہ کرایا اور وہ کرایا یہاں یہ بات بھی یاد رہے ولی جتنا بھی بڑا ہو لیکن وہ خود بھی شریعت کا پابند ہو تو اس کے سامنے والے اس کی اطاعت میں بھی شریعت کے سوا فیصلہ پابند ہو گئے، ورنہ اطاعت سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

بخاری شریف میں ہے کہ گذشتہ زمانے میں ایک ولی تھا اس کا نام تھا جرج وہ ایک دن نماز پڑھ رہے تھے، ان کی ماں کو کوئی ضرورت ہوئی اور آواز لگائی ”یا جرج“ جرج بیٹے کہاں ہو اس نے کہا ”اللہم امی وصلانی“ خدا لیا میں تو نماز میں ہوں اور ماں پکار رہی ہے ماں نے پھر تکلیف میں کہا کہ ”یا جرج“ ”اے میرے بیٹے جرج تم کہاں ہو اس نے پھر کہا کہ میں تو نماز پڑھ رہا ہوں اور ماں پکار رہی ہے تین چار دفعہ کہنے کے بعد ان کی ماں

کی نظر پڑ گئی کہ یہ کھڑا ہے اور مجھے جواب نہیں دے رہا تو ماں نے غصہ میں آکر کہا کہ اے اللہم لا یسوت جویج حتی ینظرفی وجوہ المیامہس“ کہ خدا الیہ موجود ہے اور مجھے آواز نہیں دیتا ہے مرنے سے پہلے پہلے اس کو بدکاری کے الزام میں ذلیل کر دے۔ بعض مائیں بھی بڑی سخت ہوتی ہیں اس زمانے کی یہ نیزھی ماؤں کی طرح نہیں یہ اولاد کی شراوتوں سے خوش ہوتی ہیں لیکن پہلے زمانوں میں چونکہ لوگوں کے اندر تربیت تہذیب کا غلبہ تھا، وہ جب یہ دیکھتے تھے کہ یہ اولاد کیا کر رہی ہے تو سب سے زیادہ ناراض ہو جاتے تھے، شیخ سعدی نے گلستان میں کہا کہ نالائق بیٹے سے بہتر ہے کہ سانپ پیدا ہو جائے تاکہ پہلے ہی دن آدمی اس کو فتم کر دے۔ بعد میں جا کر ماں باپ کا نام بدنام کرے اور نسل و نسب کو کالا کرے گا تو ایسی اولاد سے بے اولاد بہتر ہے، شریعت میں صرف یہ دنا نہیں ہوتی کہ یا اللہ مجھے پیدا دے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ یا اللہ صالح پیدا دے۔ اب وہاں تھی اس کے منہ سے بد دعا کا جملہ نکل گیا۔

تو جرتج جنگل میں ایک جھونپڑی کے اندر عبادت کرتا تھا وہاں جنگلوں میں عورتیں بھی بھیڑ بھریاں چراتی تھیں، وہاں کوئی عورت کسی چرواہے سے حاملہ ہو گئی اور اس سے بچہ پیدا ہو گیا زمانے، تو لوگوں نے اس سے پوچھا یہ کیسے ہوا تو اس نے کہا کہ جھونپڑی میں صوفی صاحب رہتے ہیں وہ اس کا ذمہ دار ہے، سب لوگ آئے اور ان کو بہت بے عزت کیا ان کی جھونپڑی گرا دی۔ اس نے پوچھا آخر کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ بچہ جو ہے یہ آپ کا ہے تو اس نے کہا کہ یہ کس نے کہا ہے تو لوگوں نے کہا کہ یہ عورت کہہ رہی ہے، تو جرتج نے کہا کہ اگر یہ بچہ بول پڑے پھر آپ کی تسلی ہو جائے گی، بچہ تو کل پیدا ہوا ہے لوگ حیران ہو گئے اس نے کہا ”فما لیا بابوس من ابوک“ جس طرح ہم کہتے ہیں ننا

منھا تو اس طرح ہر زمانے میں جھونپڑی کے لئے جھوٹے صیغے ہوتے ہیں، کس کے بچے ہو؟ تو اس بچے نے جواب دیا کہ ”قال راعی الغنم“ میں غاں جنگل کے چرواہے کا بیٹا ہوں۔ سارے لوگ حیران ہو گئے اور جرتج سے معافی مانگنے لگے اور اس سے کہا ہم اسی جھونپڑی کو دوبارہ سونے کا بنائیں گے اس نے کہا نہیں جیسے پہلے تھی ایسی بنانی ہوگی (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۶۱ مزید تفصیلات کے لئے مسلم ج ۲ ص ۳۱۳)۔ اب مسئلہ سمجھیں کہ ایک طرف تو اتنے بڑے باکرامت ولی تھے کہ ان کے اشارے سے جھونپڑی جو اسی وقت پیدا ہوا تھا وہ بول پڑا۔ لیکن دوسری طرف دیکھو اپنے بڑوں کی بے ادبی ان سے ہو گئی ہے تو شرم سے بچ نہ سکے۔ کہتے ہیں جتنا بھی بڑا ولی ہو اور باکرامت ہو لیکن اپنے بڑوں کا پابند ہونا ضروری ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ جب اس واقعہ پر آئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”لو کان جبریح فقیہاً“ حال الدین سید علی رحمہ اللہ نے الدر المنثورہ کے اندر سند حسن کے ساتھ نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے جرتج ولی تھا کرا تیں تھی سب کچھ تھا لیکن فقہ نہیں جانتا تھا اگر فقیہ ہوتا ”لا حساب ائمہ“ (الدر المنثورہ ص ۱۳۶) ماں کو آواز دے دی دیتے، ساری نصیحتوں اور ڈانٹوں سے بچ جاتے۔

دورِ حاضر کے پیر

حدیث میں ہے کہ وہ آدمی بہت بڑا ولی تھا جنگلوں میں رہتا تھا اس زمانے میں ولی جنگلوں میں رہتے تھے اب پیر صاحبان بڑی بڑی کونٹھیلوں میں مست ہو گئے ہیں، زمانہ بدل گیا ہے اب اس وقت بڑا پیر اس کو کہتے ہیں جس کی بہت بڑی آمدنی ہو اس کو کوئی نہیں

دیکھتا کہ قرآن چ رہا ہے یا تمہارا کوچ رہا ہے کہ کیا کر رہا ہے، لیکن پیسہ بہت ہونا چاہیے ایسا زمانہ آیا ہے ”انقلب الزمان وانكسل العمل“ قدیم زمانوں میں اصلاح نفس کے لئے ہیر کو سب سے پہلے اپنا خیال ہوتا تھا اس زمانے میں ہیروں کا یہ دعویٰ ہے کہ جی اور لوگ ٹھیک ہو جائیں ہماری خیر ہے ہم تو ہیر صاحب ہیں اور یہ لوگ اپنی فکر سے بالکل آزاد ہوتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو کہا ہے کہ ”واعبد ربك حتى ياتيك اليقين“ (سورۃ حجر آیت ۹۹) آپ کو عبادت کرنی ہے مرتے دم تک ایک لمحے کے لئے آپ کو اس سے بے پروا نہیں ہونا ہے۔ دوسروں کی فکر کے ساتھ ساتھ آدمی اپنی شکل بھی آنیے میں دیکھتا رہے کہ کہیں مجھے نقصان نہ پہنچے۔ بس یہی اس زمانے کے ہیروں کے ساتھ میرا اختلاف ہے کہ ان لوگوں سے قرآن و سنت کی تعلیمات چھوٹ گئی ہیں اور ان کا سارا کام ملفوظات سے چٹنا ہے اور یاد رکھیں کہ اس میں بناوٹ زیادہ ہے اور حقیقت نہیں ہے اور جن بزرگان دین کا نام لیا جاتا ہے ان میں حقیقت تھی اور بناوٹ نام کی نہیں تھی کیونکہ انکی ساری کی ساری تعلیمات قرآن و سنت پر مبنی ہوتی تھیں، وہ صدق اور اخلاص کے پیکر تھے انہوں نے اپنے آپ کو کبھی بھی ہیر نہیں کہلوا یا اور نہ ہی اپنے ساتھ اللہ والا لکھا اور نہ ہی ان حضرات کو اس کی کوئی ضرورت تھی یہ سب باتیں لوگوں نے اپنی ضرورت کے لئے پیدا کی ہیں۔

میں ان شاء اللہ کسی اور موقع پر ان مسائل کے دیگر فوائد اور برکات عرض کروں گا۔ آج جناب نبی کریم ﷺ کے ان آخری جملوں کا مقصد بتانا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دنیا کا کوئی ولی، کوئی غوث اور قطب کوئی ابدال، متقی اور ذکی جتنے بھی درجات کا حامل ہو اس کو شریعت کا پابند ہونا اور شریعت کی سرحدات کے اندر رہنا ضروری ہے۔ کسی کو بھی شریعت

سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں۔ جب پیغمبر معصوم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہوا ہے کہ

”فاسنقم كما امرت ومن تاب معك“

(سورۃ ہود آیت ۱۱۲ کا حصہ)

کہ جیسا آپ سے کہا گیا ہے اس طرح جم کر رہیں تو پھر دنیا کا وہ کون سا کجا ہے کہ جسے شریعت میں اپنی طرف سے رد و بدل کرنے کی اجازت ہے۔ جس نے بھی شریعت کے خلاف کیا ہے چاہے وہ دنیا کا جتنا بھی بڑا ولی ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو اس کی سزائیں ملی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اس بات کا پابند کیا ہے کہ کل کائنات کو یہ پیغام دو کہ ”واعبد ربك حتى ياتيك اليقين“ کسی کو بھی شریعت سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔

واخبر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

سورہ تغابن کا خلاصہ

آج سورہ تغابن کے سلسلے میں کچھ گز ارشادات کرنی ہیں اس سورت کے مجموعی فضائل بھی بیان کرنے ہیں۔ سورہ تغابن کے دو حصے ہیں، پہلے حصے میں حق تعالیٰ شانہ کی قدرتوں کا بیان ہے اور دوسرے حصے میں انسان پر آنے والی مصیبتوں کا بیان ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے جس پر کبھی کوئی مارضہ، تکلیف، حادثہ اور مصیبت نہیں آکتی جبکہ اس کے برعکس دوسرے حصے میں انسانی مصیبتوں کا بیان ہے کیونکہ انسان بے قدرت اور ناجز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت میں ان اللہ علیٰ کل شیء قدير“ فرمایا ”وهو علیٰ کل شیء قدير“ فرمایا ”ويعلم ما تسرون وما تعلنون واللہ علیم بذات الصدور“ (سورہ تغابن آیت ۴) فرمایا دل کے راز، بھید اور تمام پوشیدہ امور کو جاننے والا ہے اور ”ذالک علی اللہ یسیر، ان اللہ بما تعملون خبیر“ فرمایا تمہارے سارے اعمال کی خبر اس کو ہے۔ اس کے بعد جب انسان کا بیان شروع ہوا تو فرمایا کہ ما اصاب من مصیبة الا باذن اللہ تکالیف جتنی آتی ہیں خدا کے حکم سے آتی ہیں۔ خدا کے حکم کے بغیر تو درخت کا پتہ نہیں گرنا، کوئی مخلوق سانس نہیں لے سکتی، ایک لمحے کے لئے زندگی نہیں گزر سکتا، اپنے لئے ایک سیکنڈ کے سکون کا انتظام بھی نہیں کر سکتا جب تک کہ امر الہی نہ ہو۔ ”ما اصاب من مصیبة الا باذن اللہ“ دو باتیں اس سے معلوم ہوئیں، پہلی بات یہ کہ اس دنیا میں جب تک انسان آباد ہیں ان پر مصیبتیں آئیں گی اور اس نا سوتی زندگی میں زیادہ تر حصہ اس کا تکالیف میں گزرے گا، بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ”فطنة الرجل

.\mungs\Muneeb\Desktop\Ans
Khutbat headings\11.tif not
found.

الحمد لله جل وعلا و صلى الله وسلم على رسوله المصطفى و نبیه
المجتبى و امینه على و حى السماء و على آله النجباء و اصحابه الاتقياء الفضل
الخلاص بعد الانبياء و من يهديهم اقتدى و بما تارهم اقتفى من المفسرين
و الساجدين و الفقهاء الى يوم الجزاء اما بعد!

فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم
فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْجَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَلْفَمُوا خَيْرًا لَّأَنْفُسِكُمْ ط
وَمَنْ يُؤَقِّ شَخْخَ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ اِنْ تَقَرُّضُوا مِنَ اللَّهِ قَرْضًا حَسَنًا
يُضْعِفُهُ لَكُمْ وَيَعْفُو لَكُمْ ط وَاللَّهُ شَكُورٌ ۝ عَلِيمٌ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ ۝ (سورہ تغابن آیت ۱۶، ۱۷، ۱۸)

اللهم صل على محمد و على آل محمد كما صليت على ابراهيم
و على آل ابراهيم انك حميد مجيد
اللهم بارك على محمد و على آل محمد كما باركت على ابراهيم
و على آل ابراهيم انك حميد مجيد

فی اہله و ماله و ولده و جاردہ“ آئے دن لوگ کبھی گھروالوں کے ہاتھ کبھی بال بچوں کی طرف سے کبھی عزیز و اقارب کی جانب سے اور کبھی مال و دولت کی وجہ سے تکلیف میں رہتے ہیں۔ ”بکسرھا المصلوۃ و الصدقۃ“ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵) لوگوں کی عبادات میں ان کی وجہ سے فرق آ جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ جو لوگ اخلاص کے ساتھ سکون کے ساتھ اللہ کی خوشدہی اور تقرب کے لئے وقت پر نماز پڑھتے ہیں اس سے بھی کچھ افادہ ہوگا اسی طرح روزے رکھتے ہیں رمضان کے روزے تو فرض ہیں ان کے علاوہ کبھی عاشورہ کا، کبھی ہرمینے کے تین، کبھی متبرک دنوں کے نفلی روزے۔ یہ بھی فائدہ مند ہیں اور یہ جو صدقہ اور خیرات مختلف اوقات میں کرتے ہیں تو فرمایا کہ یہ بھی نکلینوں کوٹا لئے میں مددگار ہیں۔

صدقات کی اقسام

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ

”کل سلامی من الناس علیہ صدقۃ“ (بخاری ج ۳ ص ۷۷)

جسم کے ہر جوڑ اور بند کے بدلے میں ایک صدقہ روزانہ لازم ہے۔ یہ صدقات مال کی شکل میں بھی ہوتے ہیں اگر خدا تعالیٰ نے کسی کو توفیق بخشی ہے تو روزانہ کم از کم پانچ سو روپے خیرات کریں۔ یہ توفیق نہیں ہے تو اس سے کم درجے کا صدقہ کر لیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک مسلمان بھائی کے ساتھ روشن چہرے سے ماننا یہ بھی نیکی ہے اور بہترین صدقہ ہے۔

”من المعروف ان تلثی اناک بوجه طلق“

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۹ میر محمد کتب خانہ)

یہ بھی ایک صدقہ کی قسم ہے۔ ایک شخص کسی بھی مزاج کا ہے جب آپ کے ساتھ ملا آپ خندہ پیٹائی اور ذمہ داریاں سنبھالے اس سے پیش آئیں یہ بھی آپ کی طرف سے ہزاروں اور لاکھوں کا صدقہ ہوگا۔

جن کو خدا تعالیٰ نے بڑی توفیق دی ہے ان کے اوپر لازم ہے کہ مال بکثرت خرچ کر لیں اور بڑے صدقات دیں۔ غلات میں لکھا ہے کہ بلا جب آسمان سے مازل ہوتی ہے تو جس کی طرف آرہی ہوتی ہے اس کے لئے بڑا منہ کھول لیتی ہے کہ اس کو اپنا لقمہ بنالے۔ آسمان اور زمین کے درمیان میں مازل ہونے والی بلا کے ساتھ دو چیزیں تعارض کرتی ہیں ایک دعا اور دوسرا صدقہ، دعا اور صدقہ اگر اتنا جائدا اور قوی ہے اور ایمان اور حسن سے بھرپور ہے تو وہ بلا کو واپس کر دیتا ہے اور نیچے نہیں آنے دیتا اور اگر دعا اور صدقہ کمزور ہے تو بلا زور آور ہو جاتی ہے، دعا اور صدقہ دونوں جاتا ہے اور بلا وجود دعا اور صدقہ کے یہ شخص بلا کا شکار ہو جائے گا۔

ایک حکایت

خلیفہ ہارون رشید نے قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو کوئی خواب سنایا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ سو اونٹ سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے صدقہ کرلو۔ کچھ دن بعد اتفاقاً ایک اور آدمی آیا اور اس نے بالکل اسی نوعیت کا خواب حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو سنایا حضرت نے اس آدمی سے اس کے کچھ حالات پوچھے اور پھر ارشاد فرمایا کہ کوئی بکرا خیرات کرلو ورنہ کوئی مرغ کاٹ لو۔ یہ سن کر ہارون رشید کو بڑا تعجب ہوا اور دریافت فرمایا کہ حضرت خواب دونوں کا ایک جیسا ہے اور کفارہ جو بتایا گیا ہے اس میں بہت بڑا فرق ہے تو حضرت

نے فرمایا کہ ہر شخص پر آنے والی بلا اس کی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے، خواہر ہے جب ایک عام آدمی پر بلا آئیگی تو اس کی ایک عام سی جائیداد چھن جائیگی یا نوکری چلی جائیگی، چلتی ہوئی تجارت رک جائیگی، روال دوال کا رخانہ وہ بند ہونا شروع ہو جائے گا لیکن ایک بادشاہ پر جب آفت آئیگی تو پوری سلطنت الٹ جائیگی پورا نظام اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا اس لئے عام آدمی کو اس کے حساب سے صدقہ کرنا ہوگا اور بادشاہ کو اپنے حساب سے۔

ایمان مؤمن کے لئے سب سے بڑی طاقت ہے

”ما اصاب من مصيبة الا باذن الله“ یعنی مصیبتیں اور تکلیفیں آنیں گی خدا کے حکم سے آنیں گی۔ خدا کا حکم ایسا سمجھ لو کہ خدا کی قدرت اور اس کے حکم کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوتا اور اللہ اپنے احکام میں اور قدرت کے استعمال میں فعال لما یرید ہے اللہ نے آسمان و زمین میں کسی کو پیدا نہیں کیا ہے کہ جو اس سے پوچھے کہ یہ آپ نے کیوں کیا ہے ”لا یسئل عمن یفعل“ ”وہ جو کرتا ہے کوئی پوچھے والا نہیں“ ”وہم یسئلون“ اور جن سے پوچھا جاتا ہے اسے تو مخلوق کہتے ہیں، انسان کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی پوچھے والا نہیں ہے۔ تمام تکالیف اور مصیبتوں کے مقابلے میں حق تعالیٰ شانہ نے ایک بڑی زبردست طاقت مؤمن کو عطا کی ہے وہ ہے ایمان، تمام حسنات اور نیکیاں ایمان کے بعد ملتی ہیں جیسے ایک درخت موجود ہو تو تنہا بھی بڑھے گا، شاخیں بھی نکلیں گی، پتے بھی ابھریں گے، پھل بھی آئے گا، پھول بھی نکلیں گے۔ چنانچہ سورت میں آگے پھر اس کا بیان فرمایا ”ومن یؤمن بالله یصلہ قلبہ“ (سورہ بقرہ، آیت ۱۷۷) اور جو کوئی اللہ پر ایمان لے آئے ایمان اس کا مستحکم ہو تو

اس کے دل روشن ہوگا۔

مومن اور بدعتی مشرک میں فرق

یہود، فہلہ، اللہ اس کے دل میں صبر کی پتی رکھ دے گا۔ اس کا یہ عقیدہ کہ سب کچھ میرے رب کے حکم سے ہے بذات خود ایک طاقت ہے جو سب کچھ کرتی ہے تو اس خیال سے مومن کے دل کو آرام آ جاتا ہے اور اس کا یہ عقیدہ کہ میرے اوپر سوائے اللہ کے کسی کی قدرت اور اختیار کا کوئی نفاذ نہیں ہے نہ آسمان میں کوئی ہے اور نہ زمین میں تو پھر ایک مومن مسلمان کسی بھی چیز سے نہیں گھبراتا اس کے برعکس جب ایک مشرک اور بدعتی کسی مصیبت کا شکار ہوگا تو پہلے تو وہ یہ سوچے گا کہ ایسا نہ ہو کہ گیارہویں دینے میں دیر ہوگئی ہو، داتا صاحب کی درگاہ میں حاضری نہیں دی ہو، معین الدین چشتی اور خواجہ نظام الدین کا عرس نہیں منایا ہو، غلام کا کوٹڑا نہیں کیا کیونکہ اس غریب کو تو خدا کا پتہ ہی نہیں کہ کونسا خدا مارا راض ہوا ہے اس کے تو خدا کم از کم ہیں میں ہیں ہندوستان اور پاکستان میں ہیں تو اس قسم کا مشرک بدعتی کبھی بھی چین اور آرام سے نہیں رہتا۔ اس کے تو خدا بہت ہو گئے یہ کس سے سکون اور آرام مانگے گا۔ لیکن جو ایک اللہ وحدہ لا شریک کو متصرف اور خالق اور عالم الغیوب مانتا ہے اس کو آرام ہے کہ میرے رب کی رضا اور خوشنودی جس کام میں ہے اس میں، میں راضی ہوں اور اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ میں اپنے اعمال اور ان اعمال پر نظر ثانی کر لوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری ماکردنیوں کی وجہ سے اللہ رب العزت مجھ سے ناراض ہو کر مجھے تکالیف اور مصائب میں گرفتار کر دیں۔

تکالیف آنے کی وجوہات

تکالیف آنے کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ مصائب و آلام اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ انسان زیر و زبر ہو جاتا ہے اور دوسری یہ کہ ایک مومن مسلمان کو اللہ تعالیٰ ایک مقام عطا کرنا چاہتے ہیں اور وہ شخص اس مقام اور درجے کو اپنانے کے قابل نہیں ہے کیونکہ نہ وہ اتنا ذکاوت کرنا ہے، نہ صبر کرنا ہے اور نہ اتنے نوافل ادا کرتا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ اس پر کوئی تکلیف اور منصبیت دیکھ کر دیتا ہے، اس منصبیت اور تکلیف کے وقت جب وہ آہ و بکا میں اللہ اللہ کرتا ہے اور نیاز مندی بجالاتا ہے ایسا کرنے سے اس کے درجات فی السور بڑھنے شروع ہو جاتے ہیں جس طرح ایک جو نیز کو اگر آپ آگے لانا چاہتے ہیں تو اس سے کوئی کارنامہ صادر کرواتے ہیں۔

انسان اور پھر مومن مسلمان پر ایمان لانے کے بعد جتنی تکالیف آتی ہیں وہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہی آتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک مسلمان کو جو کتنا چھتا ہے اس کے لئے اس کے عوض میں بھی ایک نیکی درج کی جاتی ہے اور اس کی مناسبت سے اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اسی مناسبت سے اس پر آنے والی باتیں روک دی جاتی ہیں۔ یہ انسان اسلام لانے کے بعد خدا تعالیٰ کے یہاں ایسا قیمتی ہو گیا ہے، اسی لئے فرمایا ”وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللَّهِ“ جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں ”يَهْدِ اللَّهُ قُلُوبَهُ“ وہ اس کے دل کو سکون و آرام سے بھر دے گا۔ ”وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ“ اللہ سب چیزوں کو جاننے والا ہے، ہر چیز جانتا ہے۔

ایمان کا پہلا مرحلہ نبی پر اعتماد ہے

”وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ“ اطاعت بجالاؤ اللہ تعالیٰ کی اور فرما نبی داری کرو رسول اللہ ﷺ کی ”فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ“ اگر تم نے نہ موڑ اور اطاعت میں کمی کی ”فَإِنَّمَا عَلَيْكُمْ رَسُولٌ مِّنَ الْبَلِغِ الْمُبِينِ“ (سورہ تغابن آیت ۱۶) پس بے شک ہمارے پیغمبر کے ذمے پہنچانا ہے کھل کر، پیغمبر کا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام پوری دیانت و امانت کے ساتھ پہنچانا ہے۔ الحمد للہ خدا کے رسول اور نبی نے خدائی امانت کو انتہائی صدق اور سچائی کے ساتھ اس پیغام کو سب تک پہنچایا ہے اور زمین و آسمان کی ہر مخلقت اس کی گواہ ہے۔ ”اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ“ ایمان اس کو کہتے ہیں کہ تمام قدرتوں کو اپنانے کے لئے اللہ کا سہارا لیا جائے، تمام منصبیتوں سے بچنے کے لئے اسی کو پکارا جائے اور یہی مسئلہ سمجھایا جا رہا ہے۔ عجیب زمانہ آیا ہے کہ جو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتے ہی وہ بھی خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ بدعتی کہتے ہیں ہم بھی مسلمان ہیں، تادیبانی اور پرویزی سمجھتے ہیں ہم سے بڑا مسلمان تو کوئی ہے ہی نہیں کیونکہ سب پرانے پیغمبروں کو مانتے ہیں ہم نیا انگریزی نبی غلام احمد تادیبانی کو مانتے ہیں اس لئے ہم زیادہ ایمان والے ہیں۔ فرعون بھی جب بحر احرار میں ڈوب رہا تھا تو یہی کہہ رہا تھا ”قَالَ امْنْتُ اَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي امْنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ (سورہ یونس آیت ۹۰) بنی اسرائیل کا حوالہ دیا امنت بھی کہہ رہا ہے لا الہ بھی کہہ رہا ہے لیکن ایک بد نصیبی تھی فرعون کی، وہ یہ کہ بنی اسرائیل کا حوالہ تو دیا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام نہیں لیا کیونکہ اس نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون سے آخری وقت تک بغض برقرار رکھا۔

چنانچہ جو بزرگان دین علماء اولیاء انبیاء کے ساتھ بغض رکھے گا وہ کبھی ایمان لے کے نہیں جائے گا ان آیات سے یہ سبق حاصل ہوا ہے۔ ایمان نبی کے بغیر معتبر نہیں ہوتا بلکہ صحیح یہ ہے کہ ایمان بغیر علماء کے بھی معتبر نہیں ہوتا۔ مرزائی کیوں کافر ہیں علماء کا فیصلہ ہے، مکررین حدیث کیوں کافر ہیں علماء کا فیصلہ ہے۔ علماء ”انتم شہداء اللہ فی الارض“ اللہ نے روئے زمین پر ان کو اپنے دین کا کوہ بنالیا ہے۔ جو کسی کو کوہ بنانا ہے پھر اس کی بات ماننا ہے۔

فرعون کے جادوگر ایمان سے پہلے اور ایمان کے بعد !

اس کے مقابلے میں فرعون کے جادوگروں نے جو ایمان لایا تو انہوں نے کہا ”امنا برب موسیٰ و ہارون“ ہم اس رب پر ایمان لائے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا ایمان ہے وہ سیکندروں میں قبول ہو گیا اور کفر کی تمام اندھیریاں چھٹ گئیں اور تمام پردے ہٹا دیئے گئے۔ اور ان کے دل پر مبر و تسکین کا مہم رکھ دیا گیا۔

اب وہی فرعون جس سے وہ کہہ رہے ہیں ”۔۔۔ لعلنا اجرا“ ہمیں کچھ ملے گا اگر ہم کامیاب ہو گئے روٹی کپڑا مکان مانگ رہے تھے لیکن جب ایمان لے آئے تو اب اتنی فرعون کو کہہ رہے ہیں ”فاقیض ما انت قاض“ جو تم کر سکتے ہو کر کے دکھاؤ کیا کر سکتے ہو تم، پہلے کتنے بزدل تھے کہ روٹی کپڑا مکان فرعون سے مانگ رہے ہیں اور ایمان لانے کے بعد جرأت اور شجاعت کو دیکھیں ”فاقیض ما انت قاض ط انما تقضی هذه الحیوة الدنیا“ (سورہ ط آیت ۲۷) زیادہ سے زیادہ اس دنیا میں تکلیف آسکتی ہے آگے تیرا کچھ

نہیں چاہا وہاں ہم اپنے رب کے یہاں جائیں گے اور وہاں ہمارے مزے ہو گئے اس کو ایمان کہتے ہیں اس کے ساتھ پھر بڑی دل جمع نہیں ہوتی۔

بعض لوگ ساٹھ سال کے بھی مسلمان ہیں اور پچاس پچپن سال کے بھی مسلمان ہیں اور یہ ایمان ایک لاکھ چوبیس ہزار پینہروں پر اور سید الانبیاء والہ سید الاولیاء والہ اتھین سید الانفعاء یوم الدین جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر بھی ایمان ہے، کتاب بڑا ایمان ہے اور وہ چند لمحوں کا ایمان اور چند سیکندروں کا ایمان ہے اور صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر ہے اس کے علاوہ ان کو کچھ بھی معلوم نہیں کیونکہ ان کو اتنا موقع ہی نہیں ملا لیکن ایمان کی طاقت کے بعد وہ صاف کہتے ہیں نہ اب وہ فرعون کی فرعونیت سے ڈرتے ہیں، نہ فرعون کے دہل و فریب سے اور نہ وہ یہ سوچتے ہیں کہ ہمارا کیا بنے گا کیونکہ انہوں نے اپنے تمام تر اختیارات ختم کر کے ایک اللہ فعال لما یرید کے اختیار و تصرف پر اپنا ایمان مضبوط کیا ہے۔

اسلام میں سب سے اہم مسئلہ تو حید کا ہے

وہ اللہ ذاتی بڑی ذات ہے کہ اس پر ایمان کے بعد اس کے علاوہ ساری دنیا کے مسائل، مصائب اور پریشانیاں بہت چھوٹی نظر آتی ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ اللہ اس لئے فرماتے ہیں کہ ایمان اس کو کہتے ہیں جس میں غیر اللہ کا سہارا نہ ہو، اللہ لا الہ الاہو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی حاجت روا ہے وہی مشکل کشا اور کارساز ہے وہی عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہے، پناہ دینے والا بھی وہی ہے اور زمین و آسمان میں اس کا اختیار و تصرف

ہے۔ عزت و ذلت اور موت و حیات کا ماحک وہ اکیلا ہے، دنیا اور آخرت کے تمام افعال و امور کا متصرف وہی ہے۔ یہ ہے خدا اور اس کو ماننا اور اس طرح ماننا کہ درمیان میں کوئی اور

نہ ہو، یہ نہیں کہ

بسمسلمان اللہ اللہ بابرہمن رام رام

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ یہاں تو حید کا مسئلہ سننے ہیں اور باہر جا کر عرس میں بھی شرکت کرتے ہیں، تیجوں کی مجالس میں بھی جاتے ہیں، کوہنہ بھی بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو کہ نذو مسلمان ہیں اور نہ ہی ہندو، ”لا الہ الا ہو“ کہتے ہیں۔ قرآن کریم اس لئے ایک راستہ بتاتا ہے ”لا الہ الا ہو“ علی اللہ فلیستو کل المسمون“ (سورہ تغابن آیت ۱۶) صرف اس ایک اللہ حاجت روا مشکل کشا اور کارساز پر سارے مسلمانوں کو اعتماد کرنا ہے۔

ایک بدعتی ایک زمانے میں ہمارے یہاں دورہ تفسیر میں شریک تھا مجھے ایک دن کہنے لگا کہ تو حید تو ہم بھی مانتے ہیں میں نے کہا آپ مانتے ہیں لیکن جانتے نہیں ہیں اگر آپ تو حید کو جان گئے تو پھر آپ مانیں گے نہیں، کہنے لگا وہ کیسے؟ میں نے اس کے سامنے تو حید کی تختہ تشریح کی تھوڑی تقریر سننے کے بعد مجھے کہتا ہے کہ یہ تو میں نہیں مانتا، میں نے اس سے کہا کہ اگر صرف لا الہ الا اللہ کہنے سے ہر کوئی مسلمان ہوتا تو پھر مرزائیوں، پرویزئیوں اور ان کے علاوہ جو دیگر کفار اور مرتدین ہیں وہ سب کیوں اسلام سے خارج ہیں، وہ اس لئے کہ وہ لا الہ الا اللہ تو پڑھتے ہیں لیکن اس کے چھپے جو ایک مفہوم ہے وہ ہندو سے برا ہے اور اسے کہتے ہیں خدا شناسی اور باطل وغیرہ سے دشمن داری، یہ ہے کلہ کا اعتناء۔

مشرکین اور کلمہ تو حید

یہ وہ کلمہ تھا کہ مشرکین روتے پیٹتے تھے اور کہتے تھے یہ ہم نہیں پڑھیں گے کیونکہ ان کو پتہ تھا اگر یہ پڑھ لیا تو ان کے تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت ناکارہ ہو جائیں گے، عقل اور سمجھ میں وہ ہمارے زمانے کے بدعتیوں سے زیادہ اچھے تھے کیونکہ وہ بات سمجھتے تھے۔ جب جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”قولوا لا الہ الا اللہ“ یہ سن کر وہ گھبرا گئے کہ اگر ہم اللہ پر ایمان لے آئے تو ہمارے سارے بت ختم ہو جائیں گے، ہم ان سے کیا مانگیں گے ابھی حضرت ﷺ نے اس کلمہ کی تشریح نہیں فرمائی تھی لیکن وہ سن کر ہی سمجھ گئے۔ اور ہمارے زمانے کے لوگ تو ماشاء اللہ نماز بھی شوق سے پڑھتے ہیں، شلوار کے پانچے بھی ہمیشہ ٹخنوں سے اوپر ہوتے ہیں مگر سر پر پگڑی وہی دجال والی رکھی ہوئی ہے جو کہ دجال کے سپاہیوں کی نشانی ہے اور کام وہی کرتے ہیں جو زندگی بھر ابو جہل، ابواب وغیرہ کرتے تھے اسی لئے اپنا نام رکھا ہے ”اللہ والوں کے پیارے“ ”درگاہوں کے ماننے والے“ آپ درگاہوں کے ماننے والے نہیں ہیں بلکہ آپ مندروں کے اور بتوں کو ماننے والے ہیں۔ درگاہوں کی ماننے کی صرف اتنی حقیقت ہے کہ یہ اللہ کا ایک نیک بندہ تھا جو اب زمین کے سپرد ہے اور جب آپ کا وہاں سے گزر ہو تو اخلاص اور ایمان کے ساتھ فاتحہ پڑھیں اور اس کی مغفرت کے لئے دعا کریں کہ یا اللہ یہ آپ کا ایک نیک بندہ تھا آپ اس کے اعمال اور عبادات قبول فرمائیں اور اپنے اس نیک بندے کے وسیلے سے ہماری تکلیف بھی دور فرمائیں، دیوبندی مسلک میں بالکل سو فیصد جائز ہے لیکن یہ سمجھنا کہ یہ حاجت روا، مشکل کشا ہے اور

کام کرنے والا ہے اور میزہ پار کرنے والا ہے یہ تو مکے کے کافروں کا عقیدہ ہے یہ مسلمان کا عقیدہ نہیں "اللہ لا الہ الاہو" اللہ کے سوا مشکل کشا حاجت روا، کارساز اور دونوں جہانوں کی مشکلیں مٹانے والا کوئی نہیں ہے "وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون" اتنی اللہ پر بھروسہ کرنا ہے مسلمانوں کو۔ غور کریں کہ آیت نازل ہو رہی ہے رسول اللہ ﷺ پر آپ ﷺ سارے نبی اور ولیوں کے سردار خود شریف فرما ہیں مگر یہ نہیں فرمایا کہ اس پیغمبر کو بھی مشکل میں پکار لو، ان کے ساتھ جو ایمان لائے ہیں ان جیسے مضبوط ایمان انبیاء کے بعد کسی کا نہیں ہے اور وہ سب اولیاء کا بلین ہیں (ابوبکر "عمر" اور تمام صحابہ) مگر یہ بھی نہیں فرمایا کہ ان پر بھی مشکلوں میں تکیہ کر لو، اور یہ بھی نصیحتوں کے ماننے والے ہیں "وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون" یعنی پیغمبر ﷺ صحابہ سارے جہاں کے نبی اور ولی قیامت تک آنے والے مسلمان وہ سارے صرف اور صرف اللہ پر توکل کرنے والے ہیں۔ یہ آیت حقیقت میں مشرکین و مبتدعین کی جڑیں کاٹ رہی ہے۔

تمہاری اولاد اور مال دشمن ہے! آیت کی تشریح

"یا ایہا الذین امنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم" بے شک تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہارے دشمن ہیں۔ "فاحذروہم" ان سے بچ کے رہو یعنی ان کی دشمنی سے بچو۔ "وان تعفوا" اگر معاف کرو "وتصفحوا" ان کے جرائم کی پردہ داری کرو اور "وتغفروا" اور درگزر کرو "فان اللہ غفور الرحیم" (سورہ لقمان آیت ۱۴) پس بے شک اللہ معاف فرمانے والا ہے۔ آیت میں اشارہ ہے کہ مجرم کو معاف کرنے سے

آپ کا نہ یہ بھی معاف ہو جائیگا، آپ کتنی غلطیاں کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ معاف فرماتے ہیں اس لئے آپ بھی معافی کا معاملہ کریں۔ بیٹے سے اگر کوئی غلطی ہوگئی ہے تو اس کو تنبیہ کریں اور چھوڑ دیں، علماء کہتے ہیں تنبیہ مناسب ہے لیکن اس کے بعد بھی آپ نے مارا ننگی کا معاملہ رکھا ہوا ہے، آپ کا چہرہ اترا ہوا ہے، وہ سام کرنا ہے آپ جواب نہیں دیتے، یہ خود اپنی اولاد کو سرکش بنانا ہے۔ جب وہ غلطی کر لے تو آپ اسے بھرپور تنبیہ کریں کیونکہ غلطی پر خاموش رہنا یہ مربی کی خصلت نہیں یہ اپنی اولاد سے دشمنی کرنا ہے کہ آپ اس کو غلط سچ کی تیز نہیں کروا رہے ہیں۔ حدیث میں ہے ایک جلیل القدر صحابی نے ایک شخص کو چھڑ لگایا (ا)تے بڑے صحابی ہیں کہ محدثین کہتے ہیں کہ امام نہ لیا کرو، جب حضرت ﷺ کو پتہ چلا تو شدید مارا ضرب ہو گئے اور فرمایا کہ مجھے پیغمبروں پر ایسی برتری نہ دیا کرو کہ اور انبیاء علیہم السلام کا مقام چھو نہ جائے۔ "وان تعفوا" اگر معاف کرو "وتصفحوا" اور درگزر کرو "وتغفروا" اور نوازو "فان اللہ غفور الرحیم" پس بے شک اللہ معاف فرمانے والا مہربان ہے۔ "انما اموالکم واولادکم فتنۃ" بے شک تمہارا مال اور تمہاری اولاد بھی آزمائش ہیں، امتحان ہیں "واللہ عندہ اجر عظیم" (سورہ لقمان آیت ۱۵) اور اللہ کے پاس بڑا اجر ملنے والا ہے۔ اگر اس آزمائش میں کامیاب ہو گئے یعنی اولاد کی پرورش درست نچ پر کی تو یہی اولاد دنیا و آخرت میں ذخیرہ ثابت ہوگی۔

اولاد کی صحیح پرورش آخرت میں ذخیرہ ثابت ہوگی

اولاد ہو تو اسے صالح بنانے کی کوشش کرو یہ نہیں کہ اس کو پیسوں کی مشین بنادو کہ

پیدا دیوانہ ہو جائے اور خوب پیسے لائے نہ باپ کو پہچانے اور نہ ماں کو جانے یہ آزمائش ہے۔ آپ اسے بڑے کالج اور یونیورسٹی میں داخل کرواتے ہیں اس سے پہلے اس بات کا محاسبہ کر لیں کہ دین کے بارے میں آپ نے اسے کیا تربیت دی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ پیرا تو مسلمان ہوا ہے لیکن آپ نے اسے کمیونٹ بنا دیا کہ وہ اپنے رب اور اپنے دین سے ہی ناواقف ہے۔ خدا تعالیٰ کے احکامات کے خلاف کر رہا ہے آپ نے اس کے ساتھ ظلم کیا ہے، آپ نے ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والے کو اس کے مذہب کے بارے میں کوئی راہنمائی نہیں دی۔ اس کو آپ نے ایک ایسے مقتل کے تختے پر بٹھایا ہے کہ کسی وقت میں بھی لقمہ اہل بن جائے گا۔ یہ آپ نے کوئی احسان نہیں کیا ہے بلکہ اس کی زندگی کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ آپ نے اپنے حساب سے بڑی فیس خرچ کی اور بڑی دولت خرچ کی اس کے اوپر لیکن اصل میں آپ نے اسے دین سے دور کر دیا۔ یہ آپ نے اللہ اور اللہ کے رسول کے خلاف کام کیا ہے، مرنے سے پہلے اپنی آنکھوں سے اور دل کے کانوں سے دیکھو اور سنو کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ اس لئے تو قرآن لاکار رہا ہے ”انما امرکم واولادکم فتنہ“ بے شک تمہارا مال اور تمہاری اولاد امتحان ہیں، امتحان میں اگرنا کام ہوئے تو بے عزتی ہے، خدا تعالیٰ سب کو کامیاب فرمائے ”واللہ عندہ اجر عظیم“ اللہ کے یہاں اس کا اجر بڑا ہے۔ یاد رکھیں کہ یہ مال کام آنے والا نہیں قرآن پاک میں ابولہب کے بارے میں ہے کہ ”انما اعمسىٰ عمه، ماله و ما کسب“ جو مال کما یا وہ اور جو کمایاں تھیں کچھ بھی کام نہ آیا ”سبیلیٰ نارا ذات لہب“ عنقریب جلنے والی دھکتی ہوئی آگ میں گر پڑنے والا ہے۔

تقویٰ بھی اسلام کا اہم رکن ہے

”فَتَقْوِ اللہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ“ اللہ سے ڈرو جتنا ہو سکے اب یہاں سے تقویٰ کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ کیونکہ اولاد کے ساتھ محبت بھی کرنی ہے ان کی تربیت بھی کرنی ہے اور آزمائش سے بھی بچنا ہے بیوی سے بھی تعلقات ہیں، رفیقہ حیات ہے، زندگی ان کے ساتھ گزارنی ہے اور ان کو عزت دینی ہے ساتھ میں ان کی دشمنی سے بھی پرہیز کرنا ہے اس کے لئے ایک راہنما اصول بتایا کہ تم خود اپنے اندر ایمان اور خوف خدا پیدا کرو یہ ساری آزمائش تو آپ کے ساتھ ہے۔ ”فَتَقْوِ اللہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ“ قرآن شریف میں اس سے پہلے ایک آیت نازل ہوئی سورہ آل عمران میں ”یا ایہذا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ“ ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ایسا ڈرو جیسے ڈرنا چاہئے، اس آیت کے نزول پر حضرات صحابہ کرام گھبرا گئے اور انہوں نے فرمایا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ مال و جائیداد، زراعت و تجارت یہ بیوی اور اس کی محبت، اولاد اور ان کی شفقت، خاندان اور ان کی قربت، یہ چیزیں کہیں رکاوٹ اور موانع ہو کہ اس سے تقویٰ میں خلل پیدا ہو یہ انتہائی درجے کا خوف لاحق ہوا، چنانچہ سورہ تغابن میں اس کا جواب آیا کہ ”حق تقاتہ“ کے معنی ہیں ”ما استطعتم“ انسانی قوت میں اس کی فکر و سوچ میں اور اس کے اختیار و تصرف میں جس قدر پرہیز، احتیاط، تقرب اور خوشنودی کے حصول کے دوائی اور اسباب ہیں وہ سارے استعمال کرو۔ چنانچہ شریعت کے احکام انسانی توفیق کے مطابق ہوتے ہیں جب ہم وضو کرتے ہیں تو جو اعضاء آسانی سے دھل سکتے تھے ان کا حکم آیا اگر یہ حکم آجائے کہ کانوں کے اندر پانی پہنچاؤ تو خطرہ تھا کہ کسی وقت کسی لکڑی کی

لوک پردے کو داغی کر دے زخمی کر دے تو وہ مکروہ ہو گیا اس کی اجازت ہی نہیں ہے بس اوپر سے ترانگی پھیرو، اگر آنکھوں کے اندر مسائی کے ذریعے پانی ڈالنے کا حکم ہوتا تب بھی مسلمانوں کو کرنا پڑتا لیکن اس میں آنکھوں کے نقصان کا خدشہ تھا تو حکم یہ ہے کہ نہیں آنکھیں تو دھونی ہی نہیں ہے۔ بس اوپر جو پانی بہ رہا ہے وہی کافی ہے یہی حال منس کا ہے جنابت کا، ایک چھوٹی سی مثال شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس ٹوپی میں آپ نماز پڑھتے ہیں جس پگڑی میں اور جن چیلوں میں آپ یوں پھر رہے ہیں آتے جاتے ہیں۔ اس ٹوپی اور پگڑی کے ساتھ اور ان چیلوں کے ساتھ ہیبت الخاء نہ جائیں، اس کے لئے ایک دوسری ٹوپی اور ہوا چاہئے جب طہارت کے لئے جانا ہو تو آدن سر پر رکھے، اس ٹوپی سے پھر نماز نہ پڑھے اور ایک چیل ہو جوتا ہو اور جب ضرورت وہاں کی ہو تو آپ وہ پکین لیں یہ اندر نہ لے جائیں، یہ آسان بھی ہے اگر یہ حکم آجانا کہ تم کپڑے بدل لو یہ آسان نہیں تقاضا یہ وقت اور دشواری کا مسئلہ تھا کہ جب بھی کوئی شخص چھٹاب کے لئے طہارت خانہ جائے یا قنماء حاجت کیلئے جائے تو وہ کپڑے بھی بدلنا شروع کر دے۔ یہ اسام کے اصول نہیں۔ چنانچہ اس کو منع فرمادیا کہ اس کی اجازت نہیں ہے خدا تعالیٰ سے ڈرنا ہے انسانی بساط کے مطابق ”واستعوا“ اور پورا دین سنو ”واطیعوا“ اور گردن نہاد ہو جاؤ، تا بعد اربعین جاؤ، دین سننا بھی فرض ہے اور اطاعت بھی فرض ہے دین نہ سننا آپ کو ابھی آگ کے حوالہ کرنا ہے۔

انفاق کی مختلف صورتیں

”والنفقوا“ اور پھر فرمایا کہ خرچ کر لو مال خرچ کر لو تو بیش خرچ کر لو، دین پر اولاد

اور قرابتوں کو قربان کر لو، تا کہ تمہیں دین کا وفاتار اور وزن معلوم ہو جائے۔ آج کل کے ماں باپ ایسے ہیں بچے کو اگر کسی مدرسے میں ڈالا ہے کچھ روز بعد واپس نکال لیا کہ جی وہاں گرمی ہوتی ہے، کہیں اور مدرسے میں ڈالا وہاں پتہ چلا کہ جی اس نظام میں قدرے سختی ہے فوراً بچے کو گھر بلایا۔ یہ آپ بچے کو دین سکھا رہے ہیں یا اسے دین کا مخالف بنا رہے ہیں۔ ایسا کرنے سے آپ اسے دنیا دار بنا رہے ہیں۔ اس لئے علماء کہتے ہیں کہ اولاد کیلئے معلم اور مربی اس مزاج کا رکھو جس میں نرمی کم ہو اور سختی زیادہ ہو ورنہ اگر قاری صاحب بچوں کے ساتھ ہنستے رہیں اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے اور ان کو ہمیشہ شاباش دیتے رہے تو عمر گزر جائیگی اور قاری صاحب کا یوٹیشن جاری رہے گا بچے کی کوئی ترقی نہیں ہوگی۔ اسلام کہتا ہے کہ جو کام بھی کرنا ہے وقت پر کرنا ہے بچہ قرآن شریف پڑھ رہا ہے آپ تربیت اور نگرانی کرتے رہیں۔ عموماً ایک کند ذہن اور کمزور بچہ دو سے تین سال تک حفظ کر لیتا ہے اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بچوں کے پانچ، چھ سال مک جاتے ہیں، اس کی دو وجوہات ہوتی ہیں یا استاد نا اہل ہوتا ہے یا پھر ماں باپ نا اہل ہیں، دونوں کے اتفاق سے بچے کی تعلیم سدھرے گی۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ اولاد کو ان کے سپرد کر لو بلکہ یہ آپ کا بھی فرض ہے کہ وقتاً فوقتاً وہاں آکر ٹیٹھو احوال دیکھو اگر واقعی طریق تعلیم غیر شرعی ہے تو قطعاً اس سے تربیت پانا حرام ناجائز ہے۔ یہ آپ ہی کا فرض ہے کہ اولاد کو سکھائے کہ ہمارا اصل علم، علم دین ہے، ہم اسی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اسی کی وجہ سے ہم نمازی ہو گئے، اسی سے ہمیں روزے کی تربیت ملتی ہے، یہیں سے ہم میں زکوٰۃ دینے کی قوت آتی ہے، حج کی سعادت ہمیں یہاں سے مل رہی ہے اور یہیں سے ہمیں حرام و حلال کی پہچان سمجھائی جاتی

ہے۔ ”فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ“ اللہ سے ڈرو جتنا تم سے ہو سکے ”وَاسْمِعُوا وَاطِيعُوا“ سنو اور کہنا ”وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِّأَنْفُسِكُمْ“ خرچ بھی کر لو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ خرچ کرو، خرچ کرو، خرچ کرو اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ مدرسہ محتاج ہیں یا یہ دین محتاج ہے نہیں! ”خَيْرًا لِّأَنْفُسِكُمْ“ خرچ کرنے والو یہ تمہارا لئے فائدہ مند ہے، اس کی وجہ سے بلاؤں سے بچ جاؤ گے، آفات نہیں آئیں گی، مال محفوظ رہے گا، عزت و آبرو محفوظ رہے گی۔ مال غلط اور خراب جگہوں میں استعمال ہونے سے تو بہتر ہے کہ کسی اچھے ما مدرسے میں خرچ کر لو، مسجد بنواؤ، طلباء کیلئے کتابیں خریدو، ان کو کپڑے مہیا کرو، دینی اداروں کے چلنے میں معاون و مساعدا ثابت ہو جاؤ، یہ ہے مقاصد ”خَيْرًا لِّأَنْفُسِكُمْ“ کا۔

انفاق کے سلسلے میں ایک حکایت

مشہور قصہ ہے کہ سوات کے جو والی تھے ان کے بڑے جو تھے وہ نیک آدمی تھے اس زمانے میں والی کوئی ایسا ممتاز آدمی نہیں ہوتا تھا، بس عاقلے کا بڑا ممتاز آدمی جو اتوی دار اور پرہیزگار ہوتا تھا وہی والی سمجھا جاتا تھا۔ وہاں ان کی مسجد میں مولانا محمد ابراہیم صاحب تھے جنہوں نے فتاویٰ ورہ دیہ کھا ہے، یہ استاد تھے حدیث پڑھاتے تھے اور مسجدوں میں اکثر طلباء رہتے تھے انگریزوں کے زمانے میں دارالعلوم دیوبند اور چند مدرسوں کے ناواہ پور۔ ملک میں کوئی دینی مدرسہ نہیں تھا۔ بس جہاں عالم بیٹھا ہوتا تھا وہاں تہیں چالیس مسافر طلباء اس سے پڑھتے تھے اور محلے کے لوگ ان کو کھانا مہیا کرتے تھے اس طریقے سے دین پڑھا جا رہا تھا، وہ مسجد پڑھنا۔ خود والی صاحب کی تھی اور والی صاحب بڑے نیک اتوی

دار آدمی تھے تو وہ اکثر گھر سے کھانا پکوا کے وہیں بھیجتے تھے اور والی صاحب شیخ فتنہ نماز با جماعت پڑھتے تھے تو اکثر کھانا جب نوکر لانا تھا تو وہ ساتھ ہوتے تھے کوئی ایک چیز ہاتھ میں لے لیتے تھے کہ اس بہانے طالب علموں کی خدمت ہو جائے گی یہ مہمانانِ رسول ہیں۔ ایک دن شدید بارش ہو رہی تھی تو والی صاحب گھر گئے ہوئے تھے کھانا لانے مگر بارش اتنی تیز تھی کہ ان کو آنے میں دیر ہو گئی انہوں نے یہ سوچا کہ ڈر بارش رک جائے تو میں چلا جاؤں گا۔ طالب علموں کو بھوک بگ رہی تھی اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ ہمارا وہ تیل کہاں ہیں جو ہمارا راشن لانا تھا اس دوران والی صاحب خود روٹیاں سر پر رکھ کے اور بدن میں سالن ڈال کر ہاتھ میں پکڑے ہوئے وہاں پہنچ گئے اور طالب علموں کی یہ بات انہوں نے سن لی انہیں یہ سن کر بہت افسوس ہوا اور انہوں نے سوچا کہ ہم ان کو سب کچھ دیتے ہیں اور یہ ہمیں تیل کہہ رہے ہیں واقعی آئندہ کیلئے ان کو نہیں کھانا چاہئے۔ بات ختم ہو گئی والی صاحب اپنے حالات میں لکھتے ہیں کہ رات کو خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے اور ساری دنیا پریشان ہے اور جہنم کے اوپر پل صراط کا پل باندھا گیا مستراح میں ہے کہ

”ادق من الشعير واحمد من السيف“ (مسند احمد حدیث نمبر ۲۵۰۶۰)

بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہوگا اور سب لوگ جو وہاں سے گزر رہے ہیں وہ نیچے گر رہے (مزید تفصیلات کے لئے مسلم ج ۱۰، مشکوٰۃ شریف ص ۹۱، مقدمہ یحییٰ) ہیں اور دنیا پریشان ہے دنیا ساری رو رہی ہے اچانک دیکھا کہ انہی طلباء کا ایک ریلہ آیا اور جیسے وہ وہاں پہنچے تو بال کے برابر باریک پل وہ یکدم چوڑا ہونے لگا دور دور تک باقاعدہ جیسے پل ہوتا ہے ایسا بن گیا اور وہ اوپر چڑھ گئے والی صاحب دنیا کے درمیان میں کھڑے

ہیں حیران پریشان ہو رہے ہیں، اچانک ایک طالب کی نظر ان پہ پڑی اور اس نے کہا کہ یہ تو ہمارا نفل ہے اور وہ نیچے اتر اور بازو سے والی صاحب کو پکڑا اور کہا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں آپ تو ہمارے لئے کھانا لے کر آیا کرتے تھے۔

جب صبح والی صاحب اٹھے تو زار و قطار روئے اور مولانا محمد امین صاحب کے پاس آئے اور ان کو اپنا سارا خواب سنایا اور کہا کہ واقعی اگر نجات کسی چیز پر موقوف ہے تو وہ دین کے تعاون پر ہی ہے۔ یہ علماء کرام اور طالب علم ان کی نسبت دین سے ہوتی ہے اسی لئے یہ طالب علم اور عالم کہلاتے ہیں ورنہ کتنے نام انسان ہیں جو دنیا میں گھوم رہے ہیں جنہیں کسی کی فکر نہیں ہے اور نہ ہی ان کی کسی کو فکر ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خرق کرو اسی میں تمہاری نجات ہے۔ آج کل لوگوں کو اور کوئی کام نہیں ہے تو علماء اور دینی مدارس کے خلاف باتیں شروع کر دی ہیں۔ لوگوں کی باتیں نہ سنو دشمنوں کی باتوں میں مت آؤ ”غیر الانفسکم“ خود تمہارے لئے بہتر ہے۔ دیکھو کھانا کھلا کے اور عمر بھر خدمت کر کے والی صاحب کا بیڑا پار ہو گیا۔ ”ومن یوق شح نفسه“ اور جو نفس کے بغل کی شرارت سے بچا ”فاللک ہم السفلحون“ (سورہ تنہا بن آیت ۱۶) وہی لوگ کامیاب ہیں نفس میں ایک شح کا معنی یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا بھی دین پر خرچ کرے تو بھی اسے تکلیف ہو یہ ”شح“ ہے اور خود نہیں دیتے ہیں یہ بغل ہے ”شح اقبیح درجات البخل“ ازبلفت کہتے ہیں بغل کا کارہ تمام کہ کوئی اور خرچ کرے اور تکلیف اسے ہو یہ شح ہے جس میں ہماری حکومت ملوث ہے ان کو یہ فکر لاحق ہے کہ لوگ مدارس کو کیوں چندہ دے رہے ہیں، جب اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے

ہیں تو وہ مال ان سے چور اور ڈاکو لوٹ کر لے جاتے ہیں بہتر ہے کہ وقت پر انسان اللہ کے دین پر خرچ کر لے تو تمام نسیبتوں اور آفات سے بچ جاتا ہے ”ومن یوق شح نفسه“ وہ جو نفس کی بغل کی شرارت سے بچا ”فاللک ہم السفلحون“ وہ لوگ کامیاب ہو گئے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

Settings\Muneeb\Desktop\Ahsan
Khutbat headings\Ayat134.tif not
found.

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کا سب سے بڑا فرد انسان ہے

اللہ تعالیٰ نے اس نظام کو بہت ناراضی وقت دیا ہے اور اس نظام کا جو سب سے بڑا فرد ہے وہ خود انسان ہے اور انسان کو عجائب اور غرائب کے درمیان گھیر لیا ہے۔ انسان کا تصور اور تشبیل بہت زیادہ ہے اگر یہ ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان بھی اس کو دیئے جاتے تو بھی یہ سیر نہیں ہوتا۔

نیم نانہ گھر خورد مرد خدا

بذل درویشاں کند نیمے دگر

ملک اقلیمے بگیرد پادشاہ

بمچنان در بندر اقلیمے دگر

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بادشاہ کو اگر ایک ملک مل جائے تو وہ اس کی فکر میں لگ جاتا ہے کہ دوسرا ملک کیسے ملے گا اور اللہ کے نیک بندوں کو اگر آدھی روٹی بھی مل جائے تو وہ بھی ان کے لئے زیادہ ہوتی ہے وہ اسے بھی آدھی کر کے خود کھا لیتے ہیں اور آدھی کسی مسکین اور درویش کو دے دیتے ہیں۔

بر کا آمد عمارتے نو ساخت

رفت و منزل بدیگرے پرداخت

واں دیگر ہم چنیں ہوسے

وین عمارت ہوسر نبرد کسے

tings\Muneeb\Desktop\Ahs
Khutbat headings\12.tif not
found.

الحمد لله جل وعلا، وصلى الله وسلم على رسوله المصطفى ونبيه
المجتبى وامينه على وحي السماء وعلى آله النجباء واصحابه الاتقياء الفضل
الخالق بعد الانبياء ومن يهديهم اقتدى وبآثارهم اقتفى من المفسرين
والمحدثين والفقهاء الى يوم الجزاء اما بعد!

فا عوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم
الَّذِينَ اِنْ مَكَنْتُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا
بِالسُّعْرَةِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُورِ (سورہ حج آیت ۴۱)
قال رسول الله ﷺ من اعظم الجهاد كلمة عمل عند سلطان جائر (ترمذی
ج ۳ ص ۴۰)

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل
ابراهيم انك حميد مجيد
اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلى آل
ابراهيم انك حميد مجيد

جو بھی آتا ہے وہ بڑا سرگرم ہوتا ہے کہ میں بہت ترقی کروں گا، میں ملک کو آسان تک اٹھا لوں گا، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پہلے کی جو کمی کوئی ہوتی ہے وہ اس کو بھلا دیتا ہے اور ایک ایسا حشر نشر قائم کر دیتا ہے کہ دنیا دنگ رہ جاتی ہے۔

ظالم حکمران اعمال کی کمزوری کا نتیجہ ہے

حجاج ابن یوسف کے مظالم کے بارے میں جب لوگوں نے شکایت کی تو بخاری شریف میں ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”اصبر و افسانہ لایا تسی علیکم زمان الا الذی بعدہ شرمہ“ (بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۴، مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۳۳) اے لوگو صبر کرو کیونکہ اگر ایک ظالم اترے گا تو دوسرا اس سے بڑھ کر مکارہ حکمران آئے گا۔ کیونکہ اعمال میں تو تبدیلی نہیں ہے اور اعمال دن بدن کمزور ہوتے جا رہے ہیں، جب عملی زندگی میں کوئی ترقی نہیں ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی بہتر انسان کام کے لئے ملک کی فڈرومنٹل کے لئے برسر افتد آجائے۔ جو لوگ اعمال میں کمزور ہوتے ہیں تو ان کے ذہن اس قابل نہیں ہوتے کہ وہ لوگ ایسے انسان کا چناؤ کریں جو اعمال اور اقوال کے اعتبار سے پختہ ہو۔ جو دہوار کمزور ہوتی ہے اس پر کبھی بھی لو بلا مشیو ط غمارت نہیں کھڑی کی جاسکتی۔

ہر شخص کہے گا کہ اس پر تنگ رکھو باریک باریک لکڑیاں اور خس و خاشاک ڈالو کیونکہ اس کے نیچے ستون اور سیمنٹ نہیں ہے، پختہ چھت کے لئے پختہ دیواریں درکار ہوتی ہیں۔

ہم اس انتظار میں تو بیٹھے ہیں کہ شاید کوئی اچھا آدمی آجائے اور اس اچھے آدمی

کے انتظار میں ہم نے صبح شام ایک کئے ہیں۔ لیکن اچھے لوگوں کے آنے کے لئے جس ماحول کی ضرورت ہوتی ہے، ہم خود اس سے بہت دور ہیں، اگر انسان اپنے اعمال کا محاسبہ کر لے تو اس کو نظر آجائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام امور حکمت کے ساتھ چل رہے ہیں۔

پاکستان میں اسلام ! ایک دھوکہ اور فریب

جب پاکستان پر ایک زمانہ گزر گیا اور تیس سال کے عرصے تک اسلامی نظام کے نام پر سرکاری اور عوامی سطح پر دغا بازی کی گئی اور یہ حقیقت مسلمہ ہو گئی کہ یہ قوم نہ اسلام چاہتی ہے اور نہ ہی مانتی ہے اور نہ ہی یہ نفاذ اسلام کے اہل ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ایک ملک کے دو ٹکڑے کر دیئے اور وہ ملک جس کا ایک ہی وجود تھا اس کا ایک دھڑ اور باڑو بٹھہ، ہستی سے کاٹ دیا گیا اور اس کا نام ہی نقشہ سے اتار دیا گیا، مشرقی پاکستان آج بنگلہ دیش کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس میں وہاں کے لوگوں نے بھی بے انصافی سے کام لیا کیونکہ ملک اگر الگ ہو بھی گیا تھا تو نام تبدیل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ دنیا کے نقشے پر ایسے ممالک بھی ہیں جو الگ تو ہوئے ہیں لیکن انہوں نے اپنا نام وہی پرانا برقرار رکھا۔ اس ملک میں رہنے والے لوگ بھی مسلمان تھے اور انہوں نے بھی ملک کی آزادی کے لئے ہمارے ساتھ مل کر قربانیاں دی تھیں اور وہ مغربی پاکستان کے لوگوں کو بھائی سمجھتے تھے اور مغربی پاکستان کے لوگ بھی اسلامی رشتے سے انکو بھائی مانتے تھے۔ لیکن برسر افتد ارا افراد ایسے نا اہل تھے کہ اسلام آباد کو بچانے کے لئے پورے ملک کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا اور پھر بھی اس پارٹی کا لیڈر اور اس کی پارٹی کا اب تک یہ دعویٰ ہے کہ ملک بچانے والے ہم ہیں اور ہم سے زیادہ

اس ملک کا کوئی خیر خواہ نہیں ہے۔

اُس زمانے کا وزیر اعظم جلسوں میں کہتا تھا کہ ہمارے ہوتے ہوئے پاکستان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے اور پاکستان کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس کے جواب میں اس وقت کے اہل حق کے سالار، میدان سیاست کے فاتح اور اپنے وقت کے مسلمہ مفتی اور مادر زاد فقیر حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جلسے میں کہا کہ یہ بات بالکل ٹھیک ہے کیونکہ جتنا نقصان پہنچا ہے وہ بھی آپ نے ہی پہنچایا ہے اور آئندہ بھی جو پہنچے گا وہ بھی آپ ہی سے پہنچے گا کسی اور کو پہنچانے کی ضرورت ہی نہیں ہوگی۔ پاکستان کو تباہ کرنے کے لئے آپ اکیلے ہی کافی ہیں۔

پاکستان کا وجود اور مسلمانوں کی ذمہ داری

سب سے بڑا کام پاکستان بننے کے بعد جو مسلمانوں کے ذمے تھا وہ اسلامی نظام کا نفاذ تھا، ایک ملک میں ایک باقاعدہ نظام ضروری ہوتا ہے، اس نظام کے تحت عدالتیں چلتی ہیں، مقننہ کار فرما ہوتی ہے، انتظامیہ اپنا کام دکھاتی ہے، رعایا اور عوام مکہ کا سانس لیتے ہیں، انہیں کچھ آرام اور راحت کی گھڑیاں نصیب ہوتی ہیں اور وہ اپنی زندگی میں کچھ عدل و فضل اور انصاف کی فضا محسوس کرتے ہیں، یہ ایک ملک بننے کے بعد اس کے آئین اور نظام کا تقاضہ ہوتا ہے۔ لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ ملک کو انگریزوں سے تو آزاد کر لیا گیا، ہندو اور مسلمان دونوں نے مل کر اس کے لئے قربانیاں دیں اور انگریز کو کہا گیا کہ آپ نے بڑا ظلم کیا ہے کہ اتنے طویل عرصے تک یہاں قابض رہے اور یہاں کے لوگوں کو اپنا نظام بنا

کر رکھا لیکن تعجب یہ ہے کہ انگریزوں کو تو نکالا مگر انکے نظام کو برقرار رہنے دیا، یہ کس قدر غیرت کے معافی اقدام ہے کہ ایک شخص کو جب وہ غاصب اور قابض ہو آپ باہر نکالیں لیکن اس کے جانے کے بعد اس کے ترانے آپ گاتے رہیں کہ وہ ایسے گاتا تھا، وہ ایسے چماتا تھا، وہ اپنے دشمنوں کو ایسے مارتا تھا اور اپنے دوستوں کو ایسے نوازتا تھا، اگر یہی سب کرنا تھا تو اس کو نکالنے کی کیا ضرورت تھی، کیونکہ آپ کے اعمال سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس سے کتنی دل آویزی اور دلی محبت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ پاکستان کے بانیوں میں شعور پورا نہیں تھا اور اخاص کی کمی تھی، شعور پورا ہوتا تو ملک کے حصول کے ساتھ پہلے دن ہی یہ اعلان ہو گیا ہوتا کہ پاکستان کا نظام آئین صرف اور صرف اسلام ہوگا اور اس میں اسلامی احکام کا نفاذ ہوگا۔ اس کے بڑے فوائد تھے، اسلامی افراد آگے بڑھتے، لوگ اسلام کو سمجھنے کی کوشش کرتے، انگریزی قانون سیکھنے کی طرف توجہ کم ہو جاتی اور یوں انگریزیت، مغربیت اور دشمنوں کے ظالمانہ سیاہ قوانین ماند پڑ جاتے، اسلام صرف مسجد اور مدرسوں تک محدود نہ رہتا بلکہ بازاروں میں، اسمبلیوں میں، ایوان بالا میں اور ملک کے بڑے بڑے اداروں میں اسلام گھن گرج کے ساتھ آ جاتا۔

آج اس کے نقصانات ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے اپنے لوگ خود اسلام سے کس قدر باغی ہو گئے ہیں، یہ اس ملک کی کتنی بڑی بد قسمتی ہے کہ ملک میں ۹۹ فیصد آبادی خالص مسلمانوں کی ہے جو کہ قرآن کو آسمانی کتاب مانتے ہیں، سنت نبوی ﷺ کو قرآن کی کامل تشریح کہتے ہیں، فقہ میں امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے طرز استدلال کے پابند ہیں، سب پانچ نمازیں فرض مانتے ہیں، زکوٰۃ فرض مانتے ہیں، تمہیں

روز۔ رمضان کے مہینے کے فرض مانتے ہیں، عمر بھر میں ایک مرتبہ حج کی فرضیت کے قائل ہیں، حلال کو حلال اور حرام کو حرام مانتے ہیں دروغ نہیں کرتے، جناب رسول اللہ ﷺ کو کونین کے سرخیل اور سر لشکر پیشبر اور خاتم النبیین مانتے ہیں ان تمام باتوں کے باوجود انہیں اپنے ملک میں اسلام کا آئین اور شرعی نظام نصیب نہیں ہوا۔

اس لئے ملک کے کسی کو نے یا حصہ میں اگر کچھ لوگ اپنے لئے اسلامی نظام طلب کرتے ہیں تو حکمرانوں کے لئے یہ مشکل مرحلہ ہوتا ہے کیونکہ ملک کے ۹۹ فیصد رقبے پر تو غیر اسلامی آئین نافذ ہے اور کسی ایک کو نے میں چند افراد کہیں کہ ہمیں ایک اسلام چاہیے۔ یہ اسلام اتنا پیچھے کیوں دھکیلا گیا کہ یہ صرف پہاڑوں اور وادیوں میں اور ملک جہاں ختم ہوتا ہے ان سرحدات میں جا کر ٹھہرا ہوا ہے۔ اسلام نے آخر کسی کا کیا بگاڑا تھا۔ اسلام نے تو اخلاق کا پروگرام دیا، تقویٰ کی تعلیم دی، لوگوں کو انسانیت کے قریب کیا، شرافت کے چٹھے بہائے، زرین اصولوں کے اسباق دیئے اور ہر ظلم اور تمام بدعنوانیوں سے اسلام نے سب سے پہلے منع کر دیا، چاہئے تو یہ تھا کہ اس اسلام کو عزت اور احترام کے ساتھ پورے ملک اور اس کے کو نے کو نے پر نافذ کیا جاتا لیکن عجیب بات ہے کہ

وہ دین جو بڑی شان سے نکلا تھا عرب سے
پر دیں میں جا کر وہ غریب الغریاء ہے

دنیا تو بے وفا تھی مگر تجھ کو کیا ہوا

میں یہاں کوئی سیاسی تقریر کرنے نہیں بیٹھا ہوں اور مجھے سیاست آتی بھی

نہیں ہے اس لئے کہ مجھے ان سے کبھی کوئی سروکار نہیں رہا اور نہ ہی مجھے ان لوگوں سے کوئی مناسبت ہے اور اب تو اس زمانے کے سیاسی لیڈروں کو دیکھ کر اور بھی طبیعت مرجھا گئی ہے کیونکہ سیاسی دوستوں نے بھی اپنے فرائض منصبی پورے نہیں فرمائے

دیکھی جو بے رخی تو حیرت ہوئی مجھے

دنیا تو بے وفا تھی مگر تجھ کو کیا ہوا

یہ ہمارے لوگ بھی رنگ بدلتے رہتے ہیں اور اپنے بیان میں وہ بھی دنیا کی آتما کو خوش رکھتے ہیں کہ کہیں وہ ان سے ناراض نہ ہو جائے اور نئے سیٹ اپ میں انہیں اچھا موقع نہ ملے۔ یاد رکھیں دو بادشاہ ایک وقت میں خوش نہیں ہو گئے اس لئے یہ سیاست بہت مشکل کام ہے کیونکہ اس میں دنیاوی بادشاہ کو خوش کرنا پڑتا ہے اور اس کے لئے خالق و مالک دو جہاں کی نافرمانی کرنی پڑتی ہے اور یہیں آکر انسان اور پھر مسلمان اپنا دینی تشخص کھو بیٹھتا ہے۔

خولجہ خواجگان نظام الملک والدین حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خلیفہ نے خط لکھ کر اجازت طلب کی کہ دہلی کا بادشاہ حج کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ میں بھی اس کے ساتھ حج کروں اگر آپ کی اجازت ہو تو اس کے ساتھ حج پر چلا جاؤں۔ حضرت خولجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک سفر اور ایک عبادت میں دو بادشاہ خوش نہیں ہو گئے، اگر آپ نے اس بادشاہ کا خیال رکھا تو عبادت میں کمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خفا ہو جائیں گے اور اگر آپ نے اُس بادشاہ حقیقی اور شہنشاہ مطلق خالق و مالک اللہ رب العالمین کی خوشنودی اور رضا کی کوشش کی تو بادشاہ سے کنارہ کش ہونا پڑے گا، یہ آپ سے

ناراض ہو جائے گا اس لئے ایک سفر میں ایک عبادت سے ایک بادشاہ خوش ہوگا دو بادشاہ خوش نہیں ہو سکتے۔

لوگ سمجھتے ہیں یہ بھی ایک سیاست ہے کہ آدمی مذہبی رہنا بھی ہو اور وہ ہش انتظامیہ کو بھی اعتماد میں لے اور اس کا جو نفل بچہ ہے اس کو بھی خوش رکھے اور وہ یہ کہ یہ بڑے اعتدال والے علمائے کرام ہیں بڑے اچھے ہیں۔ ٹھیک ہے، ایک سوچ یہ بھی ہے کہ یہ اچھی سیاست ہے لیکن اس عاجز اور فقیر کے نزدیک یہ ناکام سیاست ہے۔ ہمارے بزرگ جو اس میدان میں آگے بڑھے تھے وہ اس لئے نہیں کہ وقت کے بادشاہوں کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کر کے اور ان کی منت سماجت کر کے چمکے ہوئے کام کر انہیں گے اور اپنے اغراض و مقاصد کو اول اور اسلام کو پیچھے دھکیلیں گے بلکہ وہ ان کے غلط کو غلط کہنے اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سچ بات کرنے کے لئے آگے بڑھے تھے اور ایسا کرنے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں سرفیض کامیاب بھی کیا تھا۔

وہو آباء تھے تمہارے۔ بتاؤ تم کیا ہو

فتنہ کا مطلب اور اس سے بچاؤ کا طریقہ

یہ فتنے کا دور ہے، فتنہ اس کو کہتے ہیں کہ آدمیوں سے بچ بھی نہیں سکتا اور پورا اس کا ہو بھی نہیں سکتا۔ فتنہ شراب کو نہیں کہتے وہو مطلق حرام ہے سب کے لئے، فتنہ زنا کو نہیں کہتے اس پر کوڑے لگتے ہیں سنگسار ہو جائے گا، فتنہ ایک ایسے مرحلے کو کہتے ہیں کہ جسے کرنا بھی ہے اور اس سے بچنا بھی ہے۔

اب اس دور میں حکومت میں رہنا بھی ایک منہیت ہے اور اگر بالکل اس سے کنارہ کشی اختیار کی جائے تو پھر آہلی میں اسلام کا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا اس لئے میرے حساب سے سیاسی علماء کا امتحان زیادہ سخت ہے۔ دراصل اس نقصان کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں میں سے نیک خصائیں ختم ہو رہی ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمیں اچھے ماحول اور اچھا فرمانروا نصیب ہو جائے۔ آہلی رہے یا نہ رہے، قوم تو وہی ہے اور قوم کے بہادر بھی وہی ہونگے جو چنے جاتے ہیں جیسے پہلے تھے ان جیسے پھر چنے جائیں گے کیونکہ چنے والے وہی لوگ ہیں انھوں نے کسی ایسے شخص کو نہیں لانا ہے جو خیر کی تہدیلی لانے اور اسلام کے لئے مفید ثابت ہو۔ انہوں نے خود انان میں کہا ہے اور وہ تقریر میں نے سنی ہے اور یہ بات ریکارڈ پر بھی موجود ہے کہ میں نے جن جن کرفوج سے تمام مذہبی لوگوں کو نکالا ہے، یہ سب بات پوری دنیا نے سنی ہے۔

لیکن لوگوں کے ضمیر ختم ہو گئے ہیں، شعور ماند پڑ گیا ہے اور عقلاؤں کو نالے مگ گئے۔ اس پر ملک بھر میں چھوٹا سا بیان بھی نہیں آیا، صاف لفظوں میں کہا کہ میں نے جن جن کو امریکا کو اعتماد میں لینے کے لئے ان تمام لوگوں کو فوج سے باہر نکال دیا جو مذہب کے ساتھ وابستگی رکھتے تھے۔ ہمارے ملک کا کتنا بڑا سانحہ ہے، اتنا بڑا حادثہ پیش آیا ہے کہ ہائی کمانڈ پر، عالی قیادت پر کسی مذہبی آدمی کا ٹھہرنا یہ نہ اندرون ملک کے عناصر کو برداشت ہے اور نہ ہی بیرونی دنیا کو۔ اس کے بعد ان کو یہ اطمینان ہو گیا کہ اب ہم ان سے ان کی چیزیں سلب کر سکتے ہیں کہ یہ نام کے مسلمان ہوں لیکن حقیقت کے مسلمان نہ ہوں اور ان میں جہاد کا شعور مذہبی غیرت اور مذہبی پختگی موجود نہ ہو۔

مذہبی غیرت دین کا تقاضہ ہے

جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی سے جب سنا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ جب ہم اپنے گھر میں کسی فرد کو ہر کام میں دیکھیں گے تو ہم کو اہوں کو نہیں ڈھونڈیں گے، ہم پہلے اس کا کام تمام کر دیں گے۔ جب یہ بات جناب نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اتعجبون من غیرت سعد“ تم سعد بن عبادہ کی غیرت پر حیرت کرتے ہو! انا اغیر منہ“ مجھ میں اس سے زیادہ غیرت ہے ”واللہ اغیر منی“ اور اللہ تعالیٰ میں تو بہت زیادہ غیرت ہے اتنی لئے شریعت میں تمام گناہوں پر سخت وعیدیں ہیں (بخاری ج ۲ ص ۱۰۲، ۱۰۳) غیرت صرف وقتی جذبہ کا نام نہیں غیرت جذبہ کے نفاذ کا نام ہے۔ ایک شخص میں جذبہ ہے اس جذبہ کے تحت اس نے ایک آدمی کو قتل کر دیا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ وہ آدمی کوئی اور تھا تو اس غیرت کو شریعت نہیں مانتی۔ آپ ﷺ نے سعد پر اس لئے اعتراض کیا کہ ثبوت شرعی ضروری ہے بغیر ثبوت کے آپ نے قدم اٹھایا تو پکڑ میں آجائے، اسلام مار دھاڑا اور واولیہ کی حمایت نہیں کرنا، اسلام سوچ سمجھ کر پورا ہاتھ ڈالنے کا قائل مذہب ہے۔ جب ایک دفعہ ثابت ہو جائے کہ یہ ہمارے دین کا دشمن ہے، ہماری عزت و ناموس کا دشمن ہے، اسلامی تعلیمات کا دشمن ہے، اسلام کو برداشت نہیں کرنا اور یہ بات اسلام تسلیم کرے تب جا کے مسلمانوں کو آگے بڑھنے کا حکم ملتا ہے اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا: ”اتعجبون من غیرت سعد“ سعد کی غیرت ٹھیک ہے اس کی حد تک ہے ”انا اغیر منہ“ مجھ میں اس سے زیادہ غیرت ہے جو میں کہتا ہوں کو وہ پیش کرنے پڑیں گے ”واللہ اغیر منی“ اللہ تعالیٰ تو بہت

زیادہ غیرتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ ناحق کسی پہ ہاتھ نہ ڈالا جائے ہر شخص کی عزت اور آبرو مسلم ہے، محفوظ ہے۔

اسلامی ملک میں، اسلامی قوانین کے اعتبار سے مسلمان تو درکنار غیر مسلم بھی محفوظ ہوتے ہیں جنہوں نے ایک اسلامی ملک میں پناہ لی ہے، وہاں کے مکین ہیں، وہاں کے باسی ہیں، وہاں رہنے سہنے کا حق رکھتے ہیں۔ ایسے ہی موقع پر جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب انہوں نے تسلیم کیا کہ یہ اپنے کفر کے ساتھ ہمیں نقصان پہنچائے بغیر یا ہمارے دشمنوں کی حمایت کئے بغیر ہمارے امن کے اندر رہیں گے ہاں یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو وہی آرام ملے گا جو ہمیں مل رہا ہے اور ان کو وہی تکلیفیں پہنچیں گی جو ہمیں پہنچ رہی ہیں۔ ہماری فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے اور ان کا لحاظ رکھا گیا ہے ”الخصم لہم کالخل لنا والخنزیر کالشاة“ (ہدایہ آخرین ص ۲۰) شراب ان کے لئے ایسی ہے جیسے ہمارے لئے دودھ ہے خنزیر ان کے لئے ایسا ہے جیسے ہمارے لئے بکری ہے، یہ ان کے مذہب میں ہیں ان کے مذہب سمیت ان کو یہاں رہنے کی اجازت ملی ہے، لیکن اسلامی معاشرے کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لئے ہماری فقہ میں یہ مسئلہ بھی قرآن و سنت سے نکالا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ وہ شراب کا یا خنزیر کے گوشت کا کسی قسم کا کاروبار نہیں کریں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا کرنے سے ایک ایسی چیز جس کو شریعت نے مطلقاً حرام کہا ہے اس کی دوڑ پیدا ہو جائے گی اور وہ حلال چیزوں کے ساتھ غلط ملل ہو جائے گی۔

پاکستان میں شراب خانے ! ایک پروگرام ایک سازش

اب تو حیرانگی کا مقام یہ ہے کہ پاکستان میں شراب خانے اتنے زیادہ کھل رہے ہیں جیسے یہ کوئی اسلامی ملک ہے ہی نہیں اور پھر ان مقامات کو تحفظ بھی دیا جاتا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس شراب کو پینے کے لئے یہود اور نصاریٰ نہیں آتے ہیں، ایک خاص سازش کے تحت ہمارے مسلمانوں کو ہی اس کا نادہ بنایا جا رہا ہے۔ وہ لوگ جن کی غیرت ختم ہو چکی ہے اور جو معاشی اور گناہ کے مرتکب ہیں وہ جا کر کے اپنے اللہ کو ناراض کرنے اور جہنم مول لینے کے لئے وہیں بیٹھے رہتے ہیں۔ اسلامی ملک میں ایک کافر اور ایک بے دین اپنے گھر پر جو چاہے کر۔ لیکن اسے اس کی شہرت، نشر و اشاعت اور پھیلنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے، اس پر بندش رہے گی۔ چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہوا ہے کہ جس یہودی یا نصرانی نے ہمارے ساتھ معاہدہ کر کے ہمارے ملک میں ذمی کے طور پر رہنے لگا، اسے امن دیا جائے گا اور اسے کام کاج کی پوری اجازت ہوگی وہ تجارت کرے یا زراعت کرے "الا من ادبوا لیس بیننا و بینہم عہد" لیکن اگر وہ سود کا مرتکب ہو اور وہ سودی کاروبار کرنے لگا تو اس کا عہد، اس کا ذمہ، اس کو جو دستاویز امن کا دیا گیا تھا وہ سارا کالعدم ہو جائے گا "الا من ادبوا لیس بیننا و بینہم عہد"۔

پاکستان میں اسلامی بینکاری ! ایک پروگرام ایک سازش

ماشاء اللہ اب تو خود ہمارے مسلمان اور مسلمانوں میں بھی مختلط طبقہ اسلامی بینکاری کے نام پر اپنا سودی کاروبار چلا رہے ہیں اور اس کا طریقہ انہوں نے بہت آسان

نکالا ہے کہ بینک کے اندر کسی سود خور کی ناسید اور نصرت سے ایک شخص کو بیٹھا لیتے ہیں کہ اس نے اسلامی بینکاری میں ڈگری لی ہے، اس کی اجازت ہے اور فلاں مولوی کا فتویٰ ہے کہ آؤ اور سود کھانا یہ ایسا نیا اسلام ہے کہ اس میں سود بھی جائز ہو گیا۔

ہمیں تین چار سال کی تحقیق کے باوجود یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اسلامی بینکاری اور سودی بینکاری میں کیا فرق ہے؟ بلکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ نام بینکاری سے زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ یہ اسلام کے نام پر ایک دھبہ اور خالص دھوکہ ہے کیونکہ ان بینکوں میں جاتے ہوئے ایک مومن کلمہ کو نمازی حلال و حرام کا فرق کرنے والا دل میں ڈرا ہوا ہوتا ہے کہ جتنا جلد ہو سکے مجھے اس سے نجات ملے لیکن اس اسلامی بینکاری کی طرف جانے والے کہیں گے کہ کچھ مولوی جنہوں نے یہ شروع کیا ہے وہ جانے ان کا کام جانے۔

سود کی حرمت قطعی ہے، مولوی کی مجال نہیں ہے اس کو ختم کرنے کی، واضح رہے کہ سود تمام شرائع اور ادیان میں حرام رہا ہے (فتاویٰ ثانی ج ۵ ص ۴۵۵ بیروت، فقہ السنۃ ج ۳ ص ۱۵۵)۔ یہ ایک خاص سازش اور پورے پروگرام کے تحت ہوا ہے پہلے تو اس بات کا خوب پروپیگنڈہ کیا گیا کہ "بینک کی نوکری حرام"، "بینک والوں کے ساتھ قربانی ناجائز"، "بینک والوں کا گفٹ لینا حرام"، "بینک والوں کے ہاں چائے اور بوتل پینا حرام" یہ سب پروپیگنڈہ غلط اور بے بنیاد ہے اس کو خوب پھیل پا گیا، کیونکہ آگے چل کر اسلام کے نام پر سود کھانا تھا اور لوگوں کو بھی اس کا نادہ بنانا تھا۔ پھر ایک اور شوشہ چھوڑا گیا کہ بینک کے خلاف بڑے پیمانے پر جمعیت ہونے والی ہے لیکن وہ خاص سود خوروں کی حمایت پر ہونے والی تھی اور اس میں تمام فائدہ ملک کے اربوں کھربوں لوٹنے والے سود خوروں کو

پہنچنا تھا، اسے روک لیا گیا۔ پہلے پروپیگنڈہ کیا گیا پھر چیٹ آرہی تھی تو رک گئی اور اس کے بعد اپنے بینک کھول دئے گئے۔ یہ ایک خاص سازش تھی اور ایک خاص اسکیم کے تحت مسلمانوں کو سود کا نادہ بنانا تھا جس میں ہمارے شہر کے علماء کو استعمال کیا گیا۔ یہ اس دور کا سب سے بڑا فتنہ ہے کیونکہ تمام بینک، اسٹیٹ بینک کے تحت کام کر رہی ہے اور وہ سود کا حائل بن گھونٹا ہے، اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی ٹائر لائن سے ایک لائن اپنے گھر لے آئے اور اپنے شرف کے ساتھ اس کا بٹن لگائے اور اس کے اوپر لکھ کر لگا دے کہ یہ ”آب زمزم“ ہے۔ اس اسلامی بینکاری کی اس سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں، یہ ناپاک ہے اور اس موجودہ سودی نظام سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے اسے اسلام کے اصولوں کے مطابق سمجھا جاتا ہے، جبکہ اس میں اسلام پانچ فیصد بھی موجود نہیں ہے۔

الحمد للہ اول جامعہ اسلامیہ غوری ناؤن نے نمائندہ اور سربراہ ادارہ ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے اس پر مفصل کتاب شائع کی اور دوسرے نمبر پر احسن علوم نے اپنے مجلے ”ماہنامہ الاحسن“ میں ملک بھر کے فقہاء اجلہ اور محدثین کے فتاویٰ اور فیصلے کا ایک خاص نمبر اس سلسلے میں شائع کیا ہے۔

”واتقوا فتنہ“ فتنے سے بچنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ ”لا تصیبین الذین ظلموا منکم خاصہ“ کیونکہ فتنہ چند افراتوڑیں گھیرتا بلکہ کئی خوب صورت اور دین پسندوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ چند دن پہلے میں پشاور میں تھا وہاں ایک اسلامی فنکار سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے پوچھا کہ یہ بینک کیسے ہیں اگر صحیح ہیں تو مجھے صحیح طرح سمجھاؤ تا کہ ہم بھی اس سلسلے میں نظر ثانی کریں اور دوبارہ غور کریں تو یہ سن کر اس کا رنگ اڑ گیا اور اس نے

ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں۔

کچھ راز بتا ہم کو بھی اسے چاک گریباں
اسے دامن تر آشک رواں زلف پریشاں

جواب میں ہمیں کہتے ہیں کہ چند مہینے صبر کر لیں، تو میں نے کہا کہ جہنم آپ جانیں گے، صبر ہم کر لیں ہمیں صبر کی کیا ضرورت ہے ہم آج بھی کہتے ہیں حرام ہے آئندہ بھی کہیں گے اور اس سے پہلے بھی کہتے تھے، چوری اور سینہ زوری دونوں جمع کر لی گئی ہیں۔ اب کہا جاتا ہے کہ علماء کی ذمہ داری ہے کہ جب اسے حرام کہا ہے تو اس کا متبادل بھی علماء ہی بتائیں گے، واضح رہے اس قسم کی کوئی بھی ذمہ داری علماء پر عائد نہیں ہوتی یہ تو بہت آسان ہے کل کو کوئی یہ بھی کہہ دے گا کہ شراب حرام ہے تو اس کا متبادل بتائیں، زنا حرام ہے اس کا بھی متبادل بتائیں واضح رہے کہ اس قسم کی باتیں کرنا بھی بے دینی ہے اور حرام کو پروان چڑھانا ہے۔ ”واتقوا فتنہ“ بچو اس آزمائش سے ”لا تصیبین الذین ظلموا منکم خاصہ“ جو صرف چند افراتوڑ لپیٹ میں نہیں لے گی ”واعلموا ان اللہ شہید العقاب“ اچھی طرح یاد رکھو اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ آج تم بینکوں میں بیٹھ گئے اور اپنے لوگوں کو بینکوں میں بیٹھایا ہے ”واذکروا انکم قلیل“ یاد کرو اس دن کو کہ تم قنور تھے ”مستضعفون فی الارض تخافون ان یخطفکم الناس“ بالکل کمزور فلاح کم وایدکم بنصروہ“ اللہ نے تمہیں ٹھکانہ دیا اور اپنی مدد بھیجی، ”ورزقکم من الطیبات“ اور تم کو صاف ستھری چیزیں عطا کیں ”لعلکم تشکرون“ تمہیں شکر کرنا چاہیے اور تم نے شکر کرنے کے بجائے خیانت شروع کر دی۔ ”یا ایہ الذین امنوا لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا انفسکم“ اے ایمان والو! اللہ اور رسول

کے ساتھ خیانت مت کرو، حرام کو حلال مت کہو، ہشتبہ سو میں فریق مت بنو اور ایک دوسرے کے ساتھ لمانتوں میں خیانت مت کرو، و انتم تعلمون“ اور تم خوب جانتے ہو خیانت کہاں کہاں ہو رہی ہے، و اعلموا انما اموالکم و اولادکم فتنۃ“ خوب سمجھ لو تمہارا مال اور اولاد بھی فتنہ ہے، و ان الله عندہ اجر عظیم“ (سورۃ انفال آیات ۲۵ تا ۲۸) اس فتنے سے بچ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا اجر پائو گے۔ سال فتنہ ہے مگر مال رہے گا، اولاد فتنہ ہے مگر اولاد رہے گی اس سے بچنا اور اس کے نقصان سے بچنے کی تاکہ مقصود ہے۔

اولاد اور مال، فتنہ یا نعمت ! فرق

اسلام نے نفس مال پر قطعاً پابندی نہیں لگائی، یہ اسلامی تعلیم نہیں ہے، کسی بھی شریعت میں تجارت یا زراعت منع نہیں ہے، ہاں اس بہانے لوٹ کھسوٹ، چیزوں کو خلط ملط کرنا، حرام کا ارتکاب کر کے اسے جائز اور حلال دکھانا یہ اسلام کی نظر میں سخت جبرائیم ہیں۔ اولاد اس لئے فتنہ ہے کہ ان کی وجہ سے آپ بچت کریں گے تو بخل ہو جائے گا، ان کی خوشیوں میں آپ خرچ کریں گے تو اسراف ہو جائے گا اس لئے اسلام درمیان میں اعتدال کا مرحلہ بتاتا ہے، اسے اپنا قرآن و سنت کی تعلیمات میں سے ہے اس پر رہنا ضروری ہے۔ علماء لکھتے ہیں تمہارا بخل دو چیزوں سے ہوتا ہے، ایک اولاد کی وجہ سے اور دوسرا بخل مال کی وجہ سے۔ یہ بھی پریشانی کا باعث ہے۔

آنحضرت ﷺ جمعے کا خطبہ دے رہے تھے اور حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں گھر سے نکلے اور گرتے گرتے حضرت ﷺ کی طرف بڑھ رہے تھے، حضرت ﷺ

چونکہ ان کے مانا جان تھے جب خطبہ دیتے ہوئے ان کو دیکھا تو نہیں رہا گیا مہر سے نیچے اترے خود گئے دونوں کو اٹھا کر لائے اور مہر پر تشریف لا کر فرمایا انھما اموالکم و اولادکم۔ فتنۃ“ ان کی وجہ سے مجھے مہر سے اترنا پڑا، ان کی وجہ سے میرے خطبے میں خلل آیا (ترمذی شریف ج ۳ ص ۲۱۸ قدیمی) آپ ﷺ نے تسلیم فرمایا، کہ یہ جو خلل آیا ہے یہ بھی نہیں آنا چاہیے تب تو آپ ﷺ نے آمیت پڑھی۔ مال اور اولاد کو فتنہ اس لئے کہا کہ اس پر کنٹرول ضروری ہے۔ سال کے دو امتحان ہیں ”من ابن اکسیسہ“ آیا کہاں سے ”وفیہما النقصہ“ (ترمذی شریف ج ۳ ص ۱۶۷ باب ما جاء فی شان الحساب والنقص قدیمی) کہاں خرقہ کیا قرآن مجید میں یہ بھی ہے ”بحسب ان ماله اخلده“ یہ جو گن گن کے رکھتا ہے اس کا خیال ہے کہ شاید یہ مال ہمیشہ ہوگا ”کلا لیسبذن فی الحطمة“ (سورہ ہمزہ آیت ۴۰) بالکل نہیں کتنے بڑے۔ بڑے۔ عہدے لٹ جاتے ہیں، وزارتیں راتوں رات ختم ہو جاتی ہیں، دنیا کی عزتیں اور دنیا کے عہدے جو اس المال ہے اصل پونجیاں ہیں ختم ہو جاتی ہیں۔ سال رہنے والی چیز نہیں ہے لیکن جب ہو تو فرمایا کہ اسے ایسا خرچ کرو کہ تمہارے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں فائدہ مند ہو اس کو ہرگز فتنہ نہ بنے دو۔ مال اور اولاد دنیا کے اندر یقیناً آزمائش ہیں۔ لیکن ان کے ساتھ شریعت کے اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے معاملہ کرنا یہ اسلامی تعلیمات کا اہم حصہ ہے۔

اولاد پیدا ہوئی تو آپ تحقیق کرتے ہیں، جب کچھ دن گزرے تو اس کا نشان کرتے ہیں، جب کچھ مدت اور گزری تو اسکی تعلیم و تربیت کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ پریشانیوں اور بے عزتیوں کا سبب نہ بنے، جب کچھ مدت اور گزرتی ہے اور وہ بالغ ہو جاتی

ہے تو اس کی شادی کراتے ہیں تاکہ وہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ اولاد کا پیدا ہونا ایک خطرناک مرحلہ ہے، یہ کوئی کارنامہ نہیں ہے، اولاد تو جانوروں کے یہاں بھی پیدا ہوتی ہے لیکن پھر وہ تعلیم و تربیت نہیں جانتے۔

انسان اور حیوان کا واضح فرق

اللہ نے انسان کے بارے میں فرمایا "اخلق الانسان ۵ علمہ البیان" انسان کو پیدا کیا پھر اس کے لئے تعلیم کو ضروری قرار دیا۔ تاکہ یہ انسانیت اور انسانیت کے آداب جانے، حلال و حرام کے مسائل سمجھے، دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کا نہ بنے بلکہ آخرت کا سرمایہ بنے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "قل متاع الدنیا قليل" آپ ﷺ فرمائیے دنیا کا ساز و سامان چند روزہ ہے "والاخرة خیر لمن اتقى" (سورہ نساء، آیت ۷۷ کا حصہ) اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے آخرت بہت بہتر ہے۔ دنیا میں انسان کو بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ایک معاشرہ وجود میں آتا ہے، یہ آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتا ہے، تعلقات بناتا ہے، معاشرت وجود میں آتی ہے، اس میل ملاپ سے اسلامی تعلیمات کو بھی فروغ ملتا ہے۔

گرم رکھتے ہیں ملاقات بد و نیک سے ہم

تیر۔ ملنے کے لئے ملتے ہیں ہر ایک سے ہم

ہر ایک سے ملنا ہے اور اسے اسلام کی طرف بلانا جس قدر ہو سکے اور جس کے بس میں جتنا ہو اپنے حساب سے سب کے لئے ضروری ہے۔ جو لوگ جانتے ہیں اور دین سے

کچھ واقفیت بھی رکھتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو ایمان سمجھائیں، انہیں توحید و سنت کی دعوت دیں، شرک و بدعت سے روکیں اور دیگر معصیات اور خطیات پر تنقید کریں۔ انسانوں سے نفرت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اسلام یہ کہتا ہے کہ ہر۔۔۔ لوگوں سے نفرت کریں نفرت ان کے ہر۔۔۔ افعال، معاصی، خطیات اور ناکارہ افعال سے کرنی ہے اور جہاں تک ہو سکے ان کا مذاک کرنا ہے۔ قرآن کریم میں اسی لئے ارشاد فرمایا کہ "کتبتکم خیر امة اخر جنت للناس تا مرون یا المعروف وتنہون عن الممنکر" (سورہ ال عمران آیت ۱۱۰ کا حصہ) تم بہترین امت ہو اور تمہیں چاہئے کہ لوگوں کی اصلاح کرو اور انہیں دین کے قریب کرو۔

پیغمبر ﷺ کی تعلیمات جمیع انسانیت کے لئے ہیں

ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ جن اور انس، فرشتے سے عرش، شمال سے جنوب، شرق سے غرب اور مکمل انسان جو کہ قیامت تک پیدا ہوں گے سب کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً" (سورہ اعراف آیت ۱۵۸ کا حصہ) آپ (ﷺ) انہیں ان کے لئے آئے ہیں پیغمبر نے اس دنیا کو شر اور فتنے سے بچنے کے طریقے بتائے ہیں، پیغمبر نے انسانوں کو انسانیت کے قریب کیا ہے اور ایسے اصول اور قوانین بنائے ہیں جن پر چل کر انسان دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی حاصل کر سکے۔ دنیا کا کوئی بھی کام، کوئی بھی پروگرام ایسا نہیں ہے جس میں پیغمبر کی

راہنمائی موجود نہ ہو۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں استخارہ کی تعلیم بھی اس طرح دی ہے جیسے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت سمجھائی جاتی ہے۔ ”کان رسول اللہ ﷺ يعلمنا الاستخارۃ فی الامور کلہا کما يعلمنا السورۃ من القرآن“ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۰۹) اس روایت کا قصہ یہ ہے کہ استخارہ کے مسائل بظاہر بہت چھوٹی بات ہے لیکن اس کی تعلیم بھی توجہ کے ساتھ دی گئی ہے۔

لیکن آج ہمارے مسلمان بھائیوں نے مغرب پرستی کی طرف اپنی توجہ زیادہ بڑھادی ہے۔ مغربی تہذیب و تمدن نے تو لوگوں کے گھروں کو ویران کر دیا ہے۔ اولاد ماں باپ کی مخالفت ہو گئی، ہماری مائیں بہنیں بے پردہ ہو گئی۔ یہ وہ عورت تھی جس کو اسلام نے آکر عزت اور افتخار سے نوازا اور نہ پہلے تو یہ شرم اور رسوائی کا ایک نشان سمجھی جاتی تھی اور کوئی بھی اس بات کو گوارہ نہیں کرتا تھا کہ اس کے گھر میں کوئی لڑکی زندہ رہ جائے یا جوانی تک پہنچ جائے اور آج وہ اپنی عزت بازاروں میں، بے پردگی میں اور نامحرم مردوں کے درمیان گھومنے میں سمجھتی ہے۔

چمکی نہ تھی حمیدہ جو کالج سے تھی بیگانہ

اب شمع انجمن ہے کبھی تھی چہرا خانہ

تو بد تو بد ایسا وقت آیا ہے کہ اب بیان کرنے کی طاقت نہیں رہی ہے کہ کیسے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں جب ہم کبھی باہر نکلتے ہیں۔ یہ سب مغرب کی طرف رغبت سے ہوا ہے۔ جو لوگ دینی پسماندگی کا شکار ہوتے ہیں وہ اصلاح کبھی قبول نہیں کرتے اور دوسرے وہ ہوتے ہیں جو کہ مذہب اور اس کی تعلیمات سے بغاوت پر اتر آتے ہیں۔ آج اس کے

نقصانات ہم اور آپ دیکھ رہے ہیں۔ آئے دن ہم پر ایسے حکمران مسلط ہو جاتے ہیں جن کو رنایا سے زیادہ اپنے مال و متاع بڑھانے کی فکر ہوتی ہے اور جو بھی آتا ہے اور پہلے سے زیادہ بدتر اور بددیانت ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک طرح سے مسلمانوں کے برے اعمال کی سزا ہے جو ان مایہ نگرانوں کی صورت میں مل رہی ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے وہ لوگ جو کھینے اور کھٹایا درجہ کے ہوں تمہارے درمیان شرفاء اور سعادت مند سمجھے جائیں تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب ہے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۴۴) یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ اسی طرح دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ جب حکمرانی کے فرائض مایہ نگرانوں کے حوالے کر دئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔

اللہ رب اعزت مسلمانوں میں دین اسلام کی پھیری کا جذبہ عطا فرمائے اور ہمارے اس ملک کو امن و امان سے مالا مال فرمائے۔ یا رکھیں دینی غیرت ایک بہت بڑی نعمت ہے جب اس کی ناشکری کی جائے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو بھی دینی غیرت اور جرأت عطا فرمائے اور انہیں ملک میں اسلامی نظام رائج کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والخیر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

things\Muneeb\Desktop\Ahs
Khutbat headings\13.tif not
found.

الحمد لله جل وعلا و صلی اللہ علی رسولہ المصطفیٰ و نبیہ المجتبیٰ
و امینہ علی و حی السماء و علی آلہ النجباء و اصحابہ الاتقیاء الفضل الخلاق
بعد الانبیاء و من یشدیدیہم اقتدی و آثارہم اقتفی من المفسرین و المحدثین
و الفقہاء الی یوم الجزاء اما بعد !

فا عوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم
بِأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوْمِينَ لِلَّهِ شُعْبَاءً بِالْقِسْطِ وَلَا يَحْرِمَنَّكُمْ شَنَا
قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۖ اعْدِلُوا قَدْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا
تَعْمَلُونَ ۝ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۖ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا
وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ (سورہ بقرہ آیت ۸، ۹، ۱۰)

اخرج الامام الترمذی ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری فی
صحیحہ عن عیبة اللہ بن عدی بن الخیار انه دخل علی عثمان بن عفان و هو
محصور فقال انک امام عامۃ و نزل بک ما تری و یصلی لنا امام فندقیو نتخرج

فقال الصلوة احسن ما يعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معهم واذا اساء
فاجتنب اساءتهم (بخاری جلد ۱ صفحہ ۹۶)

اللہم صلی وسلم علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ

و بارک و صلی وسلم علیہ

قابل قدر بزرگوار محترم بھائیو اور عزیز دوستو! آج کی گفتگو پاکستان میں شریعت
بل کے نفاذ کے سلسلے میں ہے غور سے سن لیں اور مسلمانوں کو بھی سمجھانے کی کوشش کریں
کبھی ایسے حالات پیش آتے ہیں جس میں حق، باطل کی وجہ سے چھپے اور غلطی ہونے لگتا
ہے۔ کیونکہ زمانہ بہت طویل گزرا ہے اسلام پر اور لوگوں پر اسلام کے مقابلے میں منفی
اثرات زیادہ ہیں، مشنوائے میں ایک حدیث ہے جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت صحابہ کرام
سے ارشاد فرمایا کہ تم اگر دین کے دس حصوں پر عمل کرو اور ایک چھوڑ دو من ترک منکم
عشر ما امر بہ ہلک بھٹک جاؤ گے اور فرمایا ایک زمانہ ایسا آئے گا ”ثم یاتی زمان من
عمل منہم بعشر ما امر بہ نجا“ کہ دین کے ایک حصے پر عمل ہوگا نو حصے غائب ہو گئے
اور لوگ ہدایت پر ہو گئے (مشنوائے ص ۳۱) کیونکہ نو حصے ختم ہو چکے ہونگے حدود کا نفاذ ختم
ہے معاملات غیر اسلامی، تعزیرات نام کی کوئی چیز نہیں، معاشرت منقور ہو چکی ہے صرف اور
صرف کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک اور بشکل نکاح اور طلاق جو حضرات فقہاء کے
قاعدے اور تقسیم کے مطابق ایک ربیع ہے اس ایک ربیع میں بھی کتاب الطہارت سے حج
تک پابند مسلمان اگر آپ کو اس کا ایک ہفتہ مہلت دے دی جائے تو شاید دس دن بعد بھی
اس کو نہ لاسکے اور نکاح اور طلاق یا نسب اور دیگر جو امور ہیں انہیں بھی ساتھ ملائیں تو شاید

مسلمانوں کے لئے بڑا سانحہ ہے کہ جن مسائل میں ان کو خود اختیار دیا گیا ہے اور وہ خود عمل کر سکتے ہیں ان میں بھی ان کی حالت افسوسناک ہے یوں سمجھ لیں کہ مسجد جو کہ اسلامی روایات کے احیاء کی جگہ ہے اس میں پانچوں وقت اذان ہوتی ہے اور پانچ وقت نماز ہوتی ہے مسجد سے باہر کا نظام وہ موت تک پورا کا پورا حقیقتاً غیر اسلامی ہے شاید اس جیسی روایات کے پیش نظر علماء کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ ان لوگوں کی تکفیر کریں یا ان کو غیر اسلامی افراد سمجھ لیں۔

پاکستان حاصل کرنے کا مطلب

چنانچہ ہمارا ملک جو اسلام کے لئے بنایا گیا تھا (مذہبوں کے مقابلے میں) اس ٹکڑے کو اختیار کرنے کا غرض انظم اس زمانے میں یہ بتایا گیا، کہ ہم مسلمان ایک طرف ہو کے رہیں گے ذرا اپنی اسلامی زندگی اپنائیں گے کیونکہ ہندوستان ایک بہت بڑا ملک ہے اس میں بہت تو میں آباد ہیں ہم اسلامی روایات پر پوری طرح عمل نہیں کر سکتے اس زمانے کے مسلم لیگیوں کی اور ان کے بہن خواہ مولویوں کی تقریریں جہاں محفوظ ہیں جیسے مکالمہ الصدرین وغیرہ کتابیں وہ انہی باتوں سے بھری پڑی ہیں جو میں عرض کر رہا ہوں مجھے اس وقت کے تلامذین یا نیک لوگوں کے عزائم پر کوئی اشتباہ نہیں پاکستان بنا اور پوری دنیا میں یہ خبریں سنی گئیں کہ اسلام کے نام پر ایک علیحدہ ملک بنایا گیا کتنا فائدہ ہوا کتنا نقصان وہ درد و غم ہے اور اسے چھیڑنا پچاس سال میں اپنی موت سے زیادہ حادثاتی اموات میں مرے ہوئے مسلمانوں کی مری لاشوں اور بے جان جسموں کو چھیڑنے کے مترادف ہے اور

پاکستان بننے کے بعد اسلام کی جو عظیم خدمت ہوئی ہے اسلامی روایات کا جیسے احیا کیا گیا ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے یہی وجہ ہے کہ بھولے سر۔ وزیر انظم نے پتہ نہیں کن حادثات اور پریشانیوں سے گھبرا کر شریعت کے نفاذ کا نام لیا ہے۔

اور تو اور ہیں وہ صرف اول کے نمازی انہیں بھی بات سمجھ نہیں آئی اور وہ بھی پریشان ہیں، مجھے خیال ہوا کہ میں جنگ کے پہلے صفحے پر نواز شریف کے نام ایک خط شائع کروں اور اس میں یہ لکھوں کہ یہ جو شریعت کے خلاف کرتے ہیں یہ ایمان اور نکاح کی دوبارہ تجدید کر لیں پھر اپنا تک خیال آیا کہ شاید اس انکار میں بھی ان کا کوئی خاص موجود ہو یہ تو ایک معروف حقیقت ہے کہ مسلمان کبھی بھی اسلام کے خلاف نہیں ہوتا اور جب اسلامی نظام کے کوئی خلاف ہو جائے تو اس وقت سے وہ مسلمان نہیں بلکہ کافر بھی نہیں مرتد ہے وہ واجب القتل ہے بلاشبہ ایسے سیاسی زعماء بھی موجود ہیں جن کا صرف مسلمان ہونا اس وجہ سے ہے کہ وہ مسلمانوں کے ہاں پیدا ہوئے یا اس لئے وہ مسلمان ہیں کہ مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں یا وہ اس لئے مسلمان ہیں کہ ان کا نام اسلامی طرز پر رکھا گیا ہے باقی ان کی تربیت ان کی نشوونما ان کی تعلیم جس ڈھب کی گئی ہے تو نہ پہلے دن سیدھے تھے نہ آج وہ سیدھے ہیں اور نہ آئندہ سیدھے ہونے کا امکان ہے،

خیر کی بات کرنے والے کا ساتھ دینا ضروری ہے

خیر کی بات جو کوئی شخص بھی کر لے اس کا ساتھ دینا ضروری ہوتا ہے یہ جو نہایت ہے یہ ہر شخص کے دل میں ہے ”النیت هو فعل القلب“ فقہاء لکھتے ہیں علماء نے اس کی ایک

مثال دی ہے کہ اگر مؤذن اذان دے رہا ہو اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ اور اس دوران اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ بڑا جھوٹا آدمی ہے تو فقہاء نے کتابوں میں لکھا ہے ”ما یکفر بہ المسلم وما لا ینکفر بہ“ یہ کہنے والا بغیر روک ٹوک کے کافر ہوگا، کیونکہ وہ اس وقت جھوٹ نہیں بول رہا تھا اس وقت وہ سب سے صدق کلمات ادا کر رہا ہے کتنی خطرناک بات ہے یا ایک شخص نے کسی کو کہا کہ کلمہ پڑھ لے اس نے کہا کوئی ضرورت نہیں کافر مرتد اسلام سے خارج ہے سارے جہاں میں یہ گھومے پھرے۔ جب تک وہ اس فعل سے شرمندہ نہ ہو اور تو بندہ کرے ان کا ایمان دوبارہ بحال نہ ہوگا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگ اس میں بھی زیر دست غلطی کرتے ہیں وہ یہ کہ مثلاً ایک شخص سے کلمہ کفر صادر ہو گیا تو اس کو کہتے ہیں کہ بس آپ دوبارہ کلمہ شہادت پڑھ لیں اور نکاح کر لیں یہ غلط ہے اس سے کام نہیں ہوگا پہلے وہ اس بات کا اعتراف کر لے کہ میں نے جو بات کہی ہے مجرمانہ بات کہی ہے اور میں اس وجہ سے اسلام سے اور ایمان سے نکل چکا ہوں اس بات کو پوری شرمندگی اور دل سے تسلیم کر لے پھر اس کے بعد اذان ہو اور پھر کلمہ شہادت ہو اور نکاح ہو تب مسلمان ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔ ہمارے ایک ساتھی نے تادیبانی باپ کا جنازہ پڑھایا پہلے جمعوں میں بھی اس کا رونا رویا ہے تو اس کے بعد اس نے کہہ دیا کہ ہاں میں نے کلمہ دوبارہ پڑھ لیا ایک دفعہ اس کی موجودگی میں مجھ سے پوچھا گیا کہ یہ مسلمان کیسے نہیں ہے میں نے کہا تم نے اس کام کو غلط نہیں کہا ہے جب تک تم یہ تسلیم نہ کر لو کہ میں نے ایک

کافر مرتد کا جنازہ پڑھ کے کفر کیا ہے اور مجھے ایسا نہیں کرنا تھا اس وقت تک تیرا کلمہ وی ہے جو موتی لال اور جواہر لال اور گاندھی پڑھتے تھے اور تیرا کلمہ وی ہے جو مرزا پرور پڑھتا تھا تو کیا وہ مسلمان ہو جائیں گے؟ جب تک کہ وہ کفر مو جود ہے تو بندہ کر لیں اور اس کو بلا کت سمجھ کر اس سے برأت نہ کر لیں۔

منافقین کی پہچان قرآن کی زبانی

قرآن کریم میں ہے کہ کچھ لوگ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کلمہ پڑھتے تھے تو قرآن پاک نے کہا ”ومن الناس من یقول امنا باللہ وبالیوم الآخر وما ہم بمؤمنین“ کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان لائے ہیں لیکن یہ ایمان نہیں لائے ہیں ”یخمدعون اللہ والمذین امنوا وما یخمدعون الا انفسہم وما بشعورون“ (سورہ بقرہ آیت ۹۰۸) یہ دھوکے سے کام لیتے ہیں اپنے زعم اور خیال میں دین اور اہل ایمان کو دھوکہ دیتے ہیں اور اس کی وجہ قرآن نے یہ بیان کی ہے کہ ”بما کانو یکنذبون“ یہ جھوٹ بولتے ہیں یہاں تک کہ ایمان لانے میں بھی یہ مخلص نہیں رہے ہیں اس جماعت کو قرآن و سنت کی زبان میں منافقین کہتے ہیں انہوں نے نماز پڑھی تو قرآن نے ان کو مسترد کیا ”واذا قاموا الی المصلوۃ قاموا کسالی یراءون الناس“ (سورہ نساء آیت ۱۲۶) نماز بھی نماز کی طرح نہیں پڑھتے ڈھیلے ڈھالے کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے اور لوگوں کو ورطہ غفلت میں ڈالنے کے لئے یہ فعل انجام دیتے ہیں۔ کبھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک بس میں اپنا تک پتہ چل جاتا ہے کہ کوئی جیب کترا گھسا ہے اور لوگوں کے جیب کاٹ رہا

ہے اس نے لکٹ لیا ہوتا ہے اور لکٹ دینے والے کو بھی یہی باور کر لیا کہ میں بھی حیدر آباد جا رہا ہوں جیسے اور جا رہے ہیں۔ سوار یوں کی طرح سیٹ پر بیٹھا ہوتا ہے لیکن نہ وہ سواری ہے بلکہ اس کا نام ہے جیب کٹر اسوار یوں کی شکل میں سوار یوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اس نے اپنے آپ کو سواری ظاہر کیا اور نہ وہ اصلاً چور ہے جب اس کا یہ فعل واضح ہو جائے تو سب لوگ سواری کے بجائے اس کو چور کہتے ہیں۔

نمازی چور نہیں ہوتا چور نمازی کی شکل اختیار کر لیتا ہے

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ بعض لوگ نماز پڑھتے ہیں تو اس کے ساتھ جوتے بھی چوری کرتے ہیں۔ (کبھی کبھی یہاں بھی شور مچ جاتا ہے) حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ! آپ ایسا نہ کہیں نمازی کبھی بھی جوتا چور نہیں ہوتا، جوتا چور جوتا چوری کرنے کے لئے نمازی بن جاتا ہے اپنے آپ کو نمازی ظاہر کر لیتا ہے وہ اصل جوتا چور ہے نمازیوں سے موقع پانے کے لئے اس نے یہاں آکر کے مسجد میں نماز میں شرکت کی اور اس کے بعد نماز پڑھی یا نہیں پڑھی فوراً جا کے جوتا اس کو پسند آیا اسے اٹھانے لگا یا تو وہ نمازی نہیں ہے بلکہ جوتا چور ہے جو نمازیوں کو نقصان پہنچانے کے لئے آیا ہے اس کو نمازی نہیں کہیں گے آپ اس قسم کے خطرات کے پیش نظر حکامیتیں جب خیر کی بات کر لیتی ہیں تو بعض مخلصین بھی ڈر جاتے ہیں کہ پہلے لوگوں نے بڑے بڑے دھوکے دیئے ہیں جنرل ضیاء الحق مرحوم جب پہلے دن آئے انہوں نے تقریر کی اور کہا کہ موجودہ بحران نے اور قومی اتحاد کی کاوشوں نے اور ہمارے اس پہلے نے یہ ثابت کیا کہ

پاکستان اسلام کے نام پر ہنا ہے اور یہاں پر اسلامی قوانین چلیں گے۔ یہ اس کی تقریر ہے، جب دس سال پورے ہوئے میں کسی کام سے ملتان گیا تھا وہاں میں نے اخبار میں دیکھا تو اس پر سرخی لگی ہوئی تھی کہ موجودہ دور میں خلافت راشدہ کا نظام کامیاب نہیں ہو سکتا اور مرنے سے چند ماہ پہلے اس کا بیان میں نے پڑھا اور میرے پاس اخبار محفوظ ہے کہ ہم اسلامی نظام کے نفاذ میں ناکام ہو گئے ہیں اب پہلی بات اور آخری بات دوئوں باتیں ملا کر آپ کہیں گے کہ سارا دھوکہ تھا اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے راتوں رات آٹھویں ترمیمی بل پاس کر دیا گیا، اور مارشل لا کے تحت جو وہ کرنا چاہتا تھا وہ کر کے رکھتا تھا جہاں جی چاہیں۔ ہر ماہ میں مندر کے اندر گھنٹال بجا دیا جب علماء نے کہا یہ تو شعائر کفر ہے تو پھر کوئی اور مر گیا تھا اس کو پھول چڑھانے سے انکار کیا کہ مذہب اجازت نہیں دیتا فتنہ اس کو کہتے ہیں کہ ایک بات اچھی ہو ایک بری ہو ایک سچ ہو اور دوسری سچ بھی ہو چونکہ بہت بڑے لادینوں کا اور بے دینوں کا ایک دور گزرا ہے۔

پاکستان کے اقتدار اعلیٰ پر اکثر بے دین لوگوں کا قبضہ رہا ہے

پاکستان کے اقتدار پر لادین اور بے دین بڑی دیر تک مسلط رہے ہیں تو ہمارے جیسے کمزور اور ناتواں مسلمان کہنے لگے کہ چلو اوروں سے اچھا ہے اسلام کا نام تو لیتا ہے اسلام کوئی ایسا مسکین شہیم تو نہیں کہ کسی نے نام لے لیا تو بہت بڑا کارنامہ انجام دے دیا۔ اسلام کا نام دل و جان سے لے لیا جائے اللہ کی مدد اور نصرت شامل حال ہوتی ہے، یہ مسئلہ یاد رکھنا جائے جب تک ایک شخص کی بدعتی اور بد اخلاقی سامنے نہیں آئی ہو اس وقت

تک اس کو ظلم نہیں سمجھا جائے گا، جیسا کہ وزیر اعظم نے سینکڑوں ایسے کام کئے ہیں اور اگر کوئی منصف مقصد عدل کے ساتھ احتساب کرے تو پہلے والے حکمرانوں کو کم اس کو زیادہ بیڑیاں لگنے والی ہیں۔

تمام کمزوریوں کے باوجود اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان اچھا قدم ہے انہوں نے کم از کم اسلامی روایات کو برقرار رکھا، سب سے زیادہ شراب ہونے کے باوجود اور بعض مواقع ایسے آئے جس میں ان سے لوگوں نے کہہ دیا تھا کہ پاکستان مصر اور ترکی نہیں ہے یہاں ہماری اسلامی روایات کو غلبہ حاصل ہے اس لئے ہم معذرت خواہ ہیں مصر میں اسلام کے خلاف بغاوت کی جو پوری دنیا کی کانفرنس تھی اس زمانے کے وزیر اعظم نے اس میں جو گفتگو کی ہے وہ گفتگو نفاذ پر تھی اور واقعی خاندانی منصوبہ بندی اور نسلی بندی اور ضبط اولاد کے خلاف اس کی گفتگو اسلامی روایات کی آئینہ دار تھی لیکن جن مقاصد کے لئے ان کو لایا گیا تھا وہ اسلام نہیں تھا وہ اسلام کے خلاف کرنا تھا اس لئے وہی لوگ جن کے دور میں طالبان پروان چڑھے آج اسی زبان سے طالبان کی خالص اور مخلص حکومت کو نشانہ بنا رہے ہیں کس قدر بزدلی اور بے ہمتی کی بات ہے آپ کے دور میں فوجی نقشہ مسئلہ ہو گیا ہے وہاں اور ایسی امداد ان کی کی گئی پاکستان کی طرف سے، اور پاکستان کو بھی بہت

فائدہ ہوا ہے کہ شاید صحابہؓ کی تاریخ زندہ ہوگی انصار نے جو مہاجرین کے ساتھ موافقت فرمائی تھی اور ایک عام افغانی سے لیکر امیر المومنین تک سب ہر امد کے شکر گزار ہیں اور معترف ہیں کہ پاکستان نے ہمارے ملک کی آزادی کے لیے اور ہمیں اسلامی روایات کے

احیاء کا موقع دینے کے لئے کوئی کمی نہیں کی ہے اور ہمارے ساتھ بڑا احسان کیا ہے آج بھی وزیر اعظم کے اسلامی نظام کے نفاذ کے اعلان کے ساتھ ہی اس کے بھی بعض بد باطن اور ضمیر فروش وزیر وہ باتوں باتوں میں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ طالبان کا اسلام نہیں ہوگا بھی طالبان کے اسلام میں مغرب کا پوند نہیں ہے یہ ان کا تصور ہے۔

بد لوح تربت من یا ختم از غیب تحریر

کہ این محقول را جز بے گناہ نیست تقصیر

ان کا تصور صرف یہ ہے کہ وہ غیر اسلامی چیز کو آئے نہیں دے رہے۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش

میں زہر بلا مل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

اب اگر طالبان جیسے اسلامی نظام کی خدانے ان کو توفیق دی تو اس کے اگلے دن ان تمام لیڈروں کی زبانیں کٹ چکی ہوگی اور ان تمام لوگوں کی گردنیں کاٹی گئی ہوگی، جو اسلامی نظام کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کے خلاف ہرزہ کوئیاں کرتے رہتے ہیں یہ تو آپ ملا جلا کام کرتے ہیں اس لئے دوسروں کو موقع ملتا ہے تمام اختلافات اور ہر قسم کی وزیر اعظم کی تباہ کاریوں کے باوجود یہ ایک اقدام ان کا باعث خیر مقدم ہے اور مسلمان کی حیثیت سے اس کا دل چاہے یا نہ چاہے اس پر مذہب کی طرف سے فرض ہے کہ وہ اسے تسلیم

کر لیں اور پھر پورے تعاون اس کا کر لیں میں آپ کو یہ بھی بتاؤں میں نے آج اس کا بیان پڑھا ہے آج جنگ کے پہلے صفحے کی سرفی ہے کہ نہ ہم خواتین کو گھروں میں بند کریں گے نہ ان کو برقع پہنائیں گے یہ کونسا اسلام ہوگا جس میں عورتیں پہلے کی طرح مردوں کے ساتھ شانہ

بٹانہ پھرتی رہیں گی یہی وہ چیز تھی جس سے اہل اخلاص بھی گھبرائے ہوئے تھے کہ یہ شخص اعلان تو کرے گا لیکن اس کے بعد اس کی خود اتنی تشریح کرے گا کہ وہ اعلان کا اعدام ہو جائے گا اس کی کوئی حقیقت نہیں رہے گی اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے اسلام نافذ کر لیں گے لیکن اس میں نماز ضروری نہیں ہوگی اسلام ہوگا لیکن اس میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی اسلامی نظام پورا ملک میں نافذ ہوگا مگر روزہ کوئی رکھے یا نہ رکھے روزہ خوروں کو ہم کچھ نہیں کہیں گے یہ کونسا اسلام ہے یہ تو جاپانی طرز کا اسلام تھا ہم تو آپ کے اس ایک اعلان کا شکر گزار ہیں، یہ ہماری سادگی ہے۔

مسلمان کے قول اور فعل میں تضاد نہیں ہوتا

ہم تو سارے مسلمان ہیں ایک ہی بات سمجھتے ہیں اتنے سارے چنگاموں اور پریشانیوں میں اس شخص نے سرائی کر اعلان کیا ہے کہ بھئی پاکستان کی سپریم اور برتر قوت وہ اسلام ہے، تو بس ٹھیک ہے ہم بڑے خوش ہیں اور ان کے حق میں دعا گو ہیں، خود ہی اس سے ہٹ رہے ہیں اور پیچھے ہٹنے جا رہے ہیں۔ آپ کو ملک کے ایک سرے میں جماعت نے چھوڑا ہے دوسرے سرے میں بھی چھوڑا ہے یہ اسلام کی وجہ سے نہیں یہ آپ کی بد عملی کی وجہ سے اور یہ اسلام کے ساتھ بے وفائی اور غداری کا نتیجہ ہے آپ پندرہ دن اسلام پر قائم

ہو جائیں آپ دیکھیں کہ یہ سارے لوگ آپ کے قدموں میں ہو جائیں گے۔ بہت ہی اضطراب اور انتشار ان کی گھڑی آئی ہے کہ جس میں اچھائی برائی کے ساتھ غلط ملاؤ جائے اور حق کو باطل کے ساتھ ملا کر پیش کر دیا جائے اور اس میں سونے کو پتیل کے بھناؤ بیچا جا رہا ہو اور

کھوت کو سوا دکھا کر کے بیچا جا رہا ہو اس کو افتان کہتے ہیں اور پریشانی کا وقت کہتے ہیں۔
قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خواتین کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا ہے
قرآن کریم میں خواتین کو گھروں میں بیٹھے کا حکم دیا ہے ”وقرن فی بیوتکم“
”گھروں میں چٹ کے رہو قرآن جمع“ وفت حاضر کا صیغہ ہے ”ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولیٰ“ (سورہ احزاب آیت ۳۳) جاہلی عورتوں کی طرح بے محابہ گھروں سے نہ نکلتا یعنی برقع اور حجاب کی ضرورت کے لئے باہر آتا جس قرآن میں اتنی واضح آیت موجود ہو کہ خواتین گھروں میں بیٹھی رہیں اور وہاں وزیراعظم یہ کہیں کہ گھروں میں نہیں بیٹھیں گی یہ کونسا جاپانی اسلام ہے یہ تو کوئی اور چیز آگئی ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ ہم برقع اور چادر نہیں اوڑھیں گے کیا یہ قرآن کا خون نہیں کر رہے ہیں ”با ایہا النبی“ اے پیغمبر ”قل لا ذوا جک وبنتک ونساء المؤمنین“ اپنے بیویوں کو بیٹیوں کو اور پورے عالم کی مسلمان عورتوں سے فرمائیں صرف اتنا بھی کافی تھا کہ مسلمانوں سے کہیں نہیں بہت ہی زیادہ مازک موڑ ہے فرمایا پہلے اپنی بیویوں کو اپنے بیٹیوں کو پھر تمام عالم کے مسلمان عورتوں کو آپ کہیں ”بدنین علیہن من جلا بیہن“ (سورہ احزاب آیت ۵۹) اپنے اوپر چادریں اور برقع لٹکا دیں۔ وزیراعظم کے کان میں کون ڈی عقل یہ بات ڈالے گا کہ آج کل آپ قرآن کے خلاف بیان دینے لگ گئے ہیں خواتین کا گھروں میں بیٹھنا قرآن کریم کا قطعی فیصلہ ہے اور خواتین کا چادر اوڑھنا یہ نص قطعی کا قطعی البتہ قطعی الدلائل مسئلہ ہے۔

یہ جو خواتین کو برقعہ نہیں اوڑھائے گا اور گھروں میں نہیں بیٹھندے گا باہر لائے گا بازاروں میں یہ حماقت اور بیوقوفی کی وجہ سے بے عقل و ہوش کی رتی ہوتی تو ایک بیان کافی ہے کہ اسلام فقہائی کا نفاذ ہمارا فرض ہے اسلام اپنی تعلیمات میں جائز ہے اسلام جہاں کہے وہاں عورتیں جائزگی جہاں نہیں کہے گا وہاں نہیں جائزگی کیا اسلام سے بھی کسی کو خطرہ ہو سکتا ہے یہ جو خطرہ محسوس کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو بغیر اسلام کے پیدا ہوئے ہیں ان کی نسل و نسب غائب ہے ان کے آباء و اجداد کا پتہ نہیں ہے۔

ورنہ اسلام کے خلاف کوئی دوسری رائے اور بات کبھی بھی نہیں ہوگی موجودہ قرآن جب تک قرآن ہے اس کے خلاف بات کبھی بھی دین نہیں سمجھی جاسکتی ہے۔

غدا اس بے عقل کو عقل اور غیرت دے۔ ایک بات کیا کہہ گئے کہ اس کو صاف کرتے ہوئے پتہ نہیں کہاں تک جائے گا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس چند ہویں صدی میں پاکستان جیسے پر آشوب ملک، ملک کیا یوں کہو امریکہ کی ایک چھوٹی سی کمزور ریاست اور امریکہ کے نمک خوار اور وظیفہ خوروں کے اقتدار کا ایک حصہ اس میں یہ اعلان ہو کہ شریعت نافذ ہوگی آج بھی کہا ہے کہ بڑی طاقت کے ساتھ اور اکثریت سے اس کو پاس کرانیں گے اس کی جو پختائیت ہے (آسانی) معلوم ہوتا ہے بڑی نابالوں کا مجموعہ ہے ان کے خلاف یا تو آپ خود کر رہے ہیں وزیر اعظم کو یہ بیان دینا ہے کہ اسلام جو کچھ کہے وہ میں کرا کے رہوں گا اور اسلام نے جو پابندی ناکہ کی ہے میں بھرپور ان کی تائید کروں گا اور اس کا قانون پاس کروں گا تب اسلام ہوگا۔

آپ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام کو درپیش مسائل

آپ ﷺ کے وصال کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو خلیفہ اسلام کو اور مسلمانوں کو تین قسم کی پریشانیاں درپیش تھیں ایک تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے ہی خلیفہ منتخب ہوئے تو ایک قبیلے نے زکوٰۃ کا انکار کیا کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے اور انہوں نے کہا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کہا ”خذ من اموالہم صدقۃ“ کہ زکوٰۃ نبی لیں گے نبی فوت ہو گئے ابوبکر نبی نہیں ہیں ہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ نہیں دیں گے کس قدر اہم مسئلہ ہے ابھی وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا اور اختلاف شروع ہو گیا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر تیار کیا اور کہا کہ ان کو سیدھا کرنے کے لئے روانہ ہو جاؤ پہلے سمجھاؤ اگر نہ سمجھیں تو سب کا سگایا کر دو۔ دوسری طرف رسول اللہ ﷺ نے مرض الوفا میں حضرت اسامہ ابن زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ (اسامہ کے نام میں غیرت و طاقت ہے) وہ بالکل کم سن صحابی تھے اور حضرت ﷺ نے ان کو کمانڈران چیف امیر امسا کر مقرر کر کے مسر روانہ فرمایا تھا ابھی وہ چلے نہیں تھے کہ حضرت ﷺ کے وصال کا حادثہ پیش آیا لشکر رک گیا حضرت کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خدمت میں آئے اور عرض کیا حالات بہت سنگین ہیں اسامہ کو رہنے دیں (جیسے لوگ افغانیوں کو کہتے ہیں اسامہ کو نکالیں) اسامہ کو رہنے دیں اور کسی تجربہ کار کو اور کہہ نہ مشق شخص کو کمانڈر ان چیف مقرر کریں اگر حضرت نے مقرر کیا تھا تو حضرت ذمہ دار تھے تو وہ پیغمبر تھے اب حضرت ﷺ دنیا میں نہیں رہے ذمہ داری آپ کی اور ہماری ہے اس کو بھیجنا جنگی اصول کے منافی ہے

تیسری طرف مسیلمہ کذاب اسلامی نظام کے خلاف کرنے والوں کا سرغنہ مرزا غلام احمد قادیانی کا بڑا بھائی اس زمانے کا یہ تو مسیلمہ پنجاب تھا۔ اور وہ مسیلمہ کذاب تھا اس نے نبوت کا ذبکا دعویٰ کیا تھا اور حضرت کو ذبکا تھا ”الارض بيسى وبينك نصفاً“ زمین آپ کی اور ہماری آدھی آدھی ہے آدھی پر آپ تبلیغ کریں اور آدھی پر ہری پگڑی والے کریں گے تبلیغ بھی آدھی آدھی ہوگی جناب نبی کریم ﷺ ان کی تردید و تکذیب واضح لفظوں میں فرما چکے تھے اور آپ نے فرمایا ہاتھ میں چھڑی تھی لاٹھی فرمایا کہ تم اس کے بھی اہل نہیں ہو کہ تمہیں دوس، نبوت تو بڑی چیز ہے اور فرمایا کہ مجھے بار بار دکھایا گیا کہ تم کذاب ہو حضرت کا وصال ہو گیا آپ کے وصال کے ساتھ ہی اظہار چند دنوں کے لئے اس کی تحریک نے زور پکڑا بکثرت لوگ شامل ہونے لگے۔

خليفة بننے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہم فیصلے

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ تقرر ہوئے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے ایسے تین محاذ تھے، یہ مسیلمہ ہے اس سے بھی جنگ کرنی ہے یہ مانعین زکوٰۃ ہیں ان کو بھی سیدھا کرنا ہے اور یہ اسامہؓ ہے صحابہ کی رائے یہ ہے کہ اس کو نہ بھیجیں آپ نے اسامہؓ سے کیا ”تقدم بارك الله فيك“ اسامہؓ سے کہا چلیں آپ روانہ ہو جائیں لشکر لے کر اللہ انداد کرے گا اور مانعین زکوٰۃ کے لئے آپ نے بدری صحابہ کو چون چن کر مامور بنایا اور فرمایا انہیں ”بھانڈو نہ بھیجیں تو نہ غایا کر دو اور مسیلمہ کا مسئلہ نازک تھا فرمایا میں خود جنگ کرنے جاؤں گا یہاں میں جاؤں گا یہ حضرت کی عزت اور ناموس پر براہ راست حملہ ہے

حضرت عمرؓ جیسے جیل الاستقامت تھوڑی دیر کے لئے بل گئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے آئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سمجھانے لگے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ”واہ عمر“ اجتناب فی الجاہلیۃ و خوار فی الاسلام“ کفر میں کتنے مضبوط تھے اسلام لا کے کتنے ڈھیلے ہو گئے، ”قد انقطع الوحى وتم الدين اينقص وانا حى“ (مشکوٰۃ ص ۵۵۶) دین میں کمی کی جائیگی اور میں زندہ رہوں گا یہ نہیں ہو سکتا ہے تینوں محاذ چلیں گے مانعین زکوٰۃ نائب ہوئے اسامہؓ نے فتح پائی مسیلمہ کذاب مارا گیا۔ تینوں اعزاز اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق کو خلافت کے پہلے ہفتے میں عطا کئے۔ تینوں اعتبار سے پورے اسلام کو امن ہو گیا اور جب صحابہؓ نے کہا کہ زکوٰۃ لینے والوں کو فی الحال رہنے دو جو نہیں دے رہے ہیں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا زکوٰۃ تو بڑی چیز ہے اگر اونٹ کے گٹھنے کے باندھنے کی رسی یا بکری کا چھوٹا سا بچہ اگر یہ پیغمبر ﷺ کے زمانے میں زکوٰۃ کے طور پر ادا کرتے تھے اور اب نہیں کریں گے ”ولا قاتلہم“ میں ضروران کے ساتھ جنگ کروں گا کیونکہ یہ اسلام میں کمی کرنا چاہتے ہیں آج زکوٰۃ ختم ہو گئی کل کوئی کبے کا نماز کوئی نہیں پڑھ سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے ”اینقص وانا حى“ دین میں کمی ہو اور میں زندہ رہوں اس سے مسئلہ معلوم ہوا کہ دین میں کمی بیشی ہماری زندگی میں نہیں ہو سکتی ہم ختم ہو جائیں تو پھر اللہ محافظ ہے۔ اللہ اور قوم والوں کو لے آئے گا جو اس دین کی حفاظت کریں گے۔

جو قوم دین کے بارے میں بزدل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے میں اولاً یہ سمجھا تھا کہ امریکا نے افغانستان کو یہاں بنا کر پاکستان کی اس سرزمین

پر مزائل برمائے جہاں سے جوہری آزمائش ہوئی، مجھے تو معلوم ہے کہ ہمارے حکمرانوں میں کتنی غیرت اور کتنی توانائی اور ایمان ہے کہ آخر اس کا جواب تو دینا چاہیے کس طرح جواب ہوگا جواب تو یہ ہے کہ یہیں پر ان کا بیڑہ کھڑا ہے اور دو چار ہم اس پر ماریں کہ دنیا دیکھ لے امریکا کا بیڑا پاکستان کے ساحل پر غرق کر دیا گیا اور پھر کوئی یہاں جنگی بیڑہ بغیر پوچھے لے کر نہ آئے۔ لیکن یہ کام تو وہ وزیر اعظم کرنا جس کا صدر امریکا کا شکریہ ادا نہ کر چکا ہو انہوں نے تو راضی اور دہتی میں سب کچھ کر لیا دوسری طرف پورے ملک کا دباؤ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان اتنا بڑا دھماکا ہے کہ دنیا کا کوئی مزائل اور انہیں ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حکمرانوں کو یہ ڈر ہے شاید بیڑا کھڑا ہے اور ہم کو ایک دو میزائل نہ مارے۔ اور ہم مرجائیں گے تیرا مرنہ اچھا ہے بے غیرت زندگی سے غیرت کی موت اہل غیرت کے پاس بہتر و افضل ہے اور یہ اللہ کی عادت ہے جو قوم دین کے بارے میں بزدل ہوتی ہے اللہ ان کو صفیہ ہستی سے نسا دیتا ہے اور جو قوم دین کے بارے میں غیرت کا مظاہرہ کرے وہ افغانیوں جیسی بے ساز و ساماں کیوں نہ ہو اللہ رب العالمین ان کو امریکا کے اوپر بھی فتح عطا فرمائے گا اور یہ آپ دیکھیں گے فتح و نصرت تو آسمان سے ہے ”و من النصر الا من عند اللہ“ فتح اور نصرت تو خالص اللہ کے ہاتھ میں ہے جو سارے غلبے کا مالک اور ساری حکمتوں کا مالک ہے اتنے بڑے قرآن اور اتنی بڑی آیات کے ہوتے ہوئے مسلمان ظاہری اسباب سے کیسے گھبرا سکتا ہے اور ڈر سکتا ہے تاہم تقدیر کے خلاصے کے طور پر صرف اس اعلان کا ساتھ دینا کہ وزیر اعظم نے ملک کے طول اور عرض پر اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان کیا ہے اس کا ساتھ دینا ضروری ہے اور وزیر اعظم کی مثال ایسی ہے جس

طرح ایک دیوانہ بچہ ہو جو چھرا تو لے دشمن کے خلاف لیکن واپسی پر اپنوں کو دکھانے لگے۔ ورنہ اسلام کے بارے میں یہود نصاریٰ کو اطمینان ہے اگر پورے عدل کے ساتھ نافذ ہو تو کسی یہودی اور نصرانی کے ساتھ بھی زیادتی نہیں ہوگی۔

آپ ﷺ کے فیصلے سے روگردانی کرنے والے کا انجام

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک یہودی اور ایک منافق لڑتے ہوئے آئے مشہور واقعہ ہے پہلے منافق کوشش کرتا تھا کہ کعب ابن اشرف سے فیصلہ کرائے کیونکہ وہ یہود کا بڑا تھا اور لالچ میں آکر جو اس کو اشارہ کرتا تھا فیصلہ اس کے حق میں دیتا تھا یہودی بڑے حیران ہو گئے اس نے کہا کہ تم نماز پڑھتے ہو کلمہ پڑھتے ہو اور فیصلہ ہمارے بڑے کے پاس لے جاتے ہو میں تو اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک محمد ﷺ فیصلہ نہ کرے۔ یہود تو ریت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والا ہے لیکن حضرت ﷺ کے عدل کو ماننا ہے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دونوں آئے حضرت ﷺ نے بدنی اور بدنی علیہ کے باتیں سنی ”فقضی للیہودی“ اور فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا۔

جب وہاں سے باہر نکلے تو منافق نے کہا ٹھیک ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی سنانا ہے خیال تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ جذباتی جالی آدمی ہیں کہ دیکھتے ہی یہودی کی پٹائی لگا دے گا اور میرے حق میں فیصلہ کر دے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے حضرت کو باہر بلایا اور کیس سنایا جب بات پوری ہو گئی تو یہودی نے درمیان میں کہا ”فقضی لنا رسول اللہ ﷺ فلم یروض بقضائہ“ ویسے یہ فیصلہ حضرت ﷺ کر چکے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

کہا بیٹھ جاؤ گھر گئے اور تلواریں لے کر آئے اور ”فَقَالِ لِّلْمَنَافِقِ اَکْذَلُکَ“ حضرت عمرؓ نے منافق سے کہا کیا معاملہ اس طرح ہے تو منافق نے کہا ”نعم“ تو حضرت عمرؓ نے اس کی گردن تن سے جدا کر کے دور پھینکی اور فرمایا ”اَکْذَلُکَ لَیْسَ لَہُمْ بِرَحْضٍ بِقَضَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَرَسُولِہِ“ جو اللہ اور رسول ﷺ کے فیصلے پر رضا مند نہ ہو، عمر اس کا فیصلہ ایسا کرے گا۔

(تفسیر روح البانی ض ۳ ص ۶۷، ۶۸ تفسیر مظہری جلد ۳ ص ۹۶)

منافق کے عزیز و اقارب جناب نبی کریم ﷺ کے دربار میں گئے عمر کے خلاف اور کہا ہمارے آدمی ادب کی وجہ سے آپ کے سامنے بول نہ سکا تھا وہاں ذرا مکمل کے بولنے کے لئے گیا تھا اور عمر سوچے سمجھے بغیر لوگوں کی گردنیں مارتا ہے حضرت ﷺ نے سن کر بڑے ناراض ہوئے اور قاضی ثناء اللہ صاحب نے تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ حضرت نے یہ جملہ ارشاد فرمایا میں تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ عمر مسلمانوں کو ایسے ماریں گے پکڑ کے لاؤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا دو تین دفعہ آسمان کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے یقین ہے اور ایمان ہے کہ میرے وہاں تک پہنچنے سے پہلے پہلے آپ کو عدل آچکا ہوگا حضرت کی خدمت میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور وہ لوگ پہنچے تو اس سے پہلے جبرائیل سورۃ النساء کی آیتیں لے کر آئے اور اللہ نے فرمایا کہ بالکل سچ مارا ہے اور یہ لوگ آپ کے پاس آئے ہیں قطعاً ان کی بات نہ سنیں ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے اور جبرائیل علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام دیا کہ فیصلہ سنانے کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ آج سے اس کا نام آسمان وزمین میں فاروق رکھا گیا ہے۔ فاروق لقب یہاں سے پڑا ہے اور قرآن نے پھر اس پر آیتیں بیش کی ہیں آیتیں وزیر اعظم نے پہلے دن کے احادیث میں

پڑھی ہیں ”وَمَا ارْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ“ ہم نے رسول صرف اس لئے بھیجا کہ ان کی ہر بات مانی جائے اور یہ خدا کا فیصلہ ہے ”وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ“ یہ جتنے بھی گنہگار آپ کے پاس آئے ”فَاَسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ“ معافی مانگئے ”وَاسْتَغْفِرْ لِحُمْ الرِّسُولِ“ اللہ سے معافی مانگئے ”لَوْ جَدَّوْا اللّٰہَ تَوَابًا رَّحِيمًا“ اللہ تعالیٰ کو یہ ضرور معاف کرنے والا رحم کرنے والا پائیں گے، ”فَلَا وَرَبِّکَ“ تیرے رب کی قسم ”لَا یُؤْمِنُوْنَ“ یہ مسلمان ہی نہیں ہیں ”حَتّٰی یَحْکُمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ“ یہاں تک کہ آپ کو اپنے تمام اختلافات میں عدالت بنائیں فیصلہ بنائیں ہر قسم کے مسائل وہ شریعت کے روشنی میں حل کرنا واجب ہے اور یہ مجبوری نہیں ”وَلَمْ یَجْعَلُوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضٰیْتَ“ پھر اپنے دلوں میں آپ کے فیصلے سے تنگی بھی پائیں جیسے منافق تنگ دل ہو گئے تھے ”وَبِیْسَلْمُوْا تَسْلِمٰہُمْ“ (سورۃ النساء آیت نمبر ۶۵، ۶۶) اور اس کو تسلیم کر۔ دل و جان سے تب یہ مسلمان ہو گا یہ آیت نص قطعی ہے اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں، میں نے بخاری شریف جلد اول صفحہ ۹۶ کے حوالے سے ایک روایت خطبے میں پڑھی ہے یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بلوائیوں نے مدینہ منورہ میں یافزار کیا تھا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بال بچوں سمیت اپنے گھر میں

محبوس اور محصور تھا مسجد نبوی کے اندر وہ شخص نماز پڑھا رہا تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے خلاف کر رہا تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لوگ آئے اور انہوں نے کہا ”اِنَّکَ اِمَامٌ عَامَّةٌ“ آپ مسلمانوں کے امام ہیں ”وَنَزَلَ بِکَ مَاضِیٌّ“ اور آپ تکلیف میں ہیں ”وَبِیْصَلٰی لَنَا اِمَامٌ فَتْنَةٌ“ ایک فتنہ باز آدمی ہماری نمازیں پڑھا رہا

ہے ہم بہت پریشان ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو بات کہی عجیب و غریب بات ہے فرمایا ”الصلوة احسن ما يعمل الناس“ وہ بہترین عمل ہے جو لوگ کر رہے ہیں ” فاذا احسن الناس فاحسن معيهم “ جب لوگ اچھائی کریں تو آپ ان کا ساتھ دو اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان اچھا اقدام ہے اس کا ساتھ دو ” و اذا استاء “ اور جب یہ برائی پر اثر آئے ” فاجتنب استاء قبيهم “ بچ کر رہو ان کی بدکرداری اور بدچلانی سے جب تک وزیرانظم اس اعلان پر قائم رہے اور ہمیں اللہ سے دعا ہے اور اللہ کی رحمتوں سے امید ہے کہ وہ ویسے ہی جانے والا ہے وہ اس پر قائم رہے مسلمانان پاکستان کا فرض ہے کہ وہ شریعت کے نفاذ کی حد تک بھرپور اس کا ساتھ دیں اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ جو شریعت کے خلاف بیانات دیتے ہیں ان کا گھیراؤ کر لے اور ان پر عرصہ حیات تک کر دیں۔

کفار ایٹم بم سے زیادہ اسلام سے ڈرتے ہیں

یاد رکھنا امریکہ کے مزدوروں کے مقابلے میں اگر پورا کپور پلانٹ دھماکہ کر لیتا ہے امریکہ پر اتنا پریشر نہیں پڑتا جتنا کہ شریعت اسلامیہ کے نفاذ کے اعلان سے پڑا ہے۔ اسلام تو بہانہ ہے اور دنیا میں کم امریکہ کے دشمن بیٹھے ہیں کہ اسلام کے لئے یہاں وہاں آپریشن ہو رہا ہے دھماکے ہو رہے ہیں اور تماشے ہو رہے ہیں مقصد طالبان کے اسلام سے گھبراہٹ ہے اور ہمارے ملک کے خاندانوں نے بھی بیانات دیئے کہ نواز شریف نے طالبان سے ڈر کے اسلامی نظام کا نفاذ کیا اور تاضی صاحب نے کہا ہم سے ڈر گیا ہے اپنے زعم میں ہر شخص بادشاہ ہے تجھ سے ڈرایا کسی اور سے ڈرا لیکن کام سچ ہے اور خدا تعالیٰ اس کو

اس پر استقامت و طاقت مانیں اور اس کے خلافیات سے انہیں بچائیں اور جو غلطیاں اس سلسلے میں ہو چکی ہیں ان میں سب سے بڑی جرأت جو اس نے کی ہے وہ جمعے کی اسلامی روایت کو منہروش کرنا اگر نواز شریف میں اسلامی نظام کے سلسلے میں اخلاص ہے دو کام فی الفور کر لے ایک تو جمعے کی تعطیل بحال کر لے اور اس سلسلے میں پوری قوم اور اسلام سے معافی مانگے اتوار کو ہٹائے یہ عیسائیوں کو دیں اور دوسرا یہ کہ داڑھی رکھ لے، کسی نے اخبار میں لکھا ہے کہ امیر المومنین ہٹا چاہتا ہے تو دوسرے نے جواب دیا کہ امیر المومنین کی داڑھی تو ہوتی ہے اور لوگوں نے کن کن حرکات اور کتنی مشکل چیزیں بیکار کاموں کے لئے بنائی ہیں یہ دیکھو کتنے غلط کاموں کے لئے لوگ کھڑے ہوئے ہیں تو اگر اللہ اس شخص کی اس نابود زندگی میں اس کے اس دور میں اسلام کو پروان چڑھائے اور اسلامی نظام نفاذ میں صدق پیدا ہو اور غریب کے اثرات اس شرعی نظام کے اعلان سے متحمل ہو گئے۔ اور اس خوشی میں اس نے داڑھی رکھ لی تو کونسا آسمان ٹوٹ جائے گا۔

داڑھی رکھنا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی سنت ہے

داڑھی رکھنا تمام انبیاء کی سنت ہے داڑھی رکھنے والے کو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی دنانیں مل جائیں گی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے دعا دی ہے اور حضرت کے عہد اقدس سے لیکر آج تک جتنے نیک اور شریف لوگ آئے سب کی داڑھیاں تھیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی جو سات سلطنتیں گزری ہیں، جلال الدین اکبر کے علاوہ کوئی بھی فرمانروا ایک دن بھی بغیر داڑھی کے نہیں ہوا سب کی داڑھیاں تھیں انگریز

ظالم کے ہندوستان پر مسلط ہونے سے پہلے کوئی مسلمان بغیر دارلہی کے نہیں ہوتا تھا۔ سب کی داڑھیاں تھیں یہ کوئی تماشے کی اور ہنسنے کی بات نہیں حقیقت ہے۔ جب آپ ایک منصب کے اہل بن رہے ہیں تو اس کے آداب اور شرائط بجالائے۔

اللہ بزرگ و بڑتر ہمارے ملک پر افغانستان پر اور دیگر اسلامی ملکوں پر اپنا فضل فرمائیں اور ہمارے حکمرانوں کو برسر اقتدار طبقے کو سچے دل کے ساتھ اسلام کی خدمت کی توفیق دے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

الحمد لله جل وعلا و صلى الله على رسوله المصطفى ونبیه المجتبی
وامینه علی و حیی السناء و علی آله النجباء واصحابه الاتقیاء الفضل الخلاق
بعد الانبیاء ومن یشهدیهم اقتدی و بآثارهم اقتفی من المفسرین والسحاحین
والفقهاء الی یوم الجزاء اما بعد!

فا عوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم
اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِیْنًا ۝ لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا
تَاَخَّرَ ۚ وَیُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَیْكَ وَیَهْدِیْكَ صِرَاطًا مُسْتَقِیْمًا ۝ وَیَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا
عَظِیْمًا ۝ هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ السُّوْمِیِّیْنَ لِیُزَادُوْا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ
ط وَاللّٰهُ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝ لِّیَدْخُلَ السُّوْمِیِّیْنَ
وَالْمُؤْمِنَاتُ جَنَّتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِیْنَ فِیْهَا وَیُكَفَّرُ عَنْهُمْ سَرِیْعًا
ط وَكَانَ ذَٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ قُرْۢأًا عَظِیْمًا ۝ وَیُعَذِّبُ الْمُلَافِقِیْنَ وَالْمُتَّقِیْنَ
وَالْمُشْرِكِیْنَ وَالْمُشْرِكَتِ الْظَّالِمِیْنَ بِاللّٰهِ طِنَّ السَّوْءِ ط عَلَیْهِمْ دَاوْرَةُ السَّوْءِ
ط وَغَضَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ط وَسَاءَتْ مَصِیْرًا ۝ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ

الْمُسْلِمَاتِ وَالْأَرْضِ ط وَكَانَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَكِيمًا (سورہ فتح آیت ۷۱)

قال النبی ﷺ المدین المصیحة لله ولو سوله ولائمة المسلمين وعامتهم۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۳)

عدل اسلام کی اہم تعلیمات میں سے ہیں

اسلام کی تعلیمات میں سے عدل کے بارے میں بہت تاکید کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عدل پر فضل ہے، عدل کے معنی ہے اپنی طرف سے اپنی تدبیر اور عقل کے مطابق دوسرے کے حق کی رعایت کرنا اور اس سے خیر خواہی سے پیش آنا۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ جس طرح ایک حاکم اور ایک با اختیار شخص کے لئے تاکید ہے کہ وہ عدل سے پیش آئے اس طرح ایک نام شخص کے لئے کم ہے کہ وہ اپنے نظام زندگی میں عدل کا خیال رکھے، علماء لکھتے ہیں کہ انسانی خلقت بھی عدل پر واقع ہے اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کو کس شان سے پیدا فرمایا اور اس میں کس طرح نور ڈالا ہے اگر یہ نور بہت زیادہ تیز ہو جائے تیز نور کی وجہ سے تو لوگ شب بھر ہو جاتے ہیں اور دیکھنا نہیں ہوتا اور اگر یہ مدہم پڑ جائے تو ضروریات زندگی سے محرومی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے جسم کے جو حصے بنائے ہیں ہر حصہ کا ارادہ نایا ہے پاؤں کے ناخن سے سر کے بالوں تک پورا نظام زندگی ایک ترتیب پر چل رہا ہے۔ جسم اور بدن کو دیکھیں ہر عضو کی تاثیر دوسرے سے علیحدہ ہے مثلاً آنکھ دیکھتی ہے سن نہیں مکتی کان سنتا ہے دیکھ نہیں سکتا، ایک ہی جسم کے حصے ہیں ناک سونگھ مکتی ہے خوشبو اور بدبو محسوس کر مکتی ہے لیکن پھیکہ اور اور میٹھا کا پتہ نہیں جانتی ہے۔ زبان دونوں کام جان مکتی ہے ہاتھ سے گرم اور ٹھنڈک تو معلوم ہو مکتی ہے لیکن پھیکہ اور میٹھا کا پتہ نہیں چل سکتا

ہاتھوں کی توانائی علیحدہ صرف ہو رہی ہے ان سے پیروں کا کام نہیں لے سکتے۔ پیروں میں علیحدہ تاثیر ڈالی ہے اور وہ ہاتھوں جیسا کام نہیں دے سکتے۔ انسان بعض پیاریوں ابتلاء و آزمائش میں جب ایک عضو کے بجائے دوسرا عضو استعمال کرنے لگتا ہے تو پریشانی کا شکار ہوتا ہے تاہم رحم بن جاتا ہے

”خلفک فسواک فعدلک“ (سورہ انفطار آیت ۷)

اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تسویہ ڈالا ہے۔ ہاتھ ایک تو اذن سے ہیں اگر چھوئے ہو جائیں تو بد نما ہو گئے اور اگر بہت لمبے ہو گئے تو عام انسانوں کے لئے وحشت ناک ہو گئے منہ میں بتیس دانتیں ہیں اگر تینتیس یا چونتیس ہو جائیں تو بد نما ہو گئے اور اگر بہت لمبے ہو گئے تو عام انسانوں کے لئے وحشت ناک ہو گئے قرآن کریم میں ہے کہ

”ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ“ (سورہ احزاب آیت ۴)

اللہ تعالیٰ نے کسی ایک کے سینے میں دو دل پیدا نہیں کئے دو ہاتھ ہیں، دو آنکھیں ہیں، دو پیر ہیں لیکن دو دل نہیں ہو سکتے۔ دل کو تمام بدن پر اقتدار دیا گیا ہے۔

ایک مخلوق کے دو خالق نہیں ہو سکتے

اقتدار ایک کو زیب دیتا ہے دو مقتدر ایک وقت میں نہیں بیٹھ سکتے اور جب اقتدار میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اقتدار متضام ہو جاتا ہے، ہمارے حکمران اس لئے غلط حرکتیں کرتے ہیں سیدھی حرکتیں ان سے نہیں ہوتی الٹی حرکتیں کرتے ہیں ان کا اقتدار دوسرے کے اختیار میں ہے ”ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ“ (سورہ احزاب میں اللہ

تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے سینے میں دو دل نہیں ہوتے، کیونکہ دل کو جسم پر حکمرانی ہے اور حکمرانی جب ایک سے دو ہو تو فضا اور قدر میں لکڑاؤ پیدا ہو جاتا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے اگر عرش کے مالک کے ساتھ ایسا کوئی اور بھی مالک ہوتا،
”لَا يَنْغُورُ الْإِلٰهِي ذِي الْعَرْشِ سُبْحَانَ“ (سورہ نبی اسرائیل آیت ۴۲)

پھر وہ عرش والے کے خلاف کوئی سازش بنانا اور ایک سینے میں دو دل نہ ہونا یعنی ایک مخلوق کے دو خالق نہیں ہو سکتے اور ایک خالق کے دو معبود کبھی بھی نہیں ہو سکتے کہ کہیں درگاہ کو آواز دے اور کہیں مالک العرش سے مدد مانگے ایسا نہیں ہے معین مددگار صرف ایک اللہ ہے اس لئے جب اس کا تذکرہ شروع ہوتا ہے تو اختصاص کے ساتھ ہوتا ہے ”ایک نعبد وایک نستعین“ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں نہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کا لائق ہے اور نہ تیرے علاوہ کوئی مدد کر سکتا ہے، ”ایک نعبد وایک نستعین“ میں اس نظر سے کارکردہ دیا گیا کہ کسی مخلوق کے دو اور تین خالق بھی ہو سکتے یا کسی بندے کی مدد اور نصرت اسباب کے بغیر اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی کر سکتا۔ انسانی قدر و منزلت انسانی شرف اور فضیلت اللہ تعالیٰ کے پوجنے میں ہے اور اللہ رب العالمین کی عبادت کرنے میں ہے کیونکہ اگر یہ کہا جاتا کہ کسی اور کی عبادت کرو تو سخت امتحان پیش آ جاتا۔

شرائع کے سامنے سوائے اطاعت اور فرمانبرداری کے کوئی چیز کام نہیں آئے گی ملائکہ کو جب کہا گیا ”اسجدوا لادم“ حضرت آدم علیہ السلام کا سجدہ کرو یہ بڑا حکم تھا اور بہت شدید قسم کی ابتلا تھی لیکن وہ مخلوق معصوم تھی، ان کے لئے عصمت تھی اور انہوں نے فوراً

اطاعت کر دی اور ہمیشہ کے مذاہب سے بچ گئے ابلیس چونکہ شر الخالق تھا بدترین کائنات تھا اس نے اپنا ظاہر ایسا بنایا تھا جیسا وہ بھی ملائکہ ہو بلکہ بعض کم علموں نے اس کو ملائکہ کا سردار تک کہا ہے ظاہر الاملائکہ جنت میں ملائکہ کا استاذ یہ کم علم لوگوں کی باتیں تھیں جو خالق خالق سے بے خبر تھے انہوں نے ایسی بات کہی اور جو جانتے تھے وہ یہ دیکھتے تھے کہ خدا کے حکم کے سامنے اس نے اپنی رائے زنی کی اور اللہ کی حکمت کے مقابلے میں اس نے اپنی عقل استعمال کی اور یہ قاعدہ ہے کہ شرائع کے سامنے سوائے اطاعت اور فرمانبرداری کے کوئی چیز کام نہیں آئے گی۔ شرائع مان لینا یہ بندے کی بندگی ہے شرائع میں ایک لمحے کے لئے ایک نظر کے لئے پس و پیش کرنا یہ بندے کی پستی ہے تاہی ہے ”ثم رد دندله اسفل سافلین“ تو یہ نیچے سے نیچے ڈالتوں میں چلا جاتا ہے، ”ولولشئنا لرفعنه“ ہم عبادت کے ذریعے اس کو اوپر لے جا رہے تھے ”ولمکنه اخلد الی الارض واتبع هواه“ (سورہ اعراف آیت ۱۷۶)

لیکن اس نے غلط کام کیا خدا کے دین کے مقابلے میں یہ اپنی ماضی ادھوری نہ چلنے والی عقل اور سوق استعمال کی یہ ایک عجیب بات ہے کہ عقل نعمت ہے جب یہ اطاعت کے ساتھ ہو اور عقل ایک تکلیف دہ چیز ہے خطرناک قسم کی سوق ہے غلط راہنمائی اور دلالت کی صورت میں جب یہ شریعت کے خلاف ہو کہتے ہیں کہ عقل کا ارتقاء عقل کی ترقی وہ عبادت کے ذریعے ہے اور عقل کا تنزل یہ عبادت سے منہ موڑنے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب کہا کہ آدم کو سجدہ کر لو اس کا ظاہر سخت ابتلاء ہے اور اس کی حقیقت روشن قسم کی عبادت ہے کیونکہ کہنے والا خدا خود ہے ”اسجدوا لادم“ آدم کو سجدہ کرو تو خدا کی خدائی ماننے

والا اور اللہ کی الوہیت پر اعتقاد رکھنے والا اسکو نہیں دیکھتا کہ کعبہ پتھر ہے کالے رنگ کے پہاڑوں کے دامن میں نشیمن جگہ ہے دور دراز ایک مقام ہے بس وہ یہ دیکھتا ہے کہ یہ خانہ خدا ہے اللہ نے اس کو اپنا گھر کہا ہے اللہ نے اس کو عظمت دی ہے تو شیخ عبد القادرؒ ہو یا معین الدین چشتیؒ یا اویس قرنیؒ ہو یا ابو حنیفہ زمانہ ہو جب اس مقام پر آتے ہیں تو عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور کعبے کی احترام اور ادب کی شکل میں۔

اللہ تعالیٰ کے عا وہ کوئی نفع اور ضرر کا مالک نہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بخاری شریف میں ہے کتاب الحج میں بھی اور دیگر مقامات پر بھی، حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت فرماتے، ”انی لا علم انک حجر“ مجھے پتہ ہے آپ ایک پتھر ہیں ”لا تصرو ولا تنفع“ نہ نفع دے نہ ضرر دے۔ سکتا ہے ”ولو لا انی رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقبلک ما قبلتک“ مگر میں نے پیغمبر کو دیکھا ہے وہ آپ کو چوم رہے تھے اس لئے آپ کا احترام اور آپ کا چومنا یہ عبادت ہے۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۶۷) کیونکہ پیغمبر کا فعل اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے ہوتا ہے پیغمبر کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”باعیننا ووحینا“ آپ ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے مطابق چل پھر رہے ہیں گھوم پھیر رہے اٹھ بیٹھ رہے ہیں طاعت اور عبادت بجالاتے ہیں ”با عیننا ووحینا“

حجر اسود کو بوسہ دینے کا طریقہ

چنانچہ اس پر پورے اسلام کا اتفاق ہے کہ حج ہو یا عمرہ جب طواف شروع ہوتا ہو

یا طواف مکمل ہوتا ہو تو ایک دفعہ کم از کم حجر اسود کا بوسہ لینا یہ سنت طریقہ ہے اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو ہر شوط میں سہولت کے ساتھ کسی کو ہاتھ رکھنے یا پیشانی رکھنے کا موقع ملے یا اکل مکمل طور پر ادب کے ساتھ پیش آئے پیشانی رکھ دے۔ دائیں گال بھی رکھا جاتا ہے دونوں ہاتھ رکھے جاتے ہیں بعض فقہاء نے کہا ہے کہ عوام اس کا خیال نہیں کرتے وہ پہلے سے جھکنے لگتے ہیں اور میز سے ہونے لگتے ہیں وہ کہتے ہیں تا کہ طواف شروع کرنے سے پہلے بوسہ لے لے اور طواف کے اختتام پر بوسہ لے لے۔ درمیان میں نہ لے لیکن درست قول یہ ہے جو میں نے ذکر کیا ہے کہ طواف کے سات شوطوں میں ہر شوط کے اندر حجر اسود کا بوسہ لینا جب ممکن ہو آسانی اور سہولت کے ساتھ سنت طریقہ ہے مرد اور زن دونوں کے لئے۔ البتہ بھیڑ میں اور رش میں نہ لینا افضل ہے حضرت بھی جب تشریف لائے اور آپ نے دیکھا کہ صحابہ بہت زیادہ ہیں سو الاکھ صحابہ اس وقت آپ کے ساتھ طواف میں تھے تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور پھر ان کے پیچھے سے چومنا اور آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی چھڑی سے اس کی طرف اشارہ کیا اور چھڑی کے پیچھے حصے کو بوسہ لیا۔

صحابہ کے اس میں دو قول ہیں حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رش میں اور بھیڑ میں نہ چومنا اور چھوڑ دینا افضل ہے اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں ہے کہ قیامت کے میدان میں جب یہ فیصلہ ہو جائے لوگوں کے جنت جانے اور جہنمی تو جہنم پہنچ چکے ہو گئے، انا ذنا اللہ منا وایا کم اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم سے محفوظ فرمائے اور جنت اپنے فضل سے نصیب فرمائے۔

جب فیصلہ ہو جائے یہ لوگ سب جنتوں میں جائیں گے تو پھر کہا جائے گا ذرا

تھمبر تھوڑا سا کام باقی ہے تمام خالق رک جائیں گی اور بعض روایات میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو انگی مٹوں میں ہو گئے ابونعیم نے نتیجہ میں لکھا ہے کہ انبیاء جس مقام پر ہو گئے جس جگہ جمع ہو گئے جنت وہیں لائی جائے گی اور جیسا ہی کہا جائے گا ”ادخلوا الجنة“ جب جائے اسی ساتھ انبیاء علیہم السلام داخل جنت ہو گئے۔

جس وقت یہ لوگ جنت جانے والے ہو گئے ان لمحوں میں جنت جانے والوں کے لئے بارگاہ الہی سے اعلان ہو جائے گا کہ سب لوگ رک جائیں تھوڑی دیر صبر کر لیں ذرا انتظار کر لیں ایک ضروری کام ہو رہا ہے بہنئی حیران ہو جائیں گے کہ کونسا کام باقی ہے اس کے بعد ملائکہ حجر اسود کو ریشمی طباقوں میں رکھ کر میدان میں لائیں گے اور رکھ لیں گے اور ایک ریشم کی چوکی ہوگی اسی مسافت پر جتنی مسافت پر آج کوہ کے کونے میں حجر اسود لگانا ہوا ہے اتنی مسافت پر ایک ریشمین چوکی پر پردے میں اور طباق میں ہوگا اور پھر مام لئے جائیں گے کہ فلان ابن فلان قبیلے کا فلان زمانے کا فلان آدنی باہر آ جائے وہ آئے گا وہ آئے گا بوسہ دو حجر اسود کو چہرہ رکھو چہرہ اور روایت میں ہے ”یغبط بہم الانبیاء“ ان پر نبی رشتہ کریں گے یہ کون ہے ان کا اتنا اکرام اور اعزاز پھر اعلان ہو جائے گا کہ انہوں نے طواف کے دوران اس لئے حجر اسود کا بوسہ نہیں لیا تھا کہ دوسروں کو تکلیف پہنچ رہی ہے۔ بردفعہ جاتے تھے پھر رش ملتا تھا آج ان کی تسلی کرا کے پھر جنت۔ اب آپ روانہ ہو سکتے ہیں جانیے قدر ان کے ہاں سے خاص شان سے دعوتی ہے اپنے شان کے مطابق احترام کرنا ہے اس روایت کی وجہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور بہت سارے صحابہؓ اور تابعینؓ اور ہمارے امام ابوحنیفہؒ وہ بھی مبرا اللہ ابن مسعودؒ کی فقہ پر عمل پیرا ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ رش

اور تھمبر میں حجر اسود نہ چڑھنا افضل ہے امام ابوحنیفہؒ کی فقہ پر عمل ہو جائے تو حجاج مرنے سے بچ جائیں گے ہر مسئلے میں رنی تک تمام مسائل میں افسوس کہ وہیں جا کر لوگ مسائل پر عمل نہیں کرتے اور جذبات پر عمل کرتے ہیں، جذ بہ اور عقل دو چیزیں جمع نہیں ہوتیں۔

حجر اسود کے بارے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول

صحابہؓ میں کچھ افراد ایسے ہیں ان میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ بھی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تھوڑا بہت دیکھا اور تھمبر برداشت کر لی جائے جس گھر کے مہمان زیادہ ہو وہاں معمولی سارٹ اور تھمبر دعوت کے نمایاں شان ہوتا ہے اور ابن عمرؓ کے الفاظ بخاری میں ہیں ”ان زومت“ مطلب یہ ہے پہنچنا تو ہے تو علماء دین نے دونوں باتوں میں تطبیق فرمائی ہے اگر آپ کی صحت اور زندگی خطر میں پڑھ رہی ہے یا آپ کی وجہ سے کسی اور کو زحمت ہو تو پھر ابن مسعودؒ کا قول ”متر ہے اور انتظار کر۔ روز حشر کا اور اگر ہمت اللہ نے دی ہے کسی کو تکلیف ارادنا نہیں دیتے صرف دیکھا وغیرہ وہ جیسے رش میں ہوتی ہے پھر عبداللہ ابن عمرؒ کا قول ”متر ہے“ ان زومت“۔ سوال یہ کہ حجر اسود ایک پتھر ہے اور حدیث میں ہے یہ جب جنت سے آچکا تھا تو سفید تھا لعل الحجر الاسود من الجنة وهو اللہ بیاضاً من اللہ فسودتہ خطاباً بنی آدم“ (ترمذی ج ۱ ص ۷۷) یہ پتھر جب جنت سے آیا تھا اس کا نام حجر اسود نہیں تھا حجر انیس تھا سفید پتھر سفید رنگ کا یا ثبوت تھا، دنیا کے جوہر و یا ثبوت تو سرخ رنگ کے ہیں کیونکہ دنیا کی چیزیں آخرت کے مقابلے میں بہت مدہم ہیں ویسے سفید اور سرخ میں قرب ہے اصلاً رنگ سفید ہے سفید جب متاثر ہو جاتا ہے تو سرخی پیدا ہو جاتی ہے

پھر اس میں قہور اسرار الہیہ پیرا ہو جاتا ہے۔ بیابا پن آ جاتا ہے۔ نزل المصجر الاسود من الجنة وهو اشد بياضا من اللبن فسودته خطايا بني آدم“ انسانوں کے گناہوں نے اس کو بالکل سیاہ کر دیا کتنے بڑے بڑے گنہگار وہاں جاتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں گناہوں کے اثرات ہوتے ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ عالم نماز پڑھانے کا عام آدمی نماز نہیں پڑھا سکتا عالم کو اس لئے نماز کا پابند سمجھا جاتا ہے کہ وہ امت کا اور قوم کا پیرا اٹھائے۔

گناہ اور ان سے بچنے کا طریقہ

گناہوں کے الوان ہیں، رنگ ہیں اور گناہوں کے اترام ہیں جسم میں یہ الوان اور اجرام بعض آنکھوں والوں کو نظر بھی آتے ہیں اگرچہ شرعاً ان کا اعتبار نہیں اور تندی شریف میں ہے آدمی جب وضو کرنے لگتا ہے سنت وضو اور ہاتھ دھونا ہے تو ہاتھوں کا گناہ دھل جاتا ہے چہرہ دھوتا ہے تو چہرے اور دیکھنے کے گناہ دھل جاتے ہیں سب جھڑ جاتے ہیں اور جب پیر دھوتے ہیں تو بیروں سے چل کر جس گناہ کے لئے گیا وہ دھل جاتا ہے، تیج اور سنت وضو سے جب فارغ ہو جاتا ہے ”ثم سائمة ابواب الجنة“ جنت کے آنکھوں دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں ”من اى شاء دخل“ جس دروازے سے چاہے جاسکتا ہے خیر کے کام میں ابتداء انان کا میانی ہوتا ہے ”من قال لا اله الا الله دخل الجنة“ جس نے لا اله الا الله کہا وہ داخل جنت ہوگا صرف لا اله الا الله کہا ہوا ہے ہر شخص پڑھ سکتا ہے مشرکین کے لئے اور کہہ کے کافروں کے لئے یہ کلمہ پڑھنا کوئی مشکل تھا کیا؟ وہ مراد نہیں، مراد یہ ہے کہ جس نے یہ کلمہ پڑھا صداقت کے ساتھ حقیقت کے ساتھ وہ جنتی ہو

جائے گا۔ ان اس کو یاد رکھو کہ جب حضرت ﷺ نے ان لوگوں سے کہا ”فقلوا لا اله الا الله“ پڑھو کلمہ تو لڑ پڑے۔ اور کہا یہ نہیں ہو سکتا لا اله الا الله پڑھ رہے ہیں لوگ مزاروں سے مانگ رہے ہیں اور چادر میں تپڑا رہے ہیں اور نیازیں دے رہے ہیں غیر اللہ کی اور مخلوق کو مشکل کشا اور حاجت روا کہتے ہیں اصل میں یہ بد نصیب اس کے مطلب سے واقف نہیں ان کو اس کلمے کا وزن اور قیمت کا اندازہ ہی نہیں مکہ کے مشرکوں کو اس کے وزن کا اندازہ تھا کہ اس کلمے کو اوتینا پڑھنے کے بعد سارے ہت ختم ہو جائیں گے اور سارا کام ٹپ ہو جائے گا، ”اجعل الالهة الهيا واحدا ان هلمنا لشئىء عجاب“ (سورہ ص آیت ۵) ”مشرکین کہتے تھے اتنے سارے خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کا کہتے ہیں“ ”اجعل لالهة الهيا واحد“ ان کے ہاں بارش برسانے والا علیحدہ، اولاد دینے والا علیحدہ، عزت دینے والا علیحدہ، دشمنوں پر غالب کرنے والا علیحدہ، ہر کام کا علیحدہ خدا ہوتے، ۳۶۰ ہت بن گئے اور کعب کا کمرہ ان سے بھر گیا اور ہمارے ہاں با بے ہیں یہ بیٹا دینے والا افغان بیڑا پار کرنے والا کس ملک کی کسی بھی درگاہ کو دیکھو اس کی ایک سائیر مشہور ہو جائے گی یہ وہی مشرکین کی طرح ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اجازت کے علاوہ کوئی۔ غارش نہیں کر سکتا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”وكم من مملک فی السموات لا تغنی شفاعتهم شیئاً“ یہ زمینی لوگ تو چھوڑو آسمانوں کے فرشتے ان کا تصرف نہیں ہے کہ وہ غیب دان ہیں اور نہ مشکل کشا ہیں کچھ نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع اور فرمانبردار ہیں ”وكم من مملک فی السموات“ زمینی چیزیں چھوڑو وہ آسمانوں میں رہنے بسنے والے وہ عبادت اور اطاعت

کرنے والے خلایق جنہوں نے ابتلاء کے وقت بھی خدا کی عبادت کر کے کامیاب ہو گئے وہ بھی کھنپیں کر سکتے جب ملائکہ سبع السموات کے جو مخلوق ارضی سے یقیناً با عزت ہیں اللہ ان کی بے بسی ظاہر فرماتے ہیں تو آپ کیسے کسی مخلوق کو کہتے ہیں کہ یہ ہماری مشکل حل کرے گی اور یہ ہمیں عزت دے گی اور یہ ہمیں کسی تکلیف سے چھڑائے گی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "لا تعصی شیئاً عنہم شیئاً" ان کی سفارش سے کچھ نہیں ہوتا، "الا من بعد ان یاذن اللہ لمن یشاء ویعزضہ" (سورہ نجم آیت ۴۶) ہاں اللہ چاہے اور کسی کو اجازت دے اور جب قرآن اس کے رد کرنے پر آتا ہے تو فرماتا ہے "ان ہی الا اسماء" نہیں ہے یہ مگر میرا نام "سمیعہ و ما انعم و ابناؤکم" یہ نام رکھے ہیں تم نے اور تمہارے بڑوں نے "ما انزل اللہ بہما من سلطان" اللہ اس کی کوئی دلیل نہیں اتاری کہ یہ دیکھ لیں یہ یہ غوث اعظم ہے یہ بیڑا پار کرنے والا ہے یہ بیٹا دینے والا ہے فرمایا "ما انزل اللہ بہما من سلطان" (سورہ نجم آیت ۶۳) یہ صرف نام ہیں جو تم نے رکھیں اس کی ہماری طرف سے کوئی دلیل ہی نہیں ہے جو کہ تم دے سکو۔

حجر اسود محترم ہے، کعب معلیٰ ہے، حد درجے معظم ہے، جب حکم آیا کہ مسلمان روئے زمین پر جس جگہ بھی عبادت کریں وہ کعب کی طرف منہ کریں، کعب کی طرف منہ کرنا یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ ملائکہ نے سجدے کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منہ کیا آدم کو سجدہ ملائکہ بنایا اور ان کی حیثیت اس وقت کعب ہی کی تھی اور سجدہ بغیر کعب کے نہیں ہوتا یہ اتفاقی مسئلہ ہے ویسے کوئی کہیں بھی جھک گیا، سر رکھ دیا، یہ سجدہ نہیں ہے سجدہ جب کعب ہی کی طرف ہوگا۔

ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا طریقہ

اس لئے علماء لکھتے ہیں کہ بس میں یا ریل گاڑی میں نماز کا وقت ہو جائے اور کوئی تبدیل نہیں ہے صحیح طرح نماز پڑھنے کا امکان نہیں ہے ہماری نماز یقیناً قضا ہوگی تو جب قضا ہونے کی گھڑی آتی ہے تو اجازت ہے کہ اس سواری کے اندر "کیف استطعت" جس طرح ہو سکے آپ نماز پڑھیں لیکن دو باتیں لازماً درکھیں ایک تو اولا قیام فرض ہوگا کھڑا ہونا پڑے گا کیونکہ آپ بندھے ہوئے نہیں ہیں، دوسرا قبلہ رخ ہونا ضروری ہے بعض لوگ ریل گاڑی میں سیٹ پر ناٹلیں بچلا کر نماز شروع کرتے ہیں بھی ریل گاڑی گزر رہی ہے سامنے مسجد اور محراب نظر آ رہا ہے کعب کی طرف منہ کر لیں وہ ساقط کیوں ہوا ہے اور فقہاء نے لکھا ہے کہ شروع کر کے قبلہ کی طرف منہ کر لے اور اگر درمیان میں گاڑی گھومنے لگی آپ کو چپہ چپتا ہے تو ساتھ گھومنے نہیں گھوم سکتے تو گردن گھمائے لیکن یہ کہ بغیر قیام کے شروع سے بیٹھ جائے اور قبلہ کی طرف منہ کئے بغیر کوئی نماز پڑھی گئی چاروں آئمہ اور حنفی فقہ میں ایک مفتی بھی اس کا تاکل نہیں کہ نماز ہوئی، ایسی تمام نمازیں باطل ہیں وہ دوبارہ پڑھی جائیں گی سر۔ سے ہوئی ہی نہیں۔

قصداً کعب کو ترک کرنا جائز نہیں اور یہی حکم ہوائی جہاز کا ہے ہوائی جہاز میں گھوم پھر رہے ہیں اخبار لینے جا رہا ہے کھانا منگوا رہا ہے ٹکسٹ منگوا رہا ہے یہ صحیح سلامت ہے، ہوائی جہاز میں بھی جماعت ہو سکتی ہے ایک آدمی آگے ہو جائے دو پیچھے ہو جائے تیسرے نماز پڑھائے اگر آپ کھڑے ہو گئے اور پھر جھٹکے لگنے لگے بیٹھ گئے اس کی اجازت ہے۔

فقہاء نے اس کا قاعدہ لکھا ہے جیسے کسی نے کشتی میں نماز کھڑے ہو کر شروع کی پھر چکر لگایا بیٹھ جائے آپ نے نماز شروع کرتے وقت قبلہ کا رخ معلوم کر لیا بعد میں پتہ نہیں چلا رخ تبدیل ہو گیا آپ کو معلوم نہیں ہوا اب معاف ہے نماز ہو جائے گی لیکن شروع سے قیام چھوڑ دینا اور شروع سے کعبہ کی طرف منہ نہ کرنا جو نمازیں شروع کی گئیں وہ باطل ہیں وہ سب کی سب نمازیں دوبارہ پڑھنی جائیں گی راسخ اور محکم فتویٰ ہے۔ فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ جب قبیلے کے رخ کا کچھ پتہ نہ چلے، نہ مہر و مخراب ہے اندازہ لگائے، اگر بتانے والا نہ ہو تو ”بے خبری“ فکر کیلئے جب یہ گاڑی میں بیٹھ رہا تھا تو قبلہ کس طرف تھا سوچ سمجھ کر نماز شروع کر دی اور پڑھ لی بعد میں پتہ چلا کہ بالکل الٹی سمت نماز پڑھ لی نماز ہو گئی تخری ہو بہ معلومات اور علم نہ ہونے کے علم کے قائم مقام ہے۔ فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ دو آدمیوں نے نماز شروع کر دی ایک نے علم نہ ہونے کی وجہ سے سوچا سوچ بچار کے بعد ایک سمت کو طے کیا اور نماز پڑھ لی اور غلط نکل نماز ہو گئی اور دوسرے نے بغیر سوچے سمجھے اور بغیر تخری اور اجتہاد کے ویسے نماز پڑھ لی اور پھر پتہ چلا صحیح ہے یہ غلط ہے نماز نہیں ہوئی کا عدم ہے اس نے بغیر تخری کے نماز پڑھی یہ نماز دوبارہ پڑھنی جائے گی۔

اس قسم کے مسائل کم بیان ہوئے ہیں چنانچہ میری درخواست پر حضرت مولانا یوسف لدھیانوی مرحوم نے اپنے زمانے میں جنگ میں بار بار کھاریل گاڑی میں بغیر قیام اور قبلہ معلوم کے بغیر جو نمازیں پڑھی گئی وہ نمازیں نہیں ہوں گی دوبارہ پڑھنی جائیں گی۔

الحمد للہ سب سے پہلے حضرت کو میں نے توجہ دلائی اس پر کم لکھا جا رہا ہے لوگ سیٹ پر بیٹھ کر ناگلیں بھلاتے ہیں اور جادو نہ ہو نماز پڑھ لیتے ہیں سامنے مسجد نظر آرہی ہے

مخراب و مینار مسجدوں کے نظر آرہے ہیں اس سے صاف قبلہ معلوم ہو سکتا ہے اس کو کوئی غدر نہیں ہے کھڑے ہونے میں لیکن یہ کھڑا نہیں ہو رہا۔

وہ ایک نالغہ مسئلہ ہے کہ بعض بزرگان دین کی رائے یہ ہے کہ ہوائی جہاز میں نماز نہیں ہوتی بعض بڑے علماء اور قابل احترام بھی اس میں رہے ہیں لیکن درست اور صحیح بات یہ ہے کہ ہوائی جہاز میں نماز اس طرح ادا ہوگی جیسے اپنے گھر اور پٹنگ کے سامنے نماز ہوتی ہے کوئی شک نہیں کراہیت تک نہیں ہے۔

انسانی زندگی میں عدل اور انصاف کا ہونا بہت ضروری ہے

انسانی زندگی میں عدل اور انصاف کے ساتھ رہنا اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کا باعث ہے۔ اپنے اوقات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صرف کرنا، اپنی جوانی کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں صرف کرنا، اپنا مالی اور متاع کو اللہ کے دین پر صرف کرنا، اپنی اولاد کو اپنی تربیت اور علم میں رکھنا، اپنے پروگراموں کو شادی بیاہ میں بھی آپ دوستی میں بھی اور تنگی میں بھی اللہ کے دین کے پابند رہنا یہ عدل اور انصاف کا تقاضا ہے۔ آپ جیسے اپنے لئے بہتری چاہتے ہیں اپنے پڑوس کے لئے بھی چاہیں گے آپ جن عوامل سے خود نیک بنے ہیں ان ذرائع اور وسائل کو دوسروں کے لئے بھی پیش کریں گے جس طرح آپ کی بیماری سے صحت ہوئی ہے آپ ایک اور بیمار کو بھی اسی طرح مشاورت دیں گے علاج کی تجویز دیں یہ عدل ہے بہت بڑا انصاف ہے اس پر اللہ کی طرف سے وعدہ ہے فضل کا احسان کا اور مہربانیوں کا۔

سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دینا ضروری ہے

”مرو اولادکم بالصلوٰۃ و ہم ابناء سبع سنین“ (ابو داؤد ص ۱۷۲ ترمذی ج ۱ ص ۹۲) سات سال سے بچوں کو نماز کا کبوتر چار سال چار ماہ چار دن اور دن کی چار گھڑیاں جب گزر جائیں تو ان کو کلا پرھاؤ نماز سکھاؤ اور اچھی باتیں ان کو سمجھاؤ اور ربی باتوں سے دور رکھو جیسے آپ ان کو سمجھائیں گے وہ ایسے ہی ہو جائیں گے آپ آیتیں پڑھیں وہ قرآن کا حافظ ہو جائے گا آپ علماء کی تعریف کریں وہ علماء دین کا ناشق ہو جائے گا آپ انہیں گانے سنائیں اور ڈانس دیکھائیں وہ ڈانسر بن جائے گا پورا سفیہ اخبار میں ڈانسر کا آنا ہے یہ قوم کی ثقافت ہے، شرم تم کو گرنے نہیں آتی

”مرو اولادکم بالصلوٰۃ“ اولاد کی تربیت کرو ان کو نماز پڑھاؤ ان کو نماز سکھاؤ ”و ہم ابناء سبع سنین“ سات سال میں۔ یہ تربیت چار سال چار ماہ چار دن سے شروع ہوگی تھی، سات سال ہو گئے اب فجر میں بھی آٹھائیں رات کو جلدی سلائیں ان کی ماں اسل گاڑی ہے اس کو سیدھا چلانا ہے رات کو پروگراموں کو ترک کرنا ہے ”نہی رسول اللہ ﷺ عن سحر اللیلای“ پیغمبر نے رات کو قصبے کہانیاں منع فرمائی کیونکہ اس سے فجر متاثر ہونے کا اندیشہ ہے، زمانہ جاہلیت میں لوگ عشاء کے بعد دیر تک جاگتے قصبے کہانیاں سناتے اور پھر نتیجہ کیا ہوتا صبح دس گیارہ بجے اٹھتے ہیں پھر دفتر فون کرتے ہیں آج میں نہیں آؤں گا تنخواہ آپ میری بھیج دینا حرام خورتمیں شرم بھی نہیں آئے گی تمہاری ملازمت صبح آٹھ بجے سے شام پانچ بجے تک ہے اور تم مہینے کے سارے دن جمع کر لو کتنے دن تم گئے ہو بڑا

افسر یعنی بڑا حرام خوردہ عہدہ دار جس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ان کی ہڈیاں گوشت چربی سب حرام کی بنی ہوئی ہیں۔

حلال رزق نعمت خداوندی ہے

ابن ابیہ کو کلمہ مل رہا ہے بڑا کون ہے ”یا ایھا المرسلان“ پیغمبرؐ ”کملوا من الطہیبت“ کمال و صاف شہر احال ”واعملوا صالحا“ اور نیک اعمال کرو ”انہی بمما تعملون علیہم“ (سورہ ہومنون آیت ۵۰) میں تمہارے اعمال کو جاننا ہوں، ”یا ایھا الصالحین اسمعوا کملوا من طہیبت ما رزقکم و اشکروا للہ ان کنتم اباہ تعبدون“ (سورہ بقرہ آیت ۱۷۷) ایمان والو اگر تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہو تو حلال کمانے کی بھی کوشش کرو صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے والا واحد متبع سنت صرف اس پر نہیں نجات پائے گا کہ اس نے درگاہوں کو نہیں پکارا وہاں دعا و شرک نہیں کیا یہ کھاکس طرح رہا ہے اور کہا کہاں سے رہا ہے اس لئے فرمایا ”ان کنتم اباہ تعبدون“ اور جنہیں خدا نے حلال نصیب کیا ہے ”واشکروا للہ“ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو ”ان کنتم اباہ تعبدون“ عدل یہ ہے نظام حیات نظام جسم اس کا استعمال شریعت کے مطابق کرو، اسی پر اللہ تعالیٰ کا عہد فضل ہے، اللہ کا وعدہ ہے کہ احسان کروں گا۔

جائز کام کی سفارش جائز اور ناجائز کام کی سفارش ناجائز ہے

امام ابن سیرین کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ بادشاہ کے پاس میری سفارش کرو وہ آپ کی بڑی عزت کرتا ہے امام ابن سیرین نے کہا یہ کام تو ناجائز نہیں

ہے اور ناجائز کام کی سفارش ناجائز ہے جائز کام کی سفارش جائز ہے ثواب کے کام کی سفارش ثواب ہے۔

حضرت اقدس فاضلہ حق کے آخری سالہ رشتہ اور فتویٰ کے تاجدار میدان سیاست کے فاتح علماء اور اولیاء کا مرجع اور معدن حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جیب میں بے انتہاء درخواستیں ہوتی تھیں حج اور عمرہ کے لئے، مجھے حج پہ جانا ہے اس پر لکھتے تھے کہ فلاں فلاں کو فون لگاؤ ایک زمانے میں جنرل خیا سے سخت ناراضگی تھی ان کا نام نہیں سنتے تھے لیکن ایک بوڑھے آدمی نے حضرت کو کہا امر اتنی گزر گئی میرا نام نہیں آتا میں مری جاؤں گا بغیر حج کے میرے اوپر حج فرض ہو چکا ہے حضرت نے فون لگایا (میں اس وقت موجود تھا) اس وقت بڑے خاص طریقے سے ان کو کہا آپ سے ناراضگی اپنی جگہ ڈائریکٹر حج کو سمجھاؤ کہ اس بوڑھے کو ساتھ لے جائے اس نے کہا ان شاء اللہ دس گھنٹے کے اندر اندر اس کا سارا کام سیٹ ہو جائیگا۔ حضرت فرماتے تھے کہ دیکھو پیسہ خرچ کرے گا محنت وہ کرے گا گھر بار وہ چھوڑے گا ہم سفارش کریں گے اتنا ہی ثواب ملے گا کتنا آسان ثواب ہے اتنے بلند مرتبے پر ثواب کی طلب تڑپ ثواب کمانے کے لئے بے چینی وہ یکھنے کی تھی۔

تو امام ابن سرین گو کسی نے کہا کہ اس کام کے بارے میں بادشاہ سے سفارش کرو تو حضرت نے کہا یہ تو جائز نہیں ہے اس نے کہا کوئی فرق نہیں پڑتا ایسا ہوتا ہے ابن سرین نے کہا ناجائز ہونے کے باوجود میں کر لوں، تو انہوں نے کہا حضرت بڑی مہربانی، سردی کا موسم تھا سامنے آگ بل رہی تھی حضرت نے فرمایا آپ اس انگارے پر فٹکی رکھیں اس نے کہا حضرت بل جاؤں گا آپ نے فرمایا میرے لئے ایک فٹکی جا نے کیلئے تیار نہیں

ہو میں ناجائز سفارش کر کے تیرے لئے اپنا پورا جسم ہمیشہ کے لئے جہنم میں کیوں ڈالوں کر کے۔

اللہ تعالیٰ عدل اور فضل کی توفیق نصیب فرمائے۔

والخیر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

Settings\Muneeb\Desktop\Ahsan Khutbat
headings\ayat 166.tif not found.

Khutbat headings\15.tif
not found.

الحمد لله جل وعلا و صلى الله وسلم على رسوله المصطفى ونبه
المجتبى وامينه على وحي السماء وعلى آله النجباء واصحابه الاتقياء الفضل
الخالق بعد الانبياء ومن يهديهم اقتدى وبتارهم اقتفى من السفسرين
والمحلثين والفقهاء الى يوم الجزاء اما بعد!

فا عوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم
ان هذا القرآن يهدي للتي هي اقوم ويبشّر المؤمنين الذين يعملون
الصلح ان لهم اجرا كبيرا وان الذين لا يؤمنون بالآخرة اعدنا لهم عذابا
العظيم ويدع الانسان بالشرك دعاء بالخير طوكان الانسان عجولا وجعلنا
النيل والنهار اثنين فمحونا ابه النيل وجعلنا ابه النهار مبصرة لتبصروا فضلا
من ربكم ولتعلّموا عدد السنين والحساب وكل شئ فصلناه تفصيلا
(سورة اسراء آیت ۱۲۹)

اللهم صلى على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم
وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد
اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم
وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد

قرآن کریم اور مسلمان کا رشتہ

اچھے اور مقبول اعمال میں سے بہترین عمل قرآن کریم کے ساتھ سروکار ہے۔
مسلمان کے قرآن شریف سے کئی رشتے اور روابط ہیں، سب سے بڑا اور بنیادی رشتہ جو
ایمان کی وجہ سے قرآن کریم سے قائم ہوا ہے وہ اعتقادی تعلق ہے۔

مسلمان کا ایمان اور عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے آسمان سے ساری نسل
انسانی کی ہدایت کے لئے جو نجات اور سونات بھیجی ہے وہ قرآن کریم کی شکل میں ہے۔ یہ
اعتقادی مسئلہ ہے اور ایمان کے باب میں سے ہے۔ جتنی بھی آسمانی کتابیں آئی ہیں سب
اللہ تعالیٰ کی طرف سے منزل ہیں، تو ریت، زبور، انجیل اور ان کے علاوہ دیگر صحائف بھی،
لیکن کسی بھی کتاب کو تمام زمانوں کے لئے اور تمام جہانوں کے لئے لازم کر دینا اور اس
کے ساتھ ہدایت منسوب کر دینا، یہ شان اللہ تعالیٰ نے صرف قرآن کریم کو عطا فرمائی۔ اس
تعلق اور ایمان کی وجہ سے ہر مسلمان کو قرآن شریف کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور یاد ہوتا ہے اور
ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ انسان چاہے کسی بھی رنگ اور نسل کا ہو، کسی بھی قوم اور زمانے کا ہو، کسی
بھی آبادی اور علاقے کا مسلمان ہو لیکن قرآن شریف کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور اس کے سینے
میں محفوظ ہوگا، کچھ نہ ہو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم اور سورہ فاتحہ جو قرآن کریم کی بنیاد ہے اور پہلی
سورت ہے اور تمام مضامین اور تمام علوم کا نچوڑ و خلاصہ ہے ضرور یاد ہوگی۔ اسی طرح نماز
میں پڑھنے کے لئے اسے کچھ سورتیں بھی یاد رہتی ہیں۔ یہ ایک ایسا تعلق ہے، جیسا کہ کلام
اسلام اور مسلمان کا تعلق ہے کہ جب تک کلام انسان سچے دل اور تصدیق کے ساتھ نہ پڑھے

تو مسلمان نہیں ہوتا۔

کلمہ اسلام اور مسلمان کا رشتہ

یہی وجہ ہے کہ ابوطالب کے جب مرنے کا وقت قریب آیا تو صحیح بخاری میں ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ "ای عم قلی لا الہ الا اللہ کلمۃ احاج لک بنیا عند اللہ" (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۰۳) ۱۔ میرے چچا جان وہ کلمہ پڑھ لیجئے کہ جس کے پڑھنے کے بعد قیامت کے دن میں آپ کی شفاعت کر سکوں۔ اس سے کئی مسائل معلوم ہو گئے ایک تو یہ کہ اگر یہ کلمہ نصیب نہ ہو تو کسی رشتہ دار اور قرابت دار کو رشتے اور قرابت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا، ابوطالب جس کے حضرت ﷺ پر بہت سارے احسانات بھی تھے اور قرابت میں بھی وہ سب سے قریبی تھے، چچا تھے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ تعلق بھی کافی دیر تک اور طویل رہا ہے لیکن جناب نبی کریم ﷺ جو تمام قرابتوں اور تمام رشتوں کے اوپر شفاعت کی بنیاد بیان فرماتے ہیں تو وہ یہ ہے کہ اگر اس کلمے کو پڑھیں گے تو قیامت کے دن شفاعت کر سکوں گا۔ کو یا سب سے بڑا تعلق جو اللہ تعالیٰ کا بند سے پیدا ہوتا ہے وہ کلمے کے ذریعے ہے۔ ابوطالب تو عبدالمطلب کا بیٹا تھا اور عبدالمطلب جناب نبی کریم ﷺ کے دادا ہیں اور ابوطالب عبد اللہ کے بھائی تھے اور عبد اللہ جناب نبی کریم ﷺ کے والد تھے اور عملی طور پر کہنے کے متونی تھے، بنو ہاشم سارے کے سارے متولیان کعبہ تھے۔ سب کچھ تھا، نسب بھی اعلیٰ، حسب بھی اعلیٰ لیکن ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ہر چیز رد کر دی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کلمات ادا کر لیں کہ جن کی وجہ

سے میں سفارش کر سکوں ورنہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ ساری خدمات کا اعدام، نسب کا اونچا ہونا کا اعدام، کعبہ کا متولی ہونا کا اعدام اگر کچھ باقی رہا تو ایمان کا کلمہ۔ وہ جتنے بھی بتوں کی پوجا کرتے تھے سب بیکار کوئی ایک بھی کام نہیں آیا۔ انہوں نے اپنے حساب سے کعبہ میں بے شمار بت نصب کئے تھے۔ ان کی ہر ضرورت اور ہر حاجت کے لئے ایک مہبود مقرر کیا گیا تھا، یہ بارش برسانے کے لئے ہے، یہ بارش روکنے کے لئے ہے، یہ اولاد دینے کے لئے ہے، یہ رشتہ کرانے کے لئے ہے، یہ کاروبار چلانے کے لئے ہے، یہ سفر پر جانے کی اجازت دینے کے لئے ہے، یہ دشمن پر فتح اور نصرت پانے کے لئے ہے، یہ دشمن کو نیست و نابود کرنے کے لئے اور مختلف حوائج اور مختلف کاموں کے لئے مختلف خدا بنائے گئے تھے۔

قرآن کریم میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بیل خانے میں جو قیدیوں کو تقریر کی اس میں بھی یہی بات فرمائی "لنصصاحبی السجینۃ ارباب متلفزوفون خیرام اللہ الواحد الفخار" (سورہ یوسف آیت ۳۹) اتنے سارے کاموں کیلئے اتنے سارے خدا جبکہ یہ سارا کام ایک زور آور خدا ہی کر سکتا ہے۔

مسلمانوں کے زوال کے اسباب

جس دن سے خلافت ختم ہوئی اور اسلامی نظام ختم کیا گیا اس وقت سے مسلمانوں میں دینی کمزوری آئی اور مسلمان پسا ہونا شروع ہو گئے اور ان میں شرک بھی داخل ہو گیا اور بدعات بھی داخل ہو گئیں۔ خلافتیں تین زمانوں میں ختم ہوئی ہیں۔

سب سے پہلے ۶۵۶ھ میں بنو عباس ختم ہوئے، یہ اسلام کا پہلا سانحہ ہے کہ

خلافت اسلامیہ اطراف اور اکناف میں جڑے اکھیر کر ختم کر دی گئی اور اس کے اسباب اور
عوامل بڑے مفصل ہیں اور بہت دردناک ہیں صرف ایک جمعے کی نشست اس کی متحمل نہیں
ہو سکتی، کسی طویل نشست میں یا تفسیر کی نشست میں، میں اس کو عرض کروں گا۔ ۶۵۶ھ یہ وہ
دور ہے کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر وہ دن بھی لوگوں نے دیکھا کہ بغداد میں خلیفہ
معتصم کے چار ہزار وزراء، علماء اور مفتیین ایک دفتر خوان پر بیٹھ گئے۔ علامہ ذہبی رحمۃ
اللہ علیہ نے سیر الاعلام میں لکھا ہے کہ اس وقت بغداد کی سترہ لاکھ آبادی تھی جس میں سے
صرف تین لاکھ رہ گئے تھے، باقی سب قتل کر دیئے گئے۔ اس سے قبل ایک سانحہ ۵۵۸ھ کا
ہے اور تیسرا سانحہ بعد میں ۱۱۷۲ھ کا ہے جس میں سلطنت مغلیہ تخت و تاج کی گئی۔ یہ تینوں
ادوار بنو عباس اور غزنوی حکومتیں اور اسکے بعد مغل سلطنتیں درمیان میں ہندوستان میں بلہن
اور نالامان ساسانی اور یہ سارے لوگ آئے ہیں۔ ان تمام ادوار میں اسلام عملاً نافذ تھا،
قانونی شکل میں اسلام تھا اور اسلام کے نفاذ کے وقت کسی کو بغاوت کرنے کی اجازت نہیں
تھی۔ یہ جتنے اختلافات دنیا میں ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں تھی اسلامی نظام کا اتنا زور تھا
کہ سوائے اسلامی روایات کے کسی بھی چیز کی قدر و قیمت نہیں تھی اور نہ ہی کوئی اور مذہب
رانگ تھا کیونکہ مذہب کوئی بھی آسانی نہیں ہے سوائے اسلام کے۔

اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت

اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک سید صاحب دربار میں بہت
آتے جاتے تھے اور ظاہری خلق اور عادات اور عرف کی وجہ سے بادشاہ بھی ان کا معتقد تھا

اور ان کا بہت احترام کرتا تھا۔ جب کچھ زمانہ گزر گیا تو اس نے اورنگزیب عالمگیر کے دربار
میں اتنی وقعت پیدا کر لی کہ جس خط پر سید صاحب سفارش لکھ دیتے تھے، بادشاہ اس کو رد
نہیں کرتا تھا اور اس پر احکامات جاری کر دیتا تھا۔ جب اسے پورا یقین ہو گیا کہ بادشاہ میرا
پکا معتقد ہو گیا ہے اور جو میں کہتا ہوں وہی کرنا ہے تو اس نے بادشاہ کے نام ایک خط لکھا اس
میں لکھا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ جمعے کے دن انور اطہار یعنی انور معصومین کا نام خطبے میں شامل
کر لیں ان کا بھی احترام ضروری ہے اور آپ خطیبوں کو حکم دیں کہ خطبوں میں ان کا نام بھی
شامل کر لیں۔ اس خط کو دیکھ کر اورنگزیب بادشاہ نے اسے سامنے رکھا اور تاضی التفتناۃ کو
طلب کیا اور ان سے درخواست کی کہ اس خط کا جواب آپ دیں، تاضی التفتناۃ نے کہا کہ
چونکہ بادشاہ سلامت کی ان سے عقیدت ہے اس لئے میری جواب دہی سودمند نہیں ہوگی۔
تاضی التفتناۃ کا مطلب یہ تھا کہ یہ جرات اور بے باکی اس لئے پیدا ہوئی کہ آپ ان کا بہت
زیادہ احترام کرتے تھے لیکن اہل علم کا کام ذو معنیین ہونا ہے اور وہ نشانے پر ہوتا ہے۔
اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے اہلسنت اور شیعہ دونوں کے علماء کو جمع کیا اور ان سید
صاحب کو بھی بلوایا جنہوں نے خط لکھا تھا۔ اسے بہت احترام کے ساتھ آگے بٹھایا گیا اور
اس کے بعد اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا وہ خط پڑھا اور پڑھ کر اس سے کہا کہ یہ خط
آپ نے لکھا ہے اس نے کہا کہ ہاں پھر بادشاہ نے جواب دیا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے
کہ اہلسنت والجماعت جو پیغمبر اور صحابہ کی جماعت ہے وہ آپ کے اس خط کو غلط سمجھتے ہیں۔
اس لئے خطبہ جمعہ میں صرف حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا نام
ہوگا اور کسی بھی غیر صحابی کا نام نہیں ہوگا۔

چونکہ خلافت مافذتھی اور بادشاہ میں خود ایمان موجود تھا تو جس قدر بھی ذاتی تعلق تھا لیکن دین کو متاثر نہیں ہونے دیا۔ آج جب حکومتوں کے ریلے پیلے اوپر نیچے ہوتے ہیں تو اس کا سب سے زیادہ اثر اہل دین پر پڑتا ہے، بلکہ بیشتر ارکان حکومت کی یکوشش ہوتی ہے کہ کسی طریقے سے اہل دین اور اہل ایمان کو پریشان کر دیا جائے۔ چنانچہ ہمارا ایک وزیر اعظم جس دن اپنی پہلی تقریر کر رہا تھا تو اس نے پہلا لفظ زبان سے نکالا کہ جمعے کی تعطیل ختم کر دی جائے گی۔ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ایسی سرکشاں اور بغاوتیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں، خدا تعالیٰ نے بھی اپنی شان کے مطابق سزائیں دینے کا انتظام فرمایا جو آپ نے بھی دیکھا اور سب نے دیکھا۔ اس لئے جتنی بھی خلافتیں رہی ہیں اس میں ملت اسلامیہ اور ان میں مسلمانوں کے عقیدہ اور عمل کو بنیادی طور پر محفوظ رکھا جاتا تھا۔

امت محمدیہ کا تمام امتوں پر گواہ ہونا

اعمال اور عقائد کی پونجی اور سرچشمہ اول قرآن کریم ہے اور پھر جناب نبی کریم ﷺ کی امادیت مبارک اور سنت مبارک ہے۔ قرآن کریم سے ایک تعلق تو ایمان کا ہے اور وہ اتنا مستحکم ہے کہ چودہ سو سال کے بعد آنے والا مسلمان اور وہ ہزار سال بعد آنے والا مسلمان بھی اللہ کے دین کا یہ حق رکھتا ہے کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی کہلائے، اس کو اتنی وجاہت حاصل ہو جاتی ہے کہ یہ امید کی جاسکتی ہے کہ قیامت کے دن جو بہت ہی زیادہ پر خطر اور پر ہیبت دن ہوگا (اللہ اپنے فضل و کرم سے آسان فرمائے) رسول اکرم ﷺ کی شفاعت جو نجات کی پونجی ہے وہ اس شخص کو نصیب ہوگی، وہ صرف اس کلمے کی وجہ سے اور ایمان کی وجہ سے

ہے، دیکھیں آنحضرت ﷺ نے یہی فرمایا: ای عم قیل لا اله الا الله کلمۃ احاج لک رہا عند الله۔ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ قیامت کے دن شفاعت صرف اور صرف مسلمانوں کی ہوگی۔ ہر رسول اور ہر نبی بارگاہ الہی میں ان لوگوں کی شفاعت کی درخواست کریگا جو ان پر ایمان لائے ہو گئے ”ويعكون الرسول عليكم شفيعا“ (سورہ بقرہ ۱۴۳) پہلی گواہی رسول اللہ ﷺ دیں گے تمام انبیاء علیہم السلام کے صدق و دیانت کی کہ خدا یا ان تمام پیغمبروں نے آپ کا پیغام بڑی دیانت کے ساتھ اپنی اپنی امتوں تک پہنچایا، دوسری گواہی آپ ﷺ دیں گے اپنی امت کے حق میں کہ یہ امت صادق اور سچی امت ہے اور یہ جو گواہی دے رہے ہیں یہ درست ہے اور تیسری گواہی آپ ﷺ دیں گے اپنی امت کے گناہ گاروں کو بخشوانے کے لئے، بڑے تمام پیشہ افراد جو ایمان پر سرے ہوں ان کی بھی مغفرت کی گنجائش ہے اور اللہ کے فضل و احسان سے امید ہے کہ انہیں بھی رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ صحیح مسلم میں ہے کہ قیامت کے دن قوموں سے جب پوچھا جائے گا کہ تمہارے ہاں فلاں پیغمبر نوح، صالح، یوسف علیہم السلام تشریف لائے اور ساری بات سمجھائی اور تم نے ان سب کی تکذیب کی، قرآن کریم میں بھی ہے کہ وہ کہیں گے نعماء جاءنا بشیر ولا نذیر“ (سورہ مائدہ ۱۹) ہمارے پاس کوئی بھی نہیں آیا تھا۔ پھر انبیاء علیہم السلام سے پوچھا جائے گا کہ آپ نے ان قوموں تک ہمارا پیغام کیوں نہیں پہنچایا، جبکہ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے لیکن یہ ایک عدالت کا نظام ہے جس میں باز پرس ضروری ہوتی ہے۔ انبیاء کرام فرمائیں گے کہ یا اللہ آپ نے جو پیغام دیا تھا وہ بڑی دیانت کے ساتھ اور ذمہ داری کے ساتھ ہم نے ان تک پہنچایا تو حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اب گواہ پیش کرو کیونکہ یہ امتیں تو مانتی نہیں۔

رسول کریم ﷺ کی امت کو بطور تصدیق اور مصدق کے پیش کیا جائے گا۔
وَمَا لَكُمْ جَعَلَكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لَّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ
شَهِيدًا“ (سورہ بقرہ آیت ۱۴۳) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہیں اعلیٰ امت بنالیا ہے،
امت وسطیٰ بنالیا ہے ”وَسَطُ الشَّيْءِ أَعْلَى الشَّيْءِ“ تا کہ تم قیامت کے دن اور لوگوں پر بھی
گواہی دے سکو۔ جب یہ امت گواہی دے گی تو اس کی تصدیق جناب نبی کریم ﷺ فرمائیں
گے۔ اس امت کی تصدیق کا گذشتہ کافر امتیں انکار کریں گی اور وہ کہیں گے کہ انہوں نے (امت
محمدیہ) نے تو ہمارا زمانہ پایا ہی نہیں ہے ان کو کیا حق ہے ہمارے خلاف گواہی دینے کا۔

شہادت کی دو اقسام

بعض مبتدیین کا بھی یہی خیال ہے کہ گواہی صرف اس کی ہوتی ہے جو دیکھے، جس
نے دیکھا نہیں ہے وہ کیسے گواہی دے سکتا ہے۔ گواہی دو طرح دی جاتی ہے ”وَالشَّاهِدُ بِمَا جَوَزَ
لِلشَّاهِدِ أَنْ يَشْهَدَ بِالْأَشْهَادِ وَذَلِكَ بِالْبَيِّنَاتِ“ فقہ حنفی کی معتبر کتاب عداویہ میں ہے کہ
گواہی کبھی تو دیکھنے سے ہوتی ہے جیسے بیشتر امور میں دیکھنے سے آدمی گواہی دیتا ہے ”او
بِأَخْبَارِ مَنْ يَشَقُّ“ (ہدایہ ج ۲ ص ۱۵۹ کتاب الشہادت المصباح) اور کبھی کبھی معلومات کی
بنیاد پر گواہی ہوتی ہے۔ جیسے ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے پیغمبر تھے،
ہم گواہی دیتے ہیں کہ عیسیٰ مسیح بغیر مس بشر کے لطن مریم سے پیدا ہوئے، ہم اس بات کی بھی
گواہی دے سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مسیح غصری موت کے ساتھ فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ
آسمان پر اٹھائے گئے ہیں، اس بات کی گواہی دینا بھی ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ عیسیٰ مسیح

قرب قیامت میں رسول اللہ ﷺ کے ایک وفادار تہذیب کی حیثیت سے اس زمین پر تشریف
لائیں گے۔ کیونکہ برہنہ اور رسول کو جب محمد رسول اللہ ﷺ کا مقام سمجھا دیا گیا تو انہوں نے
آرزو کی کہ کاش میں ان کا امتی ہوتا۔ نبوت ایک بڑا مقام ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کے امت کا
ایک فرد ہونا یہ بھی ایک بڑا اعزاز ہے یہ اور بات ہے کہ امت دوسری چیزوں میں پڑ گئی اور
انہیں یہ عزائم اور یہ مفاخر بھول گئے۔ اگر امت محمدیہ کو یہ مکارم اور محاسن یاد نہ ہوتے تو کوئی بھی
امتی تصدا اپنے بیٹی کی مخالفت نہیں کرتا یہ بہت ہی مستبعد اور بہت ہی مکروہ بات ہے کہ ایک
امتی جان بوجھ کر جو اس خویش پیداری کے عالم میں اپنے رسول اور نبی کی مخالفت کرے اور
اس کے احکامات کو پیچھے چھوڑ دے۔

ایران کے مشہور شاعر کی حکایت

مشہور مقدمہ ہے کہ ایک ایرانی شاعر اور مشہور شاعر مرزا بیدل کسی مشاعرہ میں
آئے سامنے ہو گئے۔ اس زمانے میں علم کا دور دورہ تھا اور بادشاہوں میں علمی صلاحیتیں تھیں
اور وہ عرب و عجم، شرق و غرب کے علماء اور شعراء کو جمع کرتے تھے۔ تو ایک ایرانی شاعر نے
بڑا اچھا کام پڑھا جس میں اس نے جناب نبی کریم ﷺ کے مناقب اور مراتب بڑے ہی
اعلیٰ انداز میں بیان کئے۔ اس کے بعد مرزا بیدل نے ان سے پوچھا کہ کام تو آپ کا بڑا
پرسوز ہے لیکن چہرہ بالکل صاف ہے چاہیے کہ اس کام کا رنگ چہرے پر بھی ہوتا۔ اس شاعر
نے اپنے خاص انداز میں کہا کہ یہ ٹھیک ہے لیکن دل کسے رانسی خراشم میں
کبھی کسی کی دل آزاری نہیں کرتا۔ عام طور پر داڑھی نہ رکھنے والے اس زعم اور خیال میں

ہوتے ہیں کہ ہم بہت اچھے ہیں اور ہمارے اخلاق بھی بہت اچھے ہیں اگر ایک داڑھی نہیں ہے تو کون سی قیامت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ زمین پھٹے اور یہ آسمان ٹپکے گر جائے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے جتنا بڑا گناہ اور سانحہ داڑھی کا منڈوانا ہے۔ ان کا یہ خیال ہے کہ یہ کوئی اختیاری چیز ہے کوئی رکھے اور کوئی نہ رکھے پہلے تو یہ سمجھا جائے کہ داڑھی کا حکم آیا ہے اور دوسری سمجھا جائے کہ محققین اور فقہاء دین کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ واجب ہے اور ترک واجب عمداً یہ گناہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جناب نبی کریم ﷺ تک جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے سب کی داڑھی تھی، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس سنت پر حق سے عمل پیرا رہے، تمام ائمہ مجتہدین، محدثین اور فقہاء نے بھی اس سنت کا دل و جان سے احترام کیا۔

مرزا بیادل نے اس کو بد جستہ کہا کہ یہ ٹھیک ہے کہ آپ کسی کی دل آزاری نہیں کرتے ہو گئے لیکن اس سنت کے محفوظ نہ رہنے سے آپ جناب نبی کریم ﷺ کی دل آزاری مسلسل کر رہے ہیں۔

جناب نبی کریم ﷺ کی سنت اور امت کا فرض

کیونکہ سنت کے احیاء سے پیغمبر ﷺ کو خوشی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ جب سنت فوت کی جائے گی اور اسے ترک کیا جائے گا تو سب سے زیادہ صدمہ جناب نبی کریم ﷺ کو ہوگا، کیونکہ سنت پیغمبر کا عمل ہے اور پیغمبر کے کردار کا نام ہے۔ اس لئے امت کو اس بات کا خیال کرنا چاہئے کہ اللہ رب العالمین نے ایک نضر اور شرف ہمیں عطا کیا اور ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں پیدا کیا تو ہر نعمت کے شکر کا کوئی نا کوئی طریقہ ہوتا ہے، جیسے اللہ نے

ہمیں زندگی اور صحت عطا فرمائی ہے، بہترین گھر دیا ہے تو اس کا شکریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کی جائے، اس کے احکامات کی پیروی کی جائے، اس کے دین کی سر بلندی کے لئے کوششیں کی جائیں اور نافرمانی اور سرکشی سے بچا جائے۔ قرآن کریم میں باقاعدہ حکم ہے کہ تم شکر بجالاؤ کیونکہ شکر سے نعمتیں بڑھادی جاتی ہیں "لئن شکرتم لازیدنکم" (سورہ ابراہیم آیت ۷) ایک اور جگہ فرمایا کہ "وقلیل من عبادى الشکور" (سورہ سبا آیت ۱۳) کیونکہ بندوں میں شکرانے کی عادت کم ہو رہی ہے۔

شکرانہ نعمت اور کفران نعمت

شکر کی ابتداء ایک منقطع عمل سے ہوتی ہے لیکن اس کی انتہا بہت بھاری بحر کم ہوتی ہے، یہی حال ناشکری کا بھی ہے کہ ابتداء میں کوئی ایک نعمت کا انکار کر لیتا ہے یا لحاظ نہیں کرتا تو وہ ناشکرا ہو جاتا ہے، لیکن ایک وقت ایسا آ جاتا ہے کہ وہ اپنے منعم اور محسن، خالق و مالک حقیقی اللہ بزرگ و برتر سے منہ موڑ لیتا ہے۔ قرآن کریم میں اس لئے اللہ رب العالمین نے شکر اور کفر کو متقابلے میں ذکر کیا "والشکور المی ولا تکفرون" (سورہ بقرہ آیت ۱۵۲) شکر بجالاؤ اور کفر مت کرو، کو اس کا معنی "ناشکری مت کرو" سے کیا گیا ہے مگر صیغہ تکفرون کا استعمال ہوا "ولا تکفرون" اشارہ ہے کہ اگر یہی عادت رہی تو یہ انسان جو آج اپنے رب کا ناشکرا ہوا ہے کل کو کفر میں بھی مبتلا ہو جائے گا۔

سنن، نوافل اور مستحبات کا تحفظ بھی ضروری ہے

فقہیہ ابواللیث جو مذہب حنفی کے بڑے ائمہ میں سے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ مستحبات

کے تحفظ کے لئے فوائس ضروری ہے اور فوائس کے لئے سنن ضروری ہیں، سنن کی حفاظت کے لئے سنت مؤکدہ کا خیال رکھنا جائے اس کے لئے واجب کی حفاظت ضروری ہے اور سنن اور واجبات کا تحفظ کیا جائے تاکہ فرائض محفوظ رہیں۔ یہ تمام کی تمام حفاظتی کوششیں ہیں اور فرائض کی حفاظت سے اللہ ایمان محفوظ کر لیتا ہے۔ ابوداؤد شریف اور ترمذی دونوں میں ہے کہ قیامت کے دن مؤمن کی فرض نمازیں جب توی جائیں گی اور اس میں نقصان نکلے گا تو کہا جائے گا کہ اس کے تلوونات اور فوائس اور سنن کو دیکھ لیا جائے، اگر اس کی سنتیں فوائس اور یہ چیزیں موجود ہوئیں اور یہ اس قابل بھی تھیں کہ فرضوں کے اندر جو نقصان واقع ہوا تھا وہ پورا ہو سکے تو پورا کر دیا جائے گا۔ یہ جب ہوگا جب بندہ کے پاس اتنے فوائس اور سنن اور مستحبات موجود ہوں جو اس کے کام آسکیں۔ اس لئے یہ کوشش کی جائے کہ انسان کے پاس فرائض کے علاوہ بھی خاطر خواہ مواد موجود ہوتا کہ فرائض محفوظ رہیں، اسی طرح زکوٰۃ مفروضہ، فرض زکوٰۃ کا حال ہے اور قربانی جو کہ واجب ہے اس کے لئے بھی احتیاط بتائی گئی ہے۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ اسے نظمی صدقات کا نادہ بننا پڑے تاکہ اگر فرائض کا موقع آئے تو اس میں یہ بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔

مرنے وقت ایمان کا ہونا لازمی ہے

یہ پورا نظام درست کر کے بندے کو آگے بڑھنے کا موقع دیا جا رہا ہے اور یہ نظام جو دین کے سلسلے میں مسلمانوں کے ہاں چل رہا ہے اور رائج ہے یہ اس بات کی کوشش ہے کہ بروز قیامت یہ شخص اللہ تعالیٰ کے حضور مسلمان کھڑا ہو اور سرخرو ہو۔ اللہ رب العالمین

نے فرمایا ہے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ“ اٰیْمَانُ وَالْوَالِدَاتُ سَیْءٌ اِیْسا ڈرو جس طرح ڈرنا چاہیے ”وَلَا تَعْبُدُوْا اِلَّا وَالِدَکُمْ مِّنْ دِیْنِکُمْ“ اور مرنا نہیں مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے یہاں جب آؤ تو اسلام کا ہونا اور ایمان کا ہونا ضروری ہے۔ ظاہر بات ہے جب ایک شخص دوکان کرے گا اور مرے گا تو وکاندار مرے گا، ایک شخص کھیتی باڑی کرے گا جب وہ مرے گا تو مزارع مرے گا، ایک شخص جو جو کھیلے اور شراب پیئے گا اور مرے گا تو جو بازاؤں شرابی مرے گا اور ایک شخص جس نے ہمیشہ ایمان کا مظاہرہ کیا ہو، اعمال میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، کاروبار میں بھی ایمان کا بحر پور مظاہرہ کیا ہو، تمام گناہوں سے بکسرا بقتاب کیا ہو تو جب وہ مرے گا تو مسلمان مرے گا ”وَلَا تَعْبُدُوْا اِلَّا وَالِدَکُمْ مِّنْ دِیْنِکُمْ“ (سورہ آل عمران آیت ۱۰۶) یعنی مرتے دم تک اسلام اور اسلام کے مقتضیات پر چلتے ہوئے مرو۔ اس لئے جناب نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کو کہا کہ اے عم قیل لا الہ الا اللہ کلمۃ احاج لک ہنذا عند اللہ“ وہ کلمہ پڑھ لیجئے جس کی وجہ سے میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے آپ کے لئے حجت کر سکوں، بات کر سکوں اور شفاعت کر سکوں۔ اس موقع پر ذرا غور کر لیں کہ حضرت ﷺ نے ”احجاج“ کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو تاکید کے ساتھ نادمہ پہنچانا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو یہ شان بھی عطا کی تھی کہ وہ ہر شخص پر منہما، تک محنت فرماتے تھے۔

عمل چھوٹا ہو یا بڑا شریعت کی نظر میں وہ اس وقت قابل قدر ہوتا ہے جب نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کیا جائے۔ آپ ﷺ نے تمام مسائل پر ایک جیسی محنت فرمائی ہے۔ مسئلہ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، آنحضرت ﷺ کی کمال راہ نمائی ہر قدم پر

موجود رہی ہے۔

قرآن کریم کا حفظ، نیک بختی یا بد بختی

آج کل ہمارے لوگوں میں ایک مرض پیدا ہو گیا ہے، وہ یہ کہ دینی مسائل کو بھی انہوں نے فیشن بنا لیا ہے اور ان کو اپنے تابع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآن کریم اپنے بچوں کو حفظ کرواتے ہیں لیکن اس کے بعد پھر اس بچے کی تربیت کے بارے میں کچھ نہیں سوچتے۔ وہ قرآن کریم کی اس غظیم نعمت کو سینے میں لے کر سارے زمانے کی ناکردنیاں کرتا پھرتا ہے اور اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ ان میں اکثر تو یاد کیا ہوا بھول ہی جاتے ہیں، یاد رہے کہ قرآن کی کوئی سورت یا آیت جب بھول جائے تو بہت مشکل سے دوبارہ بحال ہوتی ہے۔ علماء لکھتے ہیں کہ جو یاد کر کے پھر بھولتے ہیں اور بھولتے ہیں یہ یاد نہ کرنے والوں سے زیادہ زہر پیلے ثابت ہوتے ہیں۔ بہت ساروں کو جوش و خروش ہوتا ہے وہ یاد کر لیتے ہیں اس کے بعد تمام عمل قرآن کریم کے خلاف ہوتا ہے، نتیجے میں اللہ اس نعمت کو چھین لیتا ہے، اس لئے حفظان کے لئے تذکار کو ضروری کہا گیا ہے۔ جب قرآن کریم حفظ کروایا جائے تو اس بات کا بھی اہتمام کیا جائے کہ وہ حفظ ایک نعمت بنے ایسا نہ ہو کہ یہ حفظ آخرت کے روز بے عزتی اور رسوائی کا سبب بن جائے۔

بہترین عمل

جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے امت کے اعمال پیش کئے گئے تو میں نے اس عمل کو بہت بڑا اور بہتر پایا کہ راستے میں نہنی نیز بھی ہو گئی تھی یا کانٹے دار چیز پڑی

ہوئی تھی جو کہ دوسروں کو ضرر دے رہی تھی اور کسی شخص نے اسے ہنادیا یہ سوچ کر کہ یہ چیز مسلمانوں کو تکلیف دے گی۔ راستوں کو درست رکھنا بھی ہر مسلمان کا فرض ہے۔ آج کل تو سب سے بہادر وہ ہے جو اپنے گھر کے سامنے جگہ پر جلدی قبضہ کرتا ہے چاہے اس پر اس کا حق ہو یا نہ ہو۔ اس سے نیکیاں گھٹ جائیگی اور آفات کا حملہ ہوگا۔ آج کل یہ رواج بنا ہوا ہے کہ بس اپنے دروازے کے اندر اندر تو سب کچھ ٹھیک ہو اور باہر کی کوئی بھی فکر نہیں کرتا بلکہ اپنے گھر کا کچرا بھی باہر پھینک کر بے فکر ہو جاتے ہیں، آگے جو ہو سو ہو، یہ مسلمان اور مہذب گھرانوں کا کام نہیں ہے، مسلمان تو کہتے اسے ہیں جو خود سے زیادہ دوسرے کا خیال کرتا ہے۔ یہ ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ جیسے گھر کے اندر اپنی حفاظت اور اپنے سکون کا خیال رکھتا ہے اسی طرح گھر کے باہر، گلی روڈ اور راستے جو ان کے گھر سے ملتے ہیں ان کی بھی صفائی ستھرائی کا خیال رکھیں۔ مسلمانوں کے یہاں یہ بہت اہم مسئلہ ہے جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم بلا ضرورت راستوں میں مت بیٹھو اور اگر بیٹھتے ہو تو راستے کا حق بھی ادا کرو، جو لوگ وہاں سے گزریں ان سب کو سلام کرو، اس میں یہ بھی تعلیم ہے کہ آدمی جب کسی کو کہتا ہے کہ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ تو اس میں، اس بات کا بھی دخل ہے کہ کہیں میری وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں؟۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کہ میں نے جنت میں ایک شخص کو دیکھا وہ کبھی ادھر جا رہا ہے کبھی ادھر جا رہا ہے، نایابا جنت میں داخل ہوا ہے اور فرمایا کہ اسے جنت اس وجہ سے بھیجا گیا کہ اس نے ایک نہنی جو کہ کسی راستے میں پڑی ہوئی تھی اور اس کی وجہ سے لوگوں کا راستہ بند ہو رہا تھا، اس شخص نے اس نہنی کو کاٹ دیا۔ چنانچہ فقہاء نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی کے گھر کا درخت اس کے گھر سے

باہر آگیا ہوا ہے اور اس سے لوگوں کا راستہ بند ہو رہا ہے، تو راستے سے گزرنے والوں کو حق ہے کہ درخت کو کاٹ دیں کیونکہ یہ تو اہل خانہ کا فرض تھا اور جب انہوں نے یہ انتظام نہیں کیا تو راستے سے گزرنے والوں کا حق ہے کہ راستہ درست کریں۔

اٹنا چھوٹا معاملہ ہے کہ ایمان کے ستر سے زیادہ درجات ہیں "الایمان بعض و سبعون او بعض و سبعون شعبۃ" حدیث میں فرمایا کہ ایمان کے ساتھ کے قریب درجات ہیں پھر فرمایا "فما فضلہا قول لا الہ الا اللہ" سب سے بڑا درجہ لا الہ الا اللہ ہے جس کے ساتھ تو حید کا اعلان ہوتا ہے اور ہر قسم کے شرک کی نفی ہو جاتی ہے۔ "و ادناھا اطاعة الاذی عن الطريق والحياء شعبۃ من الایمان" (مسلم ج ۱ ص ۷۷) ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ضرر رساں چیز کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔ اب جن چیزوں سے مسلمانوں کے راستوں میں تکلیف پیدا ہوتی ہے وہ سب اسلام کے کلم کے مطابق بنانے کے قابل ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری سے ایک مثال : ایک مثال دینا ہوں ذرا غور سے سن لیں فتاویٰ عالمگیری جو کہ حضرت اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ نے ہندوستان، کاشغر، غزنی اور تاجاز کے ۶۰۰ علماء کرام کو جمع کر کے ایک کمیٹی ترتیب دی تھی۔ آج ہمارے دور میں بھی کمیٹیاں بنتی

ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان میں دو بدعتی ہوں، دو رافضی ہوں، دو اور کوئی شیاطین ہوں ایسا عجیب تیار کرتے ہیں جس سے دین کا کوئی کام نہ ہو سکے۔ اورنگزیب عالمگیر کے دور میں کیا رونمائی نہیں تھی؟ لیکن انہوں نے علماء اہلسنت کو جمع کر کے یہ بہترین فتاویٰ ترتیب دیا تھا جو کہ چھ لاکھ جزئیات پر مشتمل ہے۔ اس میں لکھا گیا ہے کہ آج کل کے زمانے میں یہ جو

قوال ہیں اور تو الیاں کرتے ہیں اور اپنے خیال میں بڑے ناشق رسول ہوتے ہیں یہ مسلمانوں کے لئے تکلیف کا باعث ہیں ان کو جلا وطن کرنا ضروری ہے وہ اسلامی ملک میں رہنے کے قابل نہیں ہیں وہ کسی ایسے ملک میں چلے جائیں جہاں کنار زیادہ ہوں کیونکہ اسلام کبھی بھی ڈھول باجوں کی اجازت نہیں دیتا۔

بدترین عمل

پھر حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے امت کے گناہ بھی دکھائے گئے اور ان میں سب سے بدترین گناہ یہ تھا کہ میرے اتنی نے قرآن کریم کی کوئی آیت یاد کی اور پھر اسے بھول گیا "ثم نسيها"۔ کتنے بڑے صدمے کی بات ہے اور آپ ﷺ اسے کتنے درد اور کرب سے بیان فرما رہے ہیں۔ آج ہم دنیا کے ہر کام کے لئے بہت بہادر ہیں لیکن قرآن کریم کے لئے کسی کے پاس بھی وقت نہیں ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ہر کام رہنے دیں لیکن قرآن کا جو حصہ بھی یاد ہے اس کو مضبوطی سے پکڑے رہیں۔ اس لئے علماء لکھتے ہیں کہ حافظ قرآن کے لئے ہر وقت، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے قرآن مجید پڑھنے کی اجازت ہے تاکہ وہ بھول نہ جائے، یہاں تک کہ قرآن کریم کھول کے پڑھنے کا اجر زیادہ ہے، لیکن حافظ کے لئے کہا گیا ہے کہ اسے چاہئے کہ وہ بغیر دیکھے پڑھے کیونکہ اگر وہ کھول کر اور دیکھ کر پڑھنے لگے گا تو اس سے خطرہ ہے کہ اس سے نسیان پیدا ہو گا۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ جس نے بھی ہمارے ذکر (قرآن) سے اعراض کیا یعنی اسے بھول گیا تو ہم اس پر دنیا میں زندگی تک کر دیں گے اور بروز قیامت اسے مایہ ناپا اٹھائیں گے۔ اسی طرح جناب نبی کریم ﷺ

کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اکبر الکبار میں سے ہے، بہت بڑا گناہ ہے کہ کسی کو قرآن کریم کا کچھ حصہ یاد ہو اور وہ بھول جائے۔

اللہ رب العالمین قرآن کریم کے ساتھ پورے عالم کے مسلمانوں کی وابستگی مستحکم فرمائے اور قرآن کریم کی تعلیمات اور معروف اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی توفیق اور نسیان سے پرہیز کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

واخبر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین